مجموعہ رسائل

قادری

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

مرتب

سید مشتاق علی شاہ

- تحقیق مسئلہ تقلید
- تحقیق مسئلہ آمین
- مرد اور عورت کی نماز میں فرق
- تحقیق مسئلہ تراویح
- غیر مقلدین کا جھوٹ
- غیر مقلدین سے دو سو سوالات
- نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ
- ہاتھ ناف سے نیچے باندھنا
- فقہ کے دو سو مسائل
- تحقیق مسئلہ رفع یدین
- تحقیق مسئلہ قراۃ خلف الامام
- غیر مقلدین سے اکتالیس سوالات

ناشر

مکتبہ فاروقیہ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

مجموعہ رسائل

(اول)

از

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

جمع و ترتیب

سید مشتاق علی شاہ

اس مجموعہ میں

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ کے بارہ ۱۲ رسائل جمع کیے گئے ہیں۔ تحقیق مسئلہ تقلید تحقیق مسئلہ قرأۃ خلف الامام تحقیق مسئلہ تراویح تحقیق مسئلہ رفع یدین تحقیق مسئلہ آمین مرد اور عورت کی نماز میں فرق نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی شرعی حیثیت غیر مقلدین کی فقہ کے دو۲ سو مسائل غیر مقلدین سے دو۲ سو سوالات مسائل قربانی کے متعلق غیر مقلدین سے اکتالیس سوالات نماز کے متعلق غیر مقلدین کی غلط بیانیاں اور جھوٹ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸ ر گوبند گڑھ گوجرانوالہ

طبع اوّل

نام کتاب ــــــ مجموعہ رسائل مولانا محمد امین صفدر

جمع وترتیب ــــــ سیّد مشتاق علی شاہ

تاریخ اشاعت طبع اول ــــــ اکتوبر ۱۹۹۱ء

ناشر ــــــ مکتبہ فاروقیہ

تعداد ــــــ

قیمت ــــــ ۷۵ روپے

تاریخ اشاعت طبع دوم جون ۱۹۹۲ء

ملنے کے پتے

مکتبہ فاروقیہ ۸ ر گوبند گڑھ گوجرانوالہ

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ حنیفیہ بخاری روڈ گوجرانوالہ

مکتبہ حسینیہ قذافی روڈ گرجاکھ گوجرانوالہ

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مکتبہ بنوریہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ، اما بعد!

ناظرین کرام - اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکتبہ فاروقیہ نے اب تک کافی کتابیں شائع کیں ہیں جن میں بڑی اہم اور پرانی کتابیں بھی شامل ہیں مثلاً۔ (۱) الجواب الکامل فی ازھاق الباطل (۲) الاجوبۃ اللطیفۃ عن بعض رد ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ (۳) ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات (۴) دُرِ مختار پر اعتراضات کے جوابات (۵) نظام الاسلام (۶) اکٹھی تین طلاق کا شرعی حکم (۷) احادیث نبوی اور فقہ حنفی حصہ اول (۸) بیس رکعات تراویح کا ثبوت ۹ - نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت (۱۰) رکعات تراویح (۱۱) نام نہاد اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں (۱۲) فتاوی عالمگیری پر اعتراضات اور ان کی حقیقت حصہ اول دوم (۱۳) فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات (۱۴) انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد وغیرہ

پیشِ نظر کتاب میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ کے بارہ رسائل جمع کیے ہیں - یہ رسائل پہلی بار یکجا شائع کیے جارہے ہیں -شروع میں بطورِ مقدمہ اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایک نایاب تحریر آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے یہ تحریر نواب قطب الدین صاحب محدث دہلویؒ کی ہے انہوں نے یہ تحریر اپنی کتاب "تحفۃ العرب والعجم" میں بطورِ مقدمہ کے لکھی ہے - اصل تحریر پرانی اردو میں ہے جو کہ آج کل کے دور میں سمجھنی کافی مشکل ہے -ہم نے حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلہ

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے فرمائش کی کہ آپ اس کو آسان کر دیں۔ انہوں نے احقر کے کہنے پر اسے آسان اردو میں منتقل کیا۔ نواب قطب الدین صاحبؒ کا نام حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی میاں نذیر حسین دہلوی کے ساتھی بھی تھے۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے جب حنفی مسلک چھوڑا اور کھل کر غیر مقلدیت کی تبلیغ کرنے لگے تو نواب قطب الدین نے حنفی مسلک کے دفاع میں اور عوام کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کیلئے کچھ رسائل تصنیف کیے۔ تحفۃ العرب والعجم بھی اسی زمانہ کی تصنیف ہے اس مقدمہ میں غیر مقلدیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور نواب صاحب نے اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔

کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں غیر مقلدیت کا آغاز انگریز کے آنے کے بعد شروع ہوا انگریزوں کی آمد سے پہلے غیر مقلدیت لامذہبیت کا کہیں وجود نظر نہیں آتا۔

برصغیر میں انگریز کے زمانہ سے پہلے نہ اس فرقہ کی کوئی مسجد ہے، اور نہ مدرسہ، نہ کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی پمفلٹ۔ کتاب تو کجا کچی جماعت کا قاعدہ بھی نظر نہیں آتا۔ نہ کوئی ماہنامہ رسالہ ہے نہ ہفت روزہ یا سہ ماہی مجلّہ، نہ کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہے اور نہ قرآن پاک کا، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو دلائل کے ساتھ بحوالہ اس بات کا ثبوت دے۔ اہل حدیث نام تو انگریز سے

مولانا محمد حسین بٹالوی نے الاٹ کرایا ہے۔ یہ
بات خود غیر مقلدین مانتے ہیں۔
دیکھئے سیرت ثنائی وغیرہ۔

میں نے کئی بار ان سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ آپ یہ بتائیں کہ فلاں مسجد میں انگریز کے زمانے سے پہلے آٹھ ۸ رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔ دہلی کی شاہی مسجد، لاہور کی شاہی مسجد، فتح پوری مسجد دہلی، مسجد وزیر خان لاہور وغیرہ یہ پرانی مسجدیں ہیں اور یہ سب حنفیوں کی ہیں۔

اسی طرح غیر مقلدین بھی اپنی کسی مسجد کا نام لیں۔ کہ فلاں مسجد کا نام انگریز کے زمانہ سے پہلے جامع مسجد اہل حدیث تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے

"تعارف علمائے اہل حدیث" اوّل، دوم

ہم اپنی بات کو یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اکابر علمائے اہل سنت و جماعت حنفیہ کے درجات بلند ہوں جنہوں نے دینِ حق کے لیے محنت کی اور آج ہم ان کی محنت سے صحیح مسلک پر ہیں۔

والسلام

سیّد مشتاق علی شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ الذی ھدانا الی سبل الایمان والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی ارشدنا طرق الامان وعلیٰ آلہ الاطہار واصحابہ الابرار ابداً ابداً۔ امّا بعد!

مسلمان بھائیوں کی خدمتِ عالیہ میں سلام پہنچانے کے بعد مسکین محمد قطب الدین النّصح لکلِّ مُسلمٍ والی حدیث کے مطابق التماس کرتا ہے کہ حضرت سیّد احمد صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولانا عبد الحیٔ صاحب کا پنجاب کی طرف تشریف لے جانے کو تقریباً چالیس یا بیالیس سال کا عرصہ گزرا کہ بعض فاسد مزاجوں کے خیال میں تقلیدِ ائمۂ دینِ متین علیہم الرحمۃ کے انکار کا کچھ خیال آیا اور فقہاء اور فقہ کی طرف سے تخمِ عناد کا خصوصاً امام صاحب کی طرف سے ان کے دل میں جما تھا۔ چنانچہ ان کے مولوی عبد الحق بنارسی نے حضرت سیّد احمد کی خلافت کا مدعی بن کر اس پردہ میں لامذہبی کی خوب داد دے کر بہت سے مسلمانوں کو بہکایا اور نئے مذہب کی ایجاد کا فساد پھیلایا تھا تو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور حضرت سیّد احمد صاحبؒ کے خلفاء اور مریدینِ خاص نے حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کیا۔ چنانچہ وہاں کے چاروں فقیہوں نے اور وہاں کے دیگر تمام علماء نے مثلاً شیخ محمد عابد سندہی مصنف طوالع الانوار حاشیہ درمختار وغیرہ نے بالاتفاق لکھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور اس فتویٰ پر انھوں نے اپنی مہریں لگا دیں ان کے اس فتویٰ پر کلکتہ کے

تمام علماً اور مدرسین وغیرہ اور خصوصًا حضرت سیّد احمد صاحب کے خلفاء نے
بھی اپنی مہریں لگائیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہوگیا۔ اس عرصہ میں مولوی
محمد وجیہ الدّین صاحب جو کہ مدرسہ کلکتہ کے پہلے مدرس اور پورب کے جیّد علماء
میں سے ہیں انھوں نے ایک رسالہ موسوم بہ نظام الاسلام[1] تالیف کیا، جو کہ
اس فتنہ انگیز فرقہ کے ردّ میں اور اپنے مذہب حنفی کے استدلالات میں اور مخالفین
کے شکوک کو رفع کرنے میں آیات و احادیث نبوی سے خوب مدلّل ہے
اس کی خوبی اس کے دیکھنے سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب پر تمام علماء
کلکتہ اور مدرسین حضرات اور حضرت سیّد احمدؒ کے خلفاء سے مہریں لگوائی گئیں
تب کہیں یہ لامذہب ناکام اور نامراد ہوئے۔ بعض تو خاموش ہوگئے اور بعض نے
تقیّہ پر کام کیا مگر شور و فساد کا جو دھڑ چکا تھا وہ نابود اور مٹ گیا۔ اس کے
ایک عرصہ کے بعد ایک شخص عبداللہ صفی پوری کے دماغ میں یہی خلل پیدا ہوا
اور مکہ معظمہ میں وہ اسی جرم میں قید ہوا اور مار کٹائی کی بہت ذلت اور خواری اس
نے اٹھائی پھر وہاں سے اس نے توبہ کا اظہار کرکے بعض رحم مزاجوں کی اعانت
کے باعث رہائی پاکر اور کتنے ہی شہروں میں پھرتے پھراتے دہلی میں آکر وہی
لامذہبی کا فساد پھیلانا شروع کردیا۔ بہت سے لوگوں کو لامذہب بنایا اور
کتنے ہی لوگوں کو شبہ میں ڈال کر تباہ کیا۔ اس وقت جناب مولانا محمد اسحٰق
صاحب مرحوم اور مولوی محبوب العلی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالخالق صاحب
مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں سے بہت ہی ناراض رہتے
تھے اور ان کے کلمات سن کر حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب کا چہرہ مبارک سرخ

---

[1] یہ رسالہ مکتبہ فاروقیہ ۸، گوبند گڑھ گوجرانوالہ سے شائع ہوچکا ہے۔ قیمت ۱۸/ روپے

ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور مولوی محبوب العلی صاحب ایسے لوگوں کو بہتّر (۷۲) فرقوں کا ملغوبہ فرماتے تھے اور ان لوگوں کا بڑے احسن طریقے سے قلع قمع کرتے تھے اور کوئی لامذہب ان کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا اور مولوی عبدالخالق صاحب بھی بڑے احسن طریقے سے ان کا ردّ و قدح کرتے تھے اور خوب ان کی گت بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ چھوٹے رافضی ہیں۔ چنانچہ اس وقت کے لوگوں کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تھے وہ بہت ہی رنج اٹھاتے تھے من جملہ انکے سیّد نذیر حسین نے بھی اس فتنہ کے ختم کرنے میں بہت کوشش کی چنانچہ مولوی حقی اور عبدالمجید پوربی سے اس موضوع پر ان سے کافی گفتگو کر کے انکو لاجواب کر کے خاموش کر دیا۔ اور ان کے شکوک و شبہات کے ردّ میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں امام صاحب کی تعریف مذہب حنفیہ کی حقانیت اور مخالفین کے جوابات اور مذہب غیر کی مرجوحیت کو بیان کیا اور مذہب حنفی کے خلاف احادیث متمسکہ کے راویوں پر بڑے اچھے طریقے سے جرح و قدح فرما کر ان کو ضعیف ثابت کیا اور بارہا اپنی زبان مبارک سے ان لامذہبوں کو رافضیوں کا بھائی کہا لیکن عبداللہ صفی پوری اور انکے تابعداروں نے نہ مانا۔ آخر کار مجبور ہو کر سب نے صلاح و مشورہ کیا ان میں خاص طور پر سیّد نذیر حسین صاحب اور مولوی خواجہ ضیاء الدین صاحب بھی شریک تھے۔ چنانچہ ۱۲۵۴ھ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب نواسہ و جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک استفتاء پیش کیا تو انھوں نے اس کے جواب میں امام معین کی تقلید کو واجب مخیر اور اس کے منکر کو گمراہ تحریر فرمایا۔ پھر اس فتویٰ پر شہر کے دوسرے علماء نے بھی کچھ نہ کچھ عبارتیں لکھ کر مہریں لگائیں۔ ان علماء کے نام یہ ہیں: مولوی مفتی صدرالدین صاحب، مفتی اکرام الدین صاحب، مفتی رحمت علی صاحب، مولوی عبدالخالق صاحب،

استاذ سیّد نذیر حسین صاحب و مولوی محمد حیات لاری صاحب، مولوی مملوک علی صاحب، مولوی سیّد محمد صاحب، میاں شاہ احمد سعید صاحب، سجادہ نشین شاہ غلام العلی صاحب مرحوم، مولوی محمد علی صاحب رامپوری، خلیفہ سیّد احمد صاحب، برادر مولوی حیدر علی صاحب، مولوی محبوب العلی جعفری تلمیذ خاص حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ (یہ تمام جوابات جو کہ عربی یا فارسی میں تھے) پھر اس فتوے کا اردو ترجمہ مولوی محبوب العلی جعفری صاحب نے ایسے انداز میں کیا کہ ہر مولوی کے جواب کا الگ باب بنا دیا گیا۔ پہلے ترجمہ لکھا پھر اس کا خلاصہ لکھا اور اس رسالہ کا نام فتح الاسلام رکھا۔ پھر اس رسالہ کو طبع کرانے کے لیے مولوی خواجہ ضیاء الدین نے حاجی عبد اللہ صاحب کے ہمدست اخون ہارون کے کلکتہ ارسال کیا۔ حاجی صاحب نے حرمین شریفین کا وہ فتویٰ جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس کو رسالہ میں ضم کر کے چھپوایا اور اس رسالہ کا نام تنبیہ الضّالّین رکھا اور وہ رسالہ یہاں دہلی آکر کئی بار چھپا ہے اور خدا کے فضل سے لامذہبوں کا مذہب نابود ہوا اور اگرچہ بعض اسی وطیرہ پر ہی رہے لیکن دبے ہوئے اور تقیہ میں اپنا کام نکالتے رہے۔ اسی زمانہ میں کئی بار مکّہ معظمہ میں ایسے لوگ سزایاب ہوئے، بعض تو تائب ہوئے اور بعض وہاں سے نکال دیئے گئے۔ پھر اس مصیبت کے دُور کرنے میں سیّد نذیر حسین صاحب دل اور جان کے ساتھ ہمارے ساتھ رہے حتّٰی کہ تنویر العینین کے مضامین کے ردّ میں جس کو لوگ مولانا اسمٰعیل صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک رسالہ مدلّل عربی زبان میں لکھا اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کے بارے میں بھی ایک رسالہ لکھا اور آہستہ آمین کہنے اور رفع یدین نہ کرنے کے بارہ میں بھی خوب عبارتیں اور روایتیں لکھیں اور لکھا کہ

عدم رفع یدین نماز میں زیادہ حق ہے اور رفع منسوخ ہے اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں۔ چنانچہ وہ اب تک میرے ایک دوست کے پاس موجود ہیں اور چونکہ سیّد صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے ہر جمعہ کو میرے ہاں آتے تھے اور بارہا فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں ہم کو کوئی بتادے کہ حنفیہ کا فلاں مسئلہ قرآن یا حدیث کے خلاف ہے تو پھر دیکھو کہ ہم کیسے قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا امام کی تقلید واجب ہے تو سیّد صاحب نے کہا واجب کیا بلکہ فرض ہے چوتھائی سر کا مسح اگر کوئی نہ کرے گا تو حنفی کا وضو صحیح نہ ہوگا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد بعض لوگوں کو شیطان نے ورغلانا شروع کر دیا، وہی وسوسے پھر پیدا ہوئے اور تقلید مذہب خاص کو بدعت و ضلالت و شرک بتانے لگے بلکہ ایک فتویٰ ٹونک کے نام سے منگوا کے چھپوایا اور اس وقت ولی عہد میرزا فتح الملک زندہ تھے ان کے ایما سے مولوی لبشیر الدین صاحب جو کہ ولی عہد بہادر کے ہاں منسلک تھے انھوں نے تقلید امام معین کے وجوب میں فتویٰ لکھا اور اس پر شہر کے تمام علماء کی مہریں لگیں، لامذہبی کا چرچا نہ رہا لیکن چپکے چپکے اپنا جرگہ بنانے لگے اور غدر (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے بعد ان لامذہبوں نے یہ روش اختیار کی کہ سیّد نذیر حسین صاحب کے پاس حلقہ باندھ باندھ کر مسجد میں یا ان کے مکان میں بیٹھنا شروع کر دیا اور جب کوئی بات لامذہبی کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں تو حوالہ سیّد صاحب کا دے دیں۔ ہم لوگ ان کو جھٹلائیں کہ تم جھوٹے ہو وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں اور جب سیّد صاحب سے کوئی ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں تو سیّد صاحب یہی فرمائیں کہ وہ جاہل ہیں ان کا کیا اعتبار ہے۔ آخر کار

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اماموں اور انکے اتباع پر کھلم کھلا تبری ہونے لگے، اور اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ کا مصداق ٹھہرانے لگے تو حنفیوں نے وہی فتویٰ مولوی بشیر الدین صاحب والا نکالا اور جن جن کی مہریں ولی عہد مرحوم کے فوت ہونے کے سبب اس پر نہ لگ سکی تھیں وہ لگوائی گئیں چنانچہ سیّد نذیر حسین صاحب نے یہ عبارت لکھ کر مہر لگائی کہ جو شخص مذہب خاص کی پیروی کو بدعت وضلالت کہے وہ مردود و گمراہ ہے چنانچہ فتویٰ چھپ گیا لیکن لامذہبوں نے نہ مانا اور لامذہبی میں زیادہ مُصر ہوئے اور سیّد صاحب کے پاس نشست وبرخاست زیادہ کرنے لگے اور سیّد صاحب کو ایسا ورغلایا اور اپنے ساتھ ملایا کہ سیّد صاحب بھی ان کی ممنونی اور مشکوری میں لٹو بن کر ان کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس بائیس برس سے ایسا ہی تھا لیکن کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں مجھ کو تو یوں ہی سوجھتی ہے تب کہیں فقیر نے مسنون استخارہ کے بعد دو رسالے ایک "تنویر الحق" اور دوسرا "توفیر الحق" لکھا اور ان میں قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمّت سے اپنے مذہب کے دلائل لکھے اور امام معین کی تقلید کے وجوب میں جو کہ سیّد صاحب فرمایا کرتے تھے کتب معتبرہ سے لکھے۔ "تنویر الحق" کے جواب میں رسالہ "معیار الحق" لکھا گیا کہ اس رسالہ میں تمام مقلدین علماء، اولیاء وصلحاء، متقدمین ومتاخرین کو مشرک وبدعتی گردانا گیا۔ سیّد صاحب کی ذات سے بعید ہے کہ وہ ایسی واہیات باتیں لکھیں اگرچہ اس کام سے وہ شہروں اور ملکوں میں ایسے بدنام اور ذلیل ہوئے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں لیکن اس کو بھی انھوں نے اپنی شہرت ہی سمجھا۔ غرضیکہ جب "معیار الحق" چھپا اور ملکوں میں اس کی گمراہی پھیلی اور مختلف اطراف سے فقیر کے پاس اس کے پیروکاروں کی

گمراہی لامذہبی فساد اور انکار تابعیت امام اور تقلید معین کی شکایات کے خطوط پہنچے تو اگرچہ اس معیار کے کئی جگہ بخوبی رد ہوئے اور رد ہو رہے ہیں اور اس کے مؤلف کی تمام دھوکے بازیاں اور سرقے اور بددیانتیاں اور ابلہ فریبیاں اور تجاہلِ عارفانہ اور ہٹ دھرمیاں ظاہر ہو رہی ہیں بلکہ ایک رسالہ اس کے رد میں مولوی محمد شاہ صاحب نے پوری کوشش کے ساتھ اہلِ سنّت کی معتبر کتب یعنی قرآن و حدیث و اصول و فقہ و عقائد وغیرہ سے "مدار الحق" کے نام سے لکھا ہے وہ اتمام کو پہنچا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ چھپتے ہی اسکی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی اور حق تو یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حلال نہیں ہے اس شخص کے لیے کہ حاکم کی تصیح پر غرہ ہو جب تک کہ میری معقبات اور تلحیقات کو نہ دیکھے اسی طرح حلال نہیں اس کے لیے جو معیار کو دیکھ کر غرہ ہو جب تک رسالہ "مدار الحق" مؤلفہ مولوی محمد شاہ کو نہ دیکھے۔ لیکن تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ اس عاجز نے عوام و خواص کی مزید حفاظت کے لیے ایک استفتار دیارِ ہند و ولایت کے شہروں کے علمار کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب لیا اور ان کی مہریں اس پر لگوائیں پھر اب اس برس ۱۲۸۴ھ میں جب نواب محمد محمود علی خاں صاحب والیٔ قصبہ جھتاری حج کے لیے بیت اللہ شریف میں اپنے قافلہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور یہ فقیر بھی ان کے ہمراہ تھا اس فقیر نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یعنی مزید عبارات اور دلائل اور نقولِ علمار اور عبارت کی صفائی کے ساتھ وہی استفتار خود حرمین شریفین کے مفتیوں اور علمار کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب حاصل کیا اور اس کو ان کی مہروں سے مزیّن کیا جو آدمی بھی اسے غور کے ساتھ دیکھے گا راہِ مستقیم سے نہ ہٹے گا اور اس کا ترجمہ اردو میں کروا

کے بطورِ رسالہ کے مرتب کیا اور اس کا نام "تحفۃ العرب والعجم" رکھا اور اس فقیر نے کئی بار حرمین شریفین میں مسنون استخارہ کیا اور بالالحاح تمام (پوری عاجزی کے ساتھ) دعا کی کہ یاالٰہی اگر یہی راہِ جدید حق ہے تو ہم کو بھی اسی کی طرف ہدایت ہو۔ ورنہ ان سب کو راہِ قدیم کی طرف ہدایت ہو۔ لیکن جب استخارہ کیا تو قلب پر یہی الہام ہوا کہ لاکھوں کروڑوں اچھے لوگ کیوں کر حق کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اتّبعوا السواد الاعظم فانہ مَنْ شَذَّ شُذَّ فی النّار (ابنِ ماجتہ) یعنی کثیر جماعت کی پیروی کرو۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جس پر اکثر مسلمان ہوں کما قال الملّا علی القاری پس بلاشبہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا تو الگ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

اور فرمایا: "ان اللہ لَا یجمع امّتی او قال امّۃ محمّد عَلٰی ضلالۃ ویدُ اللّٰہِ علی الجماعۃ من شَذَّ شُذَّ فِی النّار" رواہ الترمذی یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہیں جمع کرتا میری اُمّت کو یا فرمایا امّتِ محمدیہؐ کو گمراہی پر۔ اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر، جو کوئی جماعت سے الگ ہوا تو الگ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر، یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق و مدد اور محافظت جماعت پر یہ خاصیت ہے اس امّتِ مرحومہ کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کہ جس پر اُمّت حضرتؐ کی متفق ہوتی ہے حق ہی ہوتی ہے۔

اور فرمایا: "انّ الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایّاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ" رواہ احمد۔ یعنی تحقیق شیطان بھیڑیا ہے آدمی

کیلئے، مانند بھیڑیے بکری کے، کہ لیتا ہے بکری بھاگنے والی کو ریوڑ میں سے
اور اس بکری کو جو دُور ہو گئی ہو ریوڑ سے اور اس بکری کو جو کنارے پر
ہو ریوڑ سے اور پہاڑوں کے دّروں سے تم بچو اور لازم ہے تم پر جماعت۔
اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مراد یہ ہے کہ جس طرح بھیڑیا اکیلی بکری پر بہت دلیر ہوتا ہے، ایسے ہی شیطان اس آدمی پر مسلّط ہوتا ہے کہ جو جماعتِ علماء سے الگ ہو کر نیا مذہب نکالتا ہے۔ "اور پہاڑوں کے دّروں سے بچو" یعنی شاہراہِ اسلام کو چھوڑ کر گمراہیوں کی گھاٹیوں میں مت بھٹکو بلکہ فرمایا کہ "مَنْ فارق الجماعۃ شبرًا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ" رواہ احمد والبوداؤد۔ یعنی جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے جُدا ہُوا یعنی ایک ساعت پس تحقیق نکالا اس نے پٹہ یعنی اسلام کا ذمہ اپنی گردن سے۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ یعنی اب اس درجہ کو پہنچا ہے کہ شاید اس کے قید اسلام اور بندِ احکام سے باہر آجائے بلکہ دو راہا کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال فرمائی ہے جو کہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں موجود ہے۔ مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ بین الغنمین تعیر الی ھذہ مرۃ والی ھذہ مرۃ۔ یعنی منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں میں ماری ماری پھرتی ہو کبھی اس ریوڑ میں اور کبھی اس ریوڑ میں۔

فائدہ: یعنی وہ کمبخت نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا۔ اور بعض احمق لوگ جو عرب کے علماء پر طعن کرتے ہیں۔ بڑی خطار پر ہیں۔ اس لیے کہ وہ خیر البقاع کے رہنے والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے حق میں

فرمایا ہے کہ "تحقیق ایمان سمٹ آئے گا مدینہ کی طرف جیساکہ سانپ اپنی بل کی طرف سمٹتا ہے"۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "تحقیق البتہ دین سمٹ آئے گا حجاز کی طرف یعنی مکہ، مدینہ اور ان کے متعلقات کی طرف جیساکہ سانپ اپنی بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور البتہ دین حجاز میں جگہ پکڑے گا جیساکہ پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر جگہ پکڑتی ہے"۔ اس کو ترمذی اور نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی معنیٰ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں فتنوں کے ظہور کے وقت دین حجاز کی طرف لوٹ آئے گا جیساکہ اوّل شروع ہوا تھا اس سے (حجاز سے) مرقاۃ۔ چہ جائے علماء کہ وہ بڑے مخلص اور بے غرض ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

سبحان اللہ! ایک تو وہ وقت ہم نے دیکھا کہ جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس وقت حدیث پڑھاتے تھے تو جہاں حدیث اور روایتِ فقہی کے درمیان تعارض ہوا تو اس وقت حنفیہ کی دلیل پکڑنے والی حدیث بیان فرما کر تعارض کو رفع کر دیا کہ پڑھنے والے کو تسکین ہو گئی، اور سوءِ ظنی بہ نسبت مذہب کے نہ ہونے پائے بلکہ حقیقت اپنے مذہب کی خوب دل میں جم گئی۔ یا یہ وقت دیکھا کہ معاملہ ہی اُلٹ ہو گیا کہ جو روایت فقہی ظاہر میں حدیث کے خلاف معلوم ہوئی تو وہ توجیہہ و تاویل جو شارحین مقبولِ الٰہی کر گئے ہیں ان کو قبول نہ کر کے اور فقہاء کو حدیث کا مخالف ٹھہرا کر پڑھنے والوں کو خلجان میں ڈال کر اور اپنے اجتہاد کو دخل دے کر شاگردوں کو منکرِ فقہ و فقہاء بنا کر تقلیدِ مذہب سے نفرت دلا کر اپنے تقلید کے جال میں پھنسا کر لامذہب بنایا۔ مثل مشہور ہے "بڑی بہو کو

بلاؤ کر کھیر میں نُون ڈالے'' حقیقت ہے کہ غیر مجتہد کو اپنی رائے سے فتویٰ دینا درست نہیں، جیسا کہ علماء نے اکثر اصول اور فروع میں تصریح فرمائی ہے۔ افسوس صد افسوس ان لوگوں سے کہ جو مذہب مجتہدین خیر القرون کا چھوڑ کر اس فساد انگیز زمانے کے نافہم غیر مجتہد کی تابعداری کرتے ہیں اور طعن کی زبان دن رات اکابرینِ دین پر چلاتے ہیں۔ بیت

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اللھم اھدنا الصراط المستقیم وارنا الحق حقاً، وارنا الباطل باطلاً۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تحقیق مسئلہ تقلید

افادات

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

مرتب

سید مشتاق علی شاہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸، گوبند گڑھ گوجرانوالہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تاليف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال نمبر ۱ تقلید کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے؟

جواب **تقلید کا لغوی معنیٰ** : تقلید کا معنیٰ لغت میں پیروی ہے، اور لغت کے اعتبار سے تقلید، اتباع، اطاعت اور اقتداء سب ہم معنیٰ ہیں۔ تقلید کے لفظ کا مادہ قلادہ ہے۔ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو ہار کہلاتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے ہم چونکہ انسان ہیں اس لیے انسانوں والا معنیٰ بیان کرتے ہیں اور جانوروں کو جانوروں والا معنیٰ پسند ہے۔

تقلید کا شرعی معنیٰ : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاوے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا" (الاقتصاد ص۵)

تقلید کی اس تعریف کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایۃ ہے اور مجتہد کی درایت کو قبول کرنا تقلید فی الدرایت ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے اور کسی محدّث کی رائے سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی امتی کے بنائے ہوئے اُصُولِ حدیث، اُصُول تفسیر، اُصُول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

تقلید جائز اور ناجائز: جس طرح لغت کے اعتبار سے کُتیا کے دُودھ کو بھی دُودھ ہی کہا جاتا ہے اور بھینس کے دُودھ کو بھی دُودھ ہی کہتے ہیں۔ مگر حکم میں حرام اور حلال کا فرق ہے اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر حق کی مخالفت کے لیے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین، خدا اور رسول؀ کی مخالفت کے لیے اپنے گمراہ وڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔ اگر حق پر عمل کرنے کے لیے تقلید کرے کہ میں مسائل کا براہ راست استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و سنّت کو ہم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اس لیے اس سے خدا و رسول؀ کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

ا۔ کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟ صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جس کو نواب صدیق حسن خاں صاحب حدیث مشہور فرماتے ہیں۔ الروضۃ الندیہ ص۲۰۶ ج۲) میں اجتہاد کا مقام متعین ہے کہ جو مسئلہ صراحۃً کتاب و سنّت سے نہ ملے اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنّت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نوٹ: محدثین کا اصولِ حدیث بنانا، کسی حدیث کو صحیح، ضعیف کہنا، کسی راوی کو ثقہ یا مجروح قرار دینا بھی ان کا اجتہاد ہے۔

ب۔ کن کی تقلید کی جائے؟ ظاہر ہے کہ مسائلِ اجتہادیہ میں مجتہد کی ہی تقلید کی جائے گی اور مجتہد کا اعلان ہے کہ القیاس مظہر مثبت (شرح عقائد نسفی) کہ ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بتاتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و سنّت و اجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآنِ پاک سے لیتے ہیں وہاں نہ ملے تو سنّت سے، وہاں نہ ملے تو اجماعِ صحابہؓ سے، اگر صحابہؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہوں اس سے لیتے ہیں اور اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے

اسی طرح مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں جس طرح حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں بلکہ فنِ حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔

ج کون تقلید کرے؟

ظاہر ہے کہ حساب دان کے سامنے جب سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہادیہ میں کتاب و سنّت پر عمل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعدِ اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب وسنّت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب وسنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کتاب وسنّت کے ماہر سے پوچھ لوں کہ اس میں کتاب و سنّت کا کیا حکم ہے۔ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مقلد اُن مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مرادِ خدا اور مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیا ہے۔

غیر مقلّد کی تعریف

نوٹ ۱: مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ نے جان لیا اب غیر مقلد کا معنی بھی سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی نہ مجتہد ہو نہ مقلّد۔ جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی۔ لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے یا جیسے ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے باقی رعایا۔ لیکن جو نہ حاکم

جمہور صحابہ کرام و تابعین فخام و تبع تابعین ذی شان کی بات مان لی جاتی لیکن وہ غیر مقلد ہی کیا جو صحیح بات مان لے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے یہ کیا ان سب تفسیرات کو پس پشت ڈال کر سب سے اعراض کرکے ایک مفسر کی مرجوح تفسیر کو گلے لگا یا۔ گلے کا ہار بنایا۔ اسے آنکھوں سے لگایا۔ دل میں بٹھایا، دماغ میں جمایا۔ اس بارے میں تشدد کرکے دشمنوں کو ہنسایا، دوستوں کو رلایا، مسلمانوں کو ستایا۔ سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا ورغلایا۔

وہ مرجوح تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور شور و غل نہ مچائیں۔

باوجودیکہ یہ تفسیر نہایت مرجوح بلکہ غلط اور باطل ہے لیکن چونکہ بظاہر ان کے مطلب و مقصد اور مسلک و مشرب کے موافق تھی اس لئے قبول کر لی گئی۔

جمہور سلف و خلف کی صحیح ترین تفسیر چونکہ ان کے مطلب و مشرب کے خلاف تھی اس لئے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئی بلکہ بپائے استحقار سے ٹھکرا دی گئی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اسے کہتے ہیں مطلب پرستی۔ خود غرضی۔ بحر تعصب میں غوطہ زنی اور دریائے غلو میں غواصی۔

جب انسان اندھے بہرے تعصب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تشدد کو

اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے اور غلو کو شعار و دثار تو وہ حقائق بینی ہی کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے ۔ واقعات دیکھنے کی قابلیت سے محروم ہو جاتا ہے جس کے طاغوت آشیاں دماغ کو تعصب کی کدورتوں نے گدلا کر رکھا ہو تو وہ حقائق دیکھے تو کیونکر، واقعات پر کھے تو کیسے؟

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مذکورہ آیت کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی بالکل غلط اور باطل ہے ۔

اولاً اس لئے کہ مذکورہ سطور میں احادیث صحیحہ، اجماع امت اور مفسرین کرام کی تصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔

بایں ہمہ یہ کہنا کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تفسیر بالرائے بدعت سیئہ اور آیت کریمہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی بیجا جسارت اور ناروا و ناپسندیدہ حرکت سے محفوظ فرماوے ۔ آمین ۔

ثانیاً اس لئے کہ قرآن کریم میں کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جسکی تعمیل صرف کفار پر واجب ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا ممنوع و محظور ہو۔

اگر فریق ثانی کی یہ الٹی منطق صحیح تسلیم کر لی جائے تو نہ معلوم ان کا قرآن کریم کے اُن عمومی احکام کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا جو بظاہر ایک کافر اور مشرک قوم کے بارے میں نازل ہوئے ہیں ۔

نیز ایک مقام پر حضرت حق تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؕ

پ ۸ رکوع ۷

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجیے کہ تم آؤ میں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور بےحیائی کے قریب نہ جاؤ جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور نہ قتل کرو اس جان کو جسکو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر تم کو یہ حکم دیا گیا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ

گویا فریق ثانی کی منطق کی رد سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان احکام کے مخاطب صرف کافر اور مشرک ہیں۔ کفار و مشرکین کے لئے تو شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل اولاد کا ارتکاب کرنا، فواحش و منکرات کے قریب جانا حرام اور گناہ ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ان افعال قبیحہ کا ارتکاب بالکل جائز اور مستحسن ہے۔ مومنوں کے لئے

شرک کرنا اور قتل کرنا بالکل درست ہے۔

اگر بفرض محال یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ مذکورہ آیت کریمہ کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کفار ومشرکین کو تو قرآن کریم کی تلاوت کے وقت شور وغل مچانے سے منع کیا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت خوب شور وغل کیا کریں۔ کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے ؎

آنکھیں اگر بند ہیں پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت کریمہ کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی اس کو کافروں میں منحصر سمجھنا اور مسلمانوں کو اس سے خارج کر دینا باطل ہے۔ حالانکہ اس کا شانِ نزول ہی مومنوں کی نماز ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ فریق مخالف بڑی جرأت اور جسارت سے یہ بات کہتا ہے کہ اس آیت کا جو اولین مصداق ہے اس کو یہ آیت شامل نہیں بلکہ یہ صرف کفار ومشرکین کو شامل ہے۔ یا للعجب۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول کفار ومشرکین کا شور وغل مچانا ہے تو گذارش ہے کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم اور آیت کو اس کا شانِ نزول اور خاص سبب پر منحصر کر دینا غلط اور باطل ہے

اس کو صرف سببِ نزول میں محصور و مسدود سمجھنا ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کا ارتکاب کوئی ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کرسکتا۔

قرآن کریم کی سینکڑوں ایسی آیات ہیں جو کسی خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم چونکہ عام ہے اس لئے وہ اسی سبب پر محصور و مقصور اور بند و مسدود نہیں ہیں۔

دیکھئے حضرت زید بن حارثہؓ کو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ اس آیت کریمہ کا سبب گو خاص ہے لیکن حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ اس آیت مقدسہ کی رو سے جیسا کہ زید بن حارثہؓ کو حضور علیہ السلام کا بیٹا کہنا جائز نہیں، ایسا ہی زید، عمر بکر اور خالد وغیرہ دیگر افراد و اشخاص کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہنا جائز نہیں جس طرح حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے بلایا جائے اسیطرح ہر شخص اور ہر فرد کیلئے یہی حکم ہے کہ اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرکے پکارا جائے۔

کیا غیر مقلدین حضرات اس آیت کریمہ کا یہ مطلب لیں گے کہ صرف حضرت زیدؓ کو ہی حضور علیہ السلام کا بیٹا کہنا منع ہے اور دوسرے افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا جائز ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث

عن ابی موسیٰ الاشعری رضؓ قال انّ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خطبنا فبیّن لنا سنّتنا وعلّمنا
صلوٰتنا فقال اقیموا صفوفکم ثمّ
لیؤمّکم احدکم فاذا کبّر فکبّروا
واذا قرء فانصتوا واذا
قال غیر المغضوب علیھم ولا
الضآلین فقولوا آمین۔

صحیح مسلم ج۱ ص۱۷۴، ابوداؤد شریف ج۱ ص۱۴۰
ابن ماجہ ص۶۱، مسند ابوعوانہ ج۲ ص۱۳۳
بیہقی ج۱ ص۱۵۵، مشکوٰۃ شریف ص۸۱
دارقطنی ج۲ ص۳۲۸

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (صحابہ کرام رضؓ کو) خطاب فرمایا پس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم وتلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ پس حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (نماز شروع کرنے سے قبل) اپنی صفیں درست کر لو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

ناظرین باتمکین! یہ حدیث صریح صحیح اور مرفوع ہے اور ہمارے

دونوں پر واضح اور واشگاف دلیل ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے، تمام سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور نماز میں امام اور مقتدیوں کے فرائض، وظائف، ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کو بڑی وضاحت اور صراحت اور بڑے واضح اور بیّن طریقے سے بیان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ، التباس اور شک وشبہ باقی نہیں رہا۔

آپؐ نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کا فریضہ، وظیفہ اور ذمہ داری ہے۔ مقتدیوں کا کام اور وظیفہ صرف اور صرف خاموشی، توجہ اور انصات ہے۔

چونکہ یہ روایت مطلق ہے اس لئے سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی رو سے مقتدیوں کے لئے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے پڑھنے کی مطلق گنجائش نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد اس حدیث سے امام اور مقتدی کے فرائض اور وظائف پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام اور مقتدی کے فرائض بیان کرتے وقت امام کے فرائض تو بیان کر دیئے ہوں اور مقتدی کے فرائض ترک کر دیئے ہوں۔ کیونکہ اگر آپؐ ایسا کریں تو تبلیغ احکام میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے اور نبی سے ایسی کوتاہی ناممکن ہے۔ اور یہ بھی

ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیانِ احکام کے وقت مقتدی کے فریضہ کو تو بیان نہ فرمائیں بلکہ اس فریضہ کی ضد اور الٹ اور عکس بیان فرما دیں۔ مثلاً اس کے ذمہ امام کے پیچھے قرأت کرنا فرض ہو لیکن آپ مقتدی کو قرأت کا حکم دینے کی بجائے اس کو قرأت نہ کرنے کا امر فرمائیں

ایک اور انداز سے

امام اور مقتدی کے لئے جو افعال و اعمال فرض تھے وہ حضور علیہ السلام نے بڑی تشریح اور توضیح سے بیان فرما دیئے۔ تکبیر تحریمہ دونوں کے لئے فرض تھی اس کی فرضیت اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا کے الفاظ سے بیان فرمائی رکوع دونوں کے لئے فرض تھا اس کی وضاحت اذا رکع فارکعوا (جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو) سے فرمائی۔ سجدہ دونوں کیلئے فرض تھا اس کی تشریح کے لئے آپ ﷺ زبان فیض ترجمان سے اِذَا سجد فاسجدوا (جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو) کا جملہ صادر ہوا۔

جب حضور علیہ السلام نے امام اور مقتدی کے مشترکہ فرائض بیان فرما دیئے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے قرأت (جو بقول غیر مقلدین مقتدی کیلئے فرض ہے) کی فرضیت کے بیان سے نہ صرف پہلو تہی فرمائی بلکہ اس کی جگہ اس کی ضد انصات کو ذکر فرمایا۔ اگر قرأت مقتدی کے لیے بھی فرض ہوتی تو حدیث شریف کے الفاظ یوں ہوتے اذا کبر فکبروا واذا قرء فاقرءوا جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ لیکن حدیث شریف میں اذا قرء فاقرءوا کی بجائے اذا قرء فانصتوا کے الفاظ

ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت فرض تھی تو رکوع سجود وغیرہ کی طرح اسکی فرضیت کی تشریح کیوں نہیں کی گئی۔

ایک اور طرز سے

اگر بالفرض اس حدیث میں واذا قرء فانصتوا کے لفظ نہ بھی مذکور و موجود ہوتے تب بھی یہ روایت اس پر دلالت کرتی کہ قراءت کرنا امام کا وظیفہ ہے نہ کہ مقتدیوں کا۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث شریف کا مفہوم و مضمون اور مطلب یہ ہوتا۔

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو (پہلے) اپنی صفیں درست کرلو اور تم میں سے ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر سورۃ فاتحہ فرض ہوتی تو واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بجائے جمع کا صیغہ واذا قلتم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین ہوتا۔ جیسا کہ فقولوا آمین میں قولوا جمع کا صیغہ ہے ایسے ہی یہاں بھی قلتم جمع کا صیغہ ہوتا۔

صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۶ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین کہ جب پڑھنے والا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ آمین کہیں۔ اس حدیث میں پڑھنے کی نسبت صرف امام کی طرف ہوئی ہے یہ اس امر کی واضح اور بین دلیل ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا فریضہ ہے۔

مقتدی کا کام صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے ہاں البتہ آمین کہنے میں مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

دوسری حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْن وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

نسائی شریف ج۱ ص۱۰۷۔ ابن ماجہ شریف ص۶۱ طحاوی شریف ص۱۲۸۔ مشکوۃ شریف ج۱ ص۸۱

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کیجائے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر امام اور مقتدی دونوں کے فرائض اور وظائف کی تعیین کرتی ہے کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی اور انصات ہے۔

تیسری حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فقراءۃ
الْاِمَامِ لَہٗ قراءۃ۔
ابن ماجہ شریف ص۶۱

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کو الگ پڑھنے اور علیحدہ قرأت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت اور امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اس حدیث شریف میں بھی سری اور جہری کی کوئی قید نہیں لہذا یہ بھی اپنے عموم پر ہونیکی وجہ سے ہر نماز کو شامل ہے۔

چوتھی حدیث

عن انس رضؓ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ وَ الْاِمَامُ یَقْرَءُ فَسَکَتُوْا۔ فَسَاَلَھُمْ ثَلٰثًا فَقَالُوْا اِنَّا نَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا۔ طحاوی شریف ص۱۰۱

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز پڑھا کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ کیا تم امام کے پڑھتے وقت (امام کی اقتدا میں) پڑھتے ہو۔ صحابہ کرام خاموش رہے۔ آپ نے تین دفعہ دریافت فرمایا تب صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں حضرت ہم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اسپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ (آئندہ) ایسا مت کرنا۔

پانچویں حدیث

عن عبد اللہ بن مسعود قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآن۔

طحاوی شریف ص ۱۰۶
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶
کتاب القرأت ص ۱۴۴

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں قرارت کیا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے (میرے پیچھے پڑھکر) مجھ پر قرآن کریم کی قرأت مختلط (خلط ملط) کر دی ہے۔

چھٹی حدیث

عَنِ الزھریؒ عَنْ انسؓ اَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَاِذا قَرءَ فَانْصِتُوْا

کتاب القرأۃ ص ۱۱۳

امام زہریؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس روایت میں بھی امام اور مقتدی دونوں کے وظائف پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں خاموشی، سکوت اور انصات ہے اور امام کا فریضہ یہ ہے کہ وہ قرأت کرے۔

دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث

عَنْ جابرؓ بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی خلف امامٍ فَاِنَّ قِرَأۃَ الامام لہٗ قرأۃ۔ طحاوی شریف ص۱۰۶

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔ اسے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

آٹھویں حدیث

عَنْ جابرٍ قال اِنَّ رَجُلًا صَلّٰی خَلْفَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر والعصر یعنی یقرأ فاومی الیہِ رَجُلٌ فَنَہَاہُ فَاَبٰی فلما انصرفَ قالَ انہانی اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا حتیٰ سَمِعَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں قرأت کی اثناء نماز میں ایک شخص نے اسکو اشارۃً منع کیا لیکن وہ دوسرا شخص باز نہ آیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو قرأت کرنے والے شخص نے منع کرنیوالے سے کہا کہ تم مجھے حضور نبی علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے کیوں روکتے ہو

علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ ۔

کتاب القرأۃ ص۱۲۶

وہ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سُن کر فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے اس کو الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے ۔

نویں حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوۃٍ جَھَرَ فِیْھَا بِالْقِرَاءَۃِ فَقَالَ ھَلْ قَرَاَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام موجود تھے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ساتھ قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا

دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث

عَنْ جابرٍ بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّی خلف امامٍ فَاِنَّ قِرَأۃَ الامام لہ قرأۃ۔ طحاوی شریف ص۱۰۶

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔ امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔ اس سے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

آٹھویں حدیث

عَنْ جابرٍ قال اِنَّ رَجُلاً صلّی خَلْفَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر والعصر یعنی یقرأ فاومی الیہ رجلٌ فنہاہُ فَاَبٰی فلما انصرف قال اتنہانی اَنْ اَقْرَءَ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا حتّی سَمِعَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ... رسول اللہ صلی اللہ

حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں قرأت کی اثناء نماز میں ایک شخص نے اس کو اشارۃً منع کیا لیکن وہ دوسرا شخص باز نہ آیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو قرأت کرنے والے شخص نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے کیوں روکتے ہو

عليه وسلم مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الامام لَه قِرَاءَةٌ ۔

کتاب القراءۃ صـ ۱۲۶

وہ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے اس کو الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے ۔

نویں حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيْ اَحَدٌ مِنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام موجود تھے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے ساتھ قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا

فانتهى الناس عن
القرأة مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيما
جهر فيه رسول الله
صلى الله عليه وسلم
موطا امام مالک ص۲۹ ۔ نسائی شریف ص۱۰۶
ابوداود شریف ج۱ ص۱۲۱ ۔ ترمذی شریف ص۴۲
ابن ماجہ ص۶۱ ۔ کتاب القرأت ص۱۱۷

کہ میرے ساتھ قرآن کی قرأت میں
جھگڑا کیوں کیا جا رہا ہے منازعت
اور کشمکش کیوں ہو رہی ہے مجھ
سے قرآن کریم کیوں چھینا جا رہا ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس
ارشاد گرامی کے بعد صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے (ملاحظ فرمائیے سنن کبریٰ ج۲ ص۱۵۷ اور سنن ابی داود ج۱ ص۱۲۰) جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام موجود تھے لیکن ان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑھنے والا صرف ایک شخص تھا اس کو بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے پر ڈانٹا گیا۔

اگر امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہوتا تو اس فریضہ کے ادا کرنے والے کو نہ ڈانٹا جاتا بلکہ اس کی تحسین (تصویب) کی جاتی۔

جو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نہیں پڑھ رہے تھے بقول غیر مقلدین چونکہ وہ فرض کے تارک تھے اس لئے چاہیئے تھا کہ ان کو فرض کے ترک پر ڈانٹا جاتا اور ان سے کہا جاتا کہ چونکہ تم ایک فرض کے ترک کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی لہٰذا نماز کا اعادہ کرو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ فرض کے تارکین کو تو کچھ نہیں کہا گیا

اور فاتحہ پڑھنے والے شخص کو ڈانٹ پلائی گئی۔

غیر مقلدین سے ہمارا ایک سوال ہے ازراہ کرم وہ اسے حل کر کے شکریہ کا موقع دیں کہ کیا فرض ادا کرنے والوں کو ڈانٹا جاتا ہے یا فرض ترک کرنے والوں کو؟

قابلِ غور نکتہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رض کو اپنی اقتداء میں قرأت کرنے کا حکم فرمایا ہوگا یا نہیں۔ اگر آپ نے اپنی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو پھر حضور علیہ السلام کا اپنے ارشاد گرامی کی تعمیل کرنیوالے کو ڈانٹنا چہ معنی دارد؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خود ہی ایک چیز کا حکم فرما دیں اور پھر اس کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا شروع کر دیں۔

نیز اگر آپ نے امام کی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو کیا بات ہے کہ سب صحابہ کرام رض میں سے صرف ایک شخص اس حکم کی تعمیل کرتا ہے اور باقی سب صحابہ کرام رض آپ کے ارشاد گرامی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

صحابہ کرام رض جو شمع نبوت کے پروانے اور آفتاب رسالت کے دیوانے تھے جو آپ کے ادنیٰ اشارہ پر ہزار جان سے نچھاور ہونے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ ان دیوانگان شمع رسالت کو حکم فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کیا کرو اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ لیکن صحابہ رض

کی اکثریت آپؐ کے ارشاد کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے کیا صحابہ کرامؓ سے یہ جسارت ممکن ہے۔ بینوا توجروا

نیز یہ امر بھی قابل غور و لائق التفات اور خاص طور پر پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ فریق ثانی کے مسلک کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کو مقتدیوں کے لئے فرض بھی قرار دیا۔ تو یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ جو چیز آپکی منازعت خلجان اور تکدر کا باعث بنی اور جس فعل پر آپ نے اظہارِ ناراضگی اور ناپسندیگی فرمایا اور آپؐ نے جس حرکت کو ناپسند فرماتے ہوئے اس پر سرزنش کی اور ڈانٹا اور پھر اسی ناپسندیدہ فعل اور باعث خلجان عمل کو فرض بھی قرار دے دیا۔

فریق ثانی کے مسلک و مشرب کا حاصل اور لب لباب یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے پڑھنے کو ناپسند بھی فرمایا ہے اور پسند بھی۔ اس سے منع بھی فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔ قرأت سے منازعت۔ مخالجت۔ مخاصمت اور کشمکش ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے پڑھنے کے فعل کو ناپسند اور باعث تکدر ہونے کے باوجود فرض قرار دیا۔ حاشا وکلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ بیک وقت دو متضاد باتوں کا حکم فرماویں۔ نیز صحابہ کرامؓ کی شان اس سے بہت ہی اونچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کیلئے

ایک امر کو ضروری قرار دیں لیکن صحابہؓ سے قابل اعتنا نہ سمجھیں بلکہ اسکی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں

دسویں حدیث

حضرت ابن عباس رضؓ سے ابن ماجہ میں ایک لمبی حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے امامت کے فرائض حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض فرمائے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

ایک مرتبہ جب مرض میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں تشریف لائے مسجد میں تشریف آوری سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز شروع کرا چکے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں سے گزرتے ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کے پہلو میں جا پہنچے اور حضرت صدیق اکبرؓ پچھلی صف میں آ گئے۔ ان کی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ پر تشریف فرما ہوئے اور بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کی اگلے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ من القرأۃ من حیث کان بلغ ابوبکرؓ ابن ماجہ شریف ۸۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت وہیں سے شروع کی جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضؓ قرأت فرما چکے تھے

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فاستفتح النبی صلی اللہ علیہ وسلم	پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم

من حيث انتهى ابو بكرؓ من القرآن۔
سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۸۱

کہ اس حصہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں تک حضرت ابو بکر صدیقؓ قرأت فرما چکے تھے۔

ایک تیسری روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

فاستتم رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث انتهى ابو بكر من القرأة۔ طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۹۷

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأت پوری کی جہاں تک حضرت ابو بکرؓ قرأت کر چکے تھے۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ، ثبت اور حجت ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سورۃ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید بیمار تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تھے۔ آپ کے دھیرے دھیرے تشریف لانے میں معمول سے زیادہ وقت صرف ہو گیا اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ کی تشریف آوری سے قبل نماز شروع فرما چکے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل و بصیرت اور انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ اگر مکمل طور پر نہ پڑھی گئی ہو گی تو اس کا اکثر حصہ تو یقیناً پڑھا جا چکا ہو گا۔ مگر باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہو گئی آپ نے اس کا اعادہ نہ فرمایا۔ اسے بیکار اور باطل قرار نہ دیا بلکہ اسے درست صحیح سمجھا۔ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی یہ نماز نہ ہوتی آپ اسے باطل قرار دیکر اس کا اعادہ فرماتے ۔

گیارہویں حدیث

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ ۔

دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۸

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے امام کو پشت سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا ۔

اس حدیث شریف سے پوری وضاحت اور صراحت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا یعنی اس کی رکعت ہو گئی ۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا اس کے رکوع میں شریک ہونے سے پہلے امام فاتحہ پڑھ چکا ہو گا کیونکہ امام فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع میں جاتا ہے ۔ لیکن اس کے باوصف کہ اس نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی یہ رکعت ہو گئی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ اس شخص کی یہ رکعت نہ ہوتی ۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے ۔ غیر مقلدین حضرات بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے ۔

بارہویں حدیث

عن ابی ھریرۃ رضہ انہ دخل المسجد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکعٌ فرکع قبل ان یصل اِلیَ الصف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعُدْ۔

سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۰

حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے پہلے ہی وہ رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ صف میں مل گئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا

یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں شامل ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی یہ رکعت ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس نماز کو کامل مکمل اور صحیح سمجھا اور ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں فرض اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرہ کی یہ نماز کیسے درست ہو گئی ان کو دوبارہ پڑھنے کا کیوں نہ حکم دیا گیا۔

غیر مقلد حضرات کو بھی بہ جبر مجبوری با دل نخواستہ اس حدیث کو صحیح ماننا پڑا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ مُدرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی علی الدارقطنی میں لکھتے ہیں۔

وفی ذلک دلالۃ علی ادراک الرکعۃ بادراک الرکوع وقد روی صریحًا

اور اس (حدیث ابو بکرہ رضہ) میں اس بات پر دلالت ہے کہ امام کو رکوع میں پانیوالا

عن ابن مسعودؓ۔ وزیدؓ بن ثابت وابن عمرؓ۔	رکعت پالیتا ہے اور یہ مسئلہ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور
التعلیق المغنی علی الدارقطنی ص۳۴۷	حضرت ابن عمرؓ سے بھی صراحۃً روایت کیا گیا ہے۔

امام غرباء اہلحدیث ابو محمد مولوی عبدالستار صاحب تفسیر ستاری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"بیشک شرعاً مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ احادیث نبویہ سے و تعامل صحابہؓ اس کا کافی ثبوت پایا جاتا ہے مگر اس سے عدمِ وجوبِ فاتحہ پر استدلال کرنا محض غلط و باطل ہے۔ قرأت فاتحہ کا وجوب حالت قیام میں ہے نہ حالتِ رکوع میں جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا" تفسیر ستاری ص۲۶۷۔

جواب۔ تفسیر ستاری کے مصنف کے اس جواب میں قطعاً کوئی وزن اور معقولیت نہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا یہ جواب تو سراسر قیاس پر مبنی ہے جس کے متعلق یہ حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر اور چیخ چیخ کر یہ نعرہ لگایا کرتے ہیں اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْس کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ آگے یہ ان کی بلا جانے کہ ابلیس کا قیاس کس نوعیت کا تھا۔ اور قیاسِ مجتہد کسے کہتے ہیں؟

پھر یہ بھی خوب رہی کہ جب حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا۔ اول تو اس کو ثابت کرنا

چاہیے تھا کہ رکوع کرنے سے کیا حالت بدل گئی؟ کیا نماز ختم ہو گئی یا نمازی بدل گیا۔

آخر یہ مسئلہ کس حدیث سے آپ نے معلوم کیا کہ رکوع کرنے سے نماز یا نمازی کی حالت بدل جاتی ہے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور دوسری وہ احادیث جو رکوع پالینے سے رکعت پانے پر دلالت کرتی ہیں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں رکوع قیام کے حکم میں ہے کہ سجدہ پالینے سے رکعت نہیں ملتی اور رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے۔ جب رکوع بحکم قیام ہے تو رکوع سے حالت نہیں بدلی لہٰذا رکوع پالینے کی حالت میں رکوع میں قرأت فاتحہ فرض ہونی چاہیئے۔

چنانچہ بعض صحابہ کرام اس طرف بھی گئے ہیں کہ رکوع میں فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے۔ کتاب القرأت بیہقی کی درج ذیل روایت ملاحظہ فرماویں

عن حسان بن عطية عن ابي الدرداء قال لا تترك الفاتحة خلف الامام زاد ابن ابي الحواري ولو ان تقرأ وانت راكع وفي رواية اخرى عن ابي الدرداء قال لو ادركت الامام وهو راكع لاحببت ان اقرء بفاتحة

حسان ابن عطیہ حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ چھوڑو چاہے رکوع ہی میں پڑھ لو۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں امام کو رکوع میں پاؤں تو

انتخاب۔ کتاب القراءة بیہقی ص۴۲	تو اس کو پسند کروں گا کہ سورۂ فاتحہ رکوع ہی میں پڑھ لوں۔

اس اثر سے صاحب تفسیر ستاری کی بنائی ہوئی عمارت دھڑام سے پیوند زمین ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ رکوع سے حالت نہیں بدلی بلکہ رکوع میں قیام کی طرح قراءت فاتحہ ہو سکتی ہے پس امام غرباء اہلحدیث کا یہ کہنا کہ جیسے شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی ویسے ہی شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے یہ احناف کے مسلک کے قوی، وزنی اور معقول ہونے کا اعتراف و اقرار ہے جب رکوع میں مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور رکوع میں پڑھنا فرض نہیں حالانکہ رکوع بحکم قیام ہے تو معلوم ہوا کہ حالت قیام میں بھی مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت تصور کی جائے گی۔

حق بات یہ ہے کہ جو لوگ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں ان کو یا تو داؤد بن علی ظاہری کی طرح اس بات کا قائل ہو جانا چاہیے کہ رکوع پا لینے سے رکعت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یا پھر حضرت ابو درداء رضی کی طرح اس بات کے قائل ہو جائیں کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکوع کی حالت میں ہی سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ اگر غیر مقلد حضرات

جمہور کی طرح اس بات کے قائل ہوں گے کہ رکوع پا لینے سے رکعت مل جاتی ہے اور رکوع میں فاتحہ پڑھنا فرض نہیں تو پھر وہ کسی طرح بھی مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض نہیں کہہ سکتے۔

رہا یہ اعتراض کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لئے قیام فرض ہے اور اس حالت میں ابو بکرہ صحابی کو قیام بھی نہیں ملا اور بغیر قیام کے ان کی وہ رکعت ہو گئی پس معلوم ہوا کہ قیام بھی فرض نہیں ہے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک قیام ارکان صلوٰۃ میں سے ایک اہم رکن ہے۔

جواب۔ معترضین حضرات سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ارشاد فرمائیں کیا ابو بکرہ نے تکبیر تحریمہ بھی کہی تھی یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ تکبیر کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ قیام کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ تکبیر تحریمہ بدون قیام کے صحیح نہیں ہوتی علامہ شوکانی رح اور امام طحاوی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ بغیر قیام کے صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو ساری اُمت کے اجماع اور تعامل کے خلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر کسی کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوتی۔

تیرہویں حدیث

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّ صَلوٰۃٍ لَا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

الکتاب فھی خداج الا وراء الامام۔
کتاب القرأت بیہقی
ص ۱۳۶

ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے مگر امام کی اقتدا میں جو نماز پڑھی جائے اس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

چودہویں حدیث

اخبرنا ابوسعد احمد بن محمد المالینی انا ابواحمد عبد اللہ بن عدی الحافظ نا جعفر بن احمد الحجاج و جماعۃ قالوا انا بحر بن نصر نا یحییٰ بن سلام نا مالک بن انس نا وھب بن کیسان قال سمعت جابر بن عبداللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ من صلّٰی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فلم یصل الا وراء الامام۔
کتاب القرأۃ ص ۱۳۶

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم کو ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابواحمد عبداللہ بن عدی الحافظ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن احمد حجاج نے اور ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن سلام نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک بن انس نے بیان فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وہب بن کیسان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی مگر امام

کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اس سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ ہو جائے گی اور مقتدی کے لیے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

پندرہویں حدیث

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لَا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوٰۃ خلف الامام۔

کتاب القرآت بیہقی ص۱۷۱

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جاوے۔

(اس میں امام کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہیں وہ امام کے پیچھے پڑھے بغیر ہی ہو جاوے گی)

اس روایت میں خلف الامام اور ام الکتاب کی قید خاص طور پر ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھنی چاہیئے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نمازوں میں خواہ وہ جہری ہوں یا سری سورۃ فاتحہ کی قرأت کو ضروری لازم اور واجب قرار دیا ہے مگر مقتدی کی نماز کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مقتدی کے لئے پڑھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

مبارکپوری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات نے جہاں قرأت سے مراد علی الفاتحہ کی تاویل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے انکی یہ تاویل بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں خاص طور پر ام الکتاب کی قید مذکور ہے جو انکی مذکورہ تاویل کو غلط قرار دیتی ہے

مسئلہ قرأت خلف الامام
جلیل القدر صحابہ کرام رضؓ کے فتوؤں کی روشنی میں

جمہور سلف و خلف کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا واضح، ناطق، اور داشگاف فیصلہ پیش کیا جاچکا ہے۔ نیز اس بارہ میں صحیح صریح، اور مرفوع احادیث بھی پیش کی جاچکی ہیں۔ اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ شمع نبوت کے پروانوں اور آفتاب رسالت کے دیوانوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار، آراء و افکار اور فتاویٰ پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ ناظرین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آفتاب نبوّت سے براہِ راست اکتساب فیض کرنے والوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں کیا سمجھا ہے اس بارے میں ان کے اقوال و فتاویٰ کیا ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرام کی اکثریت احناف کی ہمنوا، ہم صدا، اور مؤید ہے۔

نہ صرف یہ کہ ان سے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت وارد ہے بلکہ پڑھنے والوں کے لئے دھمکیاں اور وعیدیں بھی منقول ہیں۔

حضرت مسروق جو بہت بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ وَجَدْتُ عِلْمَ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْتَھٰی

میں نے صحابہ کرام رضؓ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد دیکھا کہ ان سب کا علم

اِلیٰ سِتَّۃٍ ، اِلیٰ عمرؓ وعلیؓ وعبداللہؓ ومعاذؓ والی الدرداؓ وزید بن ثابتؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،

تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵

چھ بزرگ صحابہ کرام کی طرف لوٹتا ہے ۔ حضرت عمرؓ ، حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کو تین طبقات پر منقسم کرتے ہیں ۔ لکھتے ہیں کہ ایک طبقہ وہ ہے جس سے دینی مسائل کی نشر و اشاعت اور ترویج کم ہوئی ہے ۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اس بارے میں متوسط رہا ہے تیسرا وہ طبقہ ہے جس سے دینی مسائل و احکام کی نشر و اشاعت اور ترویج بہت زیادہ ہوئی ہے مبارکپوری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے

وکانَ المکثرون منہم سبعۃ عمرؓ بن الخطاب وعلیؓ بن ابیطالب وعبد اللہؓ بن مسعود وعائشۃؓ امّ المؤمنین وزید بن ثابتؓ و عبداللہ بن عباسؓ وعبداللہ بن عمرؓ

جن صحابہ کرام سے دین کی بہت زیادہ نشر و اشاعت ہوئی ہے ان میں سے یہ سات حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت عمر بن الخطابؓ ۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ، حضرت زید بن ثابت ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

حسن اتفاق سے مذکورہ جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کی اکثریت

اس بارہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے سلسلہ میں) احناف کثرہ اللہ سوادہم کے ساتھ ہے فللہ الحمد علیٰ ذلک ۔ اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتوے ملاحظہ فرمائیں ۔

فتویٰ حضرت زید بن ثابت رضؓ

عن عطاء انہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیٔ من الصلوٰۃ ۔

مسلم شریف ص ۲۱۵ / ۱۷۰ ۔ نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۱ / ج ۱ ص ۱۰۶
مسند ابو عوانہ ج ۲ ص ۲۰۷
طحاوی شریف ص ۱۰۸

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں (خواہ سری ہو یا جہری) کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی ۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں حضرت زید بن ثابت رضؓ کا یہ فتویٰ ان الفاظ سے منقول ہے ۔

عن زید بن ثابت قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ ۔ موطا امام محمد ص ۱۰۲
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱)

حضرت زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز نہیں ہو گی ۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶ میں حضرت ابن ثوبان نے حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے ۔

عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت

حضرت ثوبان حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے امام بلند آواز سے پڑھتا ہو یا پست آواز سے

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ فتویٰ اس امر کی واضح اور بین دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں کسی قسم کی قرأت کا کوئی حق نہیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

عن ابن عمرؓ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلی وحده فلیقرأ وکان عبد الله بن عمر لا یقرأ خلف الامام

موطا امام مالک صہ ۲۹۔ طحاوی شریف صہ ۲۹ موطا امام محمد صہ ۴۲

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا اور تنہا پڑھے تو اس کو پڑھنا چاہیئے اور حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے

حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر موطا امام محمد میں ان الفاظ سے روایت کیا گیا ہے۔

عن ابن عمرؓ قال من صلی خلف الامام کفته قراءته۔

موطا امام محمد صہ ۴۳

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتدار میں نماز پڑھی اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

فتویٰ حضرت جابر بن عبداللہ

عن وھب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بامّ القرآن

وھب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ جس شخص نے

فلم یصل الا وراء الامام

موطا امام مالک ص۲۹

ترمذی شریف ج۱ ص۴۲ ۔ طحاوی شریف ج۱ ص۱۰۸

موطا امام محمد ص۴۲ ۔

کوئی رکعت بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

اس اثر میں مبارکپوری صاحب کی یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ قرأت سے مراد جہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ جہر سے نہ پڑھے اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے زور سے نہ پڑھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفرد پر سورۃ فاتحہ زور سے پڑھنا واجب ہے حالانکہ اہل اسلام میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کا فتویٰ

عن ابن مسعودؓ قال انصِتْ للقُرٰان کما اُمِرتَ فانّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا وسَیَکْفِیْکَ ذٰلِکَ الْاِمَامُ۔

طحاوی شریف ص۱۰۱ ۔ موطا امام محمد ص۹۵

مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۷۶ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں (دوسرا) شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر و نواہی اور وعد و وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارہ میں) امام کافی ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا دوسرا فتویٰ

لَیْتَ الَّذِی یَقْرَأُ خَلْفَ الامام مُلِئَ فُوْہُ تُرَابًا طحاوی شریف ص۱۰۱

وہ شخص جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ

امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں داؤد بن قیس سے اور وہ محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ علیؓ مَنْ قرأَ مع الامام فلیس علی الفطرۃ۔

مصنف عبدالرزاق ص۱۳۷ ج۲
دارقطنی ص۱۲۱ ج۱ - طحاوی ص۱۰۷ ج۱

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے یعنی وہ سنت پر عامل نہیں بلکہ بدعت کا پیروکار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

مَنْ قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ - مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۱

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے سنت کی خلاف ورزی اور مخالفت کی

مصنف عبدالرزاق اور کنزالعمال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر بایں الفاظ منقول ہے۔

عن علیؓ ان علیاً قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ۔

مصنف عبدالرزاق ص۱۳۹ ج۲ - کنزالعمال ص۱۸۴ ج۸

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

عن ابی جمرۃؓ قال سألت عبداللہ بن عباسؓ أَقرأُ والامام بین یدیَّ

حضرت ابوجمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ جب امام

قَالَ لَا ۔
میرے آگے قرأت کر رہا ہو تو میں بھی قرأت کر دوں (پڑھوں) انہوں نے فرمایا نہیں ۔

طحاوی شریف ص ۱۲۹ ج ۱

اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباس رض نے صاف طور پر مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض کا دوسرا فتویٰ

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال کیا گیا۔

اِنَّ نَاسًا یَقْرَأُوْنَ فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْکَانَ لِیْ سَبِیْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَھُمْ
کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں (امام کے پیچھے) قرأت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ اگر میرا بس چلے تو میں ان کی زبانیں گدی سے کھینچ لوں۔

طحاوی شریف ص ۱۲۱ ج ۱

حضرت ابن عباس رض کے اس فتویٰ میں اگرچہ خلف الامام کی قید مذکور نہیں مگر معمولی غور و خوض، ادنیٰ سوچ و بچار، اور تھوڑے سے تفکر و تدبر کے بعد یہ بات بخوبی واضح، واشگاف اور روشن ہو جاتی ہے کہ امام اور منفرد کے لئے تو بالاتفاق پڑھنا ضروری ہے۔ امام اور منفرد کے بارے میں تو یہ شدید دھمکی ہو ہی نہیں سکتی لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض کی یہ وعید شدید امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رض کا فتویٰ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رض قَالَ لَیْتَ
حضرت عمر بن الخطاب رض فرماتے ہیں کہ

فی فہم الذی یقرأ خلف الامام حجرًا
موطا امام محمد ص۹۸ مصنف عبدالرزاق ص۱۳۸ ج۲

امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے منہ میں پتھر پڑ جائیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بایں الفاظ منقول ہے

عن نافع وانس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیك قراءة الامام۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۱

حضرت نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن ابی وقاص کا فتویٰ

عن سعد رضی اللہ عنہ قال وددت الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرة۔ موطا امام محمد ص۹۸ مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۶ ج۱

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میری تمنا اور خواہش ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارے بھر جائیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر و زید رضی اللہ عنہ بن ثابت و جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ

عن عبیداللہ بن مقسم انہ سأل عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر و زید رضی اللہ عنہ بن ثابت وجابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ فقالوا لا یقرأ فی شیئ من الصلوات۔

طحاوی شریف ص۱۰۷

عبیداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر، زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو ان سب حضرات نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی (سری ہو یا جہری) قرأت نہ کی جائے۔

فتویٰ حضرات خلفاءِ راشدین رضؓ

اخبرنی موسیٰ بن عقبۃ اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَاَبَا بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کانُوا ینھون عن القرأۃ خلف الامام۔

مصنف عبدالرزاق جـ۲ صـ۱۳۹

امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمانؓ غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ستّر بدری صحابہ کرامؓ کا فتویٰ

قال الشعبی ادرکت سبعین بدریًا کلھم یمنعون المقتدی عن القرأۃ خلف الامام۔

روح المعانی جـ۹ صـ۱۵۲

حضرت شعبیؒ جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ستّر بدری صحابہ کرامؓ کو پایا وہ سب کے سب امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام تابعین عظام کے فتووں کی روشنی میں

ناظرین کرام! صحابہ کرام کے اقوال و آثار پیش کیے جاچکے ہیں۔ اب تابعین عظام کے کچھ آثار و فتاوی پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کرام معلوم کرسکیں کہ خیر القرون کے درخشندہ ستاروں اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستاروں تابعین عظام کا قرأۃ خلف الامام کے بارے میں مسلک کیا تھا۔ انہوں نے اس بارہ میں قرآن و حدیث سے کیا سمجھا ہے

حضرت ابراہیم نخعی رح کا فتویٰ

عن مغیرۃ عن ابراھیم انہ کان یکرہ القرأۃ خلف الامام وکان یقول تکفیک قرأۃ الامام۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷

حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی امام کے پیچھے پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر کا فتویٰ

عن ابی بشر عن سعید رح بن جبیر قال سألتہ عن القرأۃ خلف الامام قال لیس خلف الامام

حضرت ابو بشر رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید رح بن جبیر سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی

قراۃ۔ | قسم کی قرأت نہیں یعنی سری اور جہری
مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷ | دونوں قسم کی نمازوں میں قرأت نہیں

حضرت سعیدؒ بن مسیب کا فتویٰ

عن قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام۔
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷
کتاب القرأۃ ص ۹۱

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ امام کی قرأت کے لئے خاموش رہو۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت کی ضرورت نہیں۔

حضرت محمدؒ بن سیرین کا فتویٰ

عن محمد قال لا اعلم القرأۃ خلف الامام من السنۃ۔
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱

حضرت محمدؒ بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے پڑھنے کو سنت نہیں سمجھتا یعنی میرے نزدیک امام کے پیچھے پڑھنا سنت کی خلاف ورزی کرنا اور بدعت کا ارتکاب کرنا ہے

حضرت علقمہ بن قیس کا فتویٰ

عن ابی اسحٰق ان علقمۃ بن قیس قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا او رضفا۔

حضرت ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کا منہ مٹی یا گرم پتھر سے بھر جائے۔

مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹ موطا امام محمد ص ۹۵

حضرت اسودؒ بن یزید کا فتویٰ

عبدالرزاق بن ہمام اپنے مصنف میں سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام اعمشؒ اور وہ ابراہیم نخعی اور وہ اسود بن یزیدؓ سے۔ وہ فرماتے ہیں۔

قال وددتُ انّ الذی یقرأ خلف الامام ملیٔ فوہ ترابًا۔ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲	میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ میں حضرت اسود بن یزیدؓ سے یہ فتویٰ ان الفاظ سے مروی ہے۔

عن الاسود بن یزید لَاَنْ اَعُضَّ علی جمرۃ احب اِلَیَّ اَنْ اَقرءَ خلف الامامِ۔	امام کے پیچھے پڑھنے سے میرے لئے یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں منہ میں انگارہ رکھ لوں۔

حضرت عمرو بن میمونؒ کا فتویٰ

عن اشعث عن مالک بن عمارۃ قال سَأَلْتُ لا اَدْرِی کم رجل من اصحاب عبداللہ بن مسعود کلھم یقولُونَ لا یقرأُ خلف الامام۔ منھم عمرو	اشعثؒ حضرت مالک بن عمارۃ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کے بے شمار شاگردوں سے (امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں سوال کیا) اُن سب نے (بالاتفاق) کہا کہ امام کے

بن میمون | پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے
مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وہ شاگرد

جن سے میں نے اس بارہ میں سوال کیا اُن میں سے حضرت عمرو بن میمونؒ
خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت ضحّاکؒ کا فتویٰ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

کان الضحاك ینھیٰ عن القراءۃ | حضرت ضحاک تابعیؒ امام کے پیچھے
خلف الامام۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ | قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہؒ بن زبیر کا فتویٰ

ہشام بن عروہ اپنے والد ماجد حضرت عروہؒ بن زبیر سے روایت فرماتے ہیں

اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَأُ خلف | کہ عروہؒ بن زبیر امام کے پیچھے صرف
الامام اذا لم یجھر فیہ الامام | سرّی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے

موطا امام مالکؒ کتاب القراۃ صفحہ ۳۰

مسئلہ قرأت خلف الامام تبع تابعین کے فتووں کی روشنی میں

حضرت سفیانؒ بن عیینہ

امام سفیان بن عیینہؒ جو تبع تابعین میں بڑا اونچا اور ممتاز مقام رکھتے ہیں وہ امام کے پیچھے مطلقاً (سری جہری دونوں میں) قرأت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مرفوع حدیث "لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً" کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف "لمن یصلی وحدہٗ" (ابو داؤد ج۱ ص۱۱۹) اس شخص کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو۔ یعنی یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے کہ منفرد کے لئے پڑھنا ضروری ہے۔ مقتدی کے حق میں نہیں اس لئے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

امام سفیان بن عیینہؒ کے اس ارشاد (ھذا لمن یصلی وحدہٗ) سے یہ بات بالکل عیاں اور الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلقاً پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ

حضرت سفیان ثوری سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت کے قائل نہ تھے چنانچہ مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال سفیان الثوری واصحاب الرائی لا یقرأ خلف الامام	سفیان ثوریؒ اور اصحاب رائی کا مذہب یہ ہے امام کے پیچھے سری

فِيمَا جَهَرَ وَأَسَرَّ۔	اور جہری نمازوں میں نہ پڑھا
تحفۃ الاحوذی ص۲۵۷	جائے۔

امام عبداللہ بن وہبؒ

رئیس المحققین، سید المحدثین۔ سند المفسرین امام العصر حضرت العلام جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن وہب کا مسلک بھی امام ابن عیینہؒ کی طرح یہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ فصل الخطاب ص۸۰

امام اوزاعیؒ

امام اوزاعیؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کی فرضیت کے قائل نہ تھے، صرف سری نمازوں میں قائل تھے وہ بھی استحبابی طور پر نہ کہ وجوبًا چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں۔

وَمَذْهَبُ طَائِفَةٍ كَالأَوْزَاعِي وَغَيْرِهِ مِنَ الشَّامِيِّين يَقْرَأُهَا اسْتِحْبَابًا۔	امام اوزاعی اور ان کے علاوہ شام کے علماء کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف مستحب ہے یعنی اگر نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں
فتاوٰی ابن تیمیہ ص۱۶۷	

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جہری نمازوں میں پڑھنے سے روکتے تھے اور سری میں پڑھنے کی صرف اجازت دیتے تھے اور کو

ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری جزء القرأت میں لکھتے ہیں

قال ابو وائل عن ابن مسعودؓ قال انصت للامام وقال ابن المبارك ان هذا فی الجهر و انما یقرأ خلف الامام فیما سکت الامام۔

جزء القرأت ص۱۲

ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے خاموش رہا کرو۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہیئے اور سری نمازوں میں پڑھ لینا چاہیئے وہ بھی وجوبی طور پر نہیں۔

مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

فان عبد الله بن مبارک لم یکن من القائلین بوجوب القرأۃ خلف الامام تحفۃ الاحوذی ص۲۵۶ ج۱

حضرت عبداللہ بن مبارک ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں

امام زہری رح

حضرت امام زہری جیسے حدیث کے عظیم امام بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبارکپوری مشہور غیر مقلد عالم تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال الزهریؒ ومالکؒ و ابن المبارکؒ واحمدؒ واسحٰقؒ

امام زہری رح، امام مالک رح، امام ابن مبارک اور امام احمد اور امام اسحٰق

يقرأ فيما أسر الامام فيه ولا يقرأ فيما جهر به۔
تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۵۵ مغنی ابن قدامہ ص۱۰۹

فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں مقتدی کو نہیں پڑھنا چاہیئے اور سِری میں پڑھ لینا چاہیئے۔

امام اسحٰق رح

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے مذکورہ بالا عبارت میں امام اسحٰق بن راہویہ کا بھی وہی مسلک بیان کیا ہے جو امام زہری رح، امام مالک رح حضرت عبداللہ بن مبارک رح اور امام احمد رح بن حنبل کا تھا کہ جہری نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہیئے۔

علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور اور بے نظیر کتاب تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں۔

وذهب قوم الى ان المأموم يقرأ اذا اسر الامام ولا يقرأ اذا جهر وهو قول عروة بن زبير واحمد واسحق
روح المعانی ص۱۵۱

علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی سِری نمازوں میں پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے یہی قول ہے حضرت عروہ بن زبیر کا اور امام احمد رح اور امام اسحٰق رح کا۔

امام لیث بن سعد رح

اہل مصر کے امام حضرت لیث بن سعد رح بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے چنانچہ امام ابن قدامہ رح رقمطراز ہیں۔

وهذا مالك في اهل الحجاز

یہ اہل حجاز کے امام، امام مالک رح ہیں

وھذا الثوری فی اھل العراق
وھذا الاوزاعیؒ فی اھل الشام
وھذا لیث فی اھل مصر ماقالوا
لرجلٍ صلّی وقرأ امامه ولم یقرأ
ھو صلوتہ باطلۃ
مغنی ابن قدامہ
ص۱۰۶ ج - ۱

اور یہ امام ثوریؒ ہیں جو اہل عراق کے
امام ہیں اور یہ امام اوزاعی ہیں شام
والوں کے امام اور یہ لیث بن سعد
امام اہل مصر ہیں ان ائمہ مذکورہ میں
کسی نے بھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب
امام قرأت کر رہا ہو اور مقتدی نہ پڑھے
تو اسکی نماز باطل اور بیکار ہوتی ہے

حضرات ائمہ مجتہدینؒ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک

حضرت امام اعظمؒ امام کے پیچھے مطلقاً سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہ تھے۔ نہ جہری میں اور نہ سرّی میں۔

تفسیر ستاری کے مؤلف کی غلط بیانی اور دروغگوئی

تفسیر ستاری کا مؤلف تفسیر ستاری کے ص۳۵۶ پر لکھتا ہے۔

"آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ امام صاحب کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول قدیم۔ دوسرا قول جدید، علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگرد امام محمدؒ کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنی چاہئے ان کا قدیم (پرانا) قول ہے۔ امام صاحبؒ اور امام محمدؒ نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو مستحسن اور مستحب قرار دیا ہے"

مؤلف مذکور کو امام محمدؒ کی تصانیف اور فقہائے احناف کی مشہور و معروف اور معتبر و متداول کتب سے تو یہ قول نہ مل سکا تو انہوں نے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہوئے علامہ شعرانی شافعی کی کتاب میزان الکبریٰ کا سہارا ڈھونڈا۔
"ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" جب علمائے احناف کی کتب اطرافِ عالم اور اکنافِ دنیا میں شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہیں۔ امام محمدؒ کی کتب "موطا امام محمد" اور کتاب الآثار عام طور پر دستیاب ہیں تو ان سے اعراض اور صرف نظر کر کے ایک دوسرے مکتب فکر کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا از حد تعجب اور از بس حیرت کا باعث ہے۔ جب امام محمد رحؒ کی اپنی کتب میں اس سلسلہ میں تصریحات و تفصیلات موجود ہیں ان کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے مسلک کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا مطلب پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً مؤلف تفسیر ستاری کا یہ دروغ بے فروغ ہے کہ میزان الکبریٰ میں امام صاحبؒ کے دو قول مذکور ہیں اس لئے احقر نے یہ حوالہ تلاش کرنے کے لئے میزان الکبریٰ کا از اول تا آخر خوب گہرا مطالعہ کیا۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود یہ حوالہ اس کتاب میں نہ مل سکا اس سلسلہ میں مؤلف مذکور نے اپنی مطلب براری کے لئے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ کر علامہ شعرانی کے سر تھوپ دی۔

احقر اس مقام کی تحقیق و ریسرچ میں مختلف کتب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ محققِ عصر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کی شہرۂ آفاق کتاب اعلاء السنن کی درج ذیل عبارت نظر افروز ہو کر بیحد مسرت کا باعث

ہوئی کہ مولانا موصوف کی تحقیق بھی اس بارے میں یہی ہے کہ میزان کبریٰ وغیرہ میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں۔ مولانا رقمطراز ہیں ولم اظفر بهذا الكلام في كتب العلامة الشعراني من الميزان او كشف الغمة و رحمة الامة

اعلاء السنن ص۹۳ ج ۴

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی تحقیق امام محمدؒ کی اپنی تصانیف سے کر دیں۔

امام محمدؒ اپنی مشہور کتاب "کتاب الآثار" میں رقمطراز ہیں۔

قال محمد لا ينبغي ان يقرأ خلف الامام في شيءٍ من الصلوات كتاب الآثار ص۱۸۷	امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سری نہیں پڑھنا چاہیئے۔

امام محمدؒ اپنی معروف کتاب، کتاب الآثار میں ایک دوسرے مقام میں تحریر فرماتے ہیں

محمد قال اخبرنا ابو حنيفه قال حدثنا حماد عن ابراهيم قال ما قرأ علقمة بن قيس فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الاخيرين أم القرآن ولا غيرها خلف الامام قال محمد وبه نأخذ	امام محمد نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد نے بیان کیا وہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں اور نہ دوسری دو رکعتوں میں نہ سورۃ

لا نری القرأة خلف الامام فی شیئٍ من الصلوٰة یجهر فیه او لا یجهر

فاتحہ اور نہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت۔ امام محمد نے فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں سمجھتے نہ جہری میں اور نہ ہی سری میں۔

کتاب الآثار ص۱۶۴

امام محمدؒ، موطا امام محمدؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال محمدٌ لا قرأة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیما لم یجهر فیه بذلك جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفة

امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھا جائے اور نہ ہی سری میں۔ عام آثار وروایات اسی پر دلالت کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے

موطا امام محمد ص۹۸

امام ابن ہمامؒ فتح القدیر ص۲۴۱ ج۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

والحق انّ قول محمد کقولهما فانّ عباراته فی کتبه مصرحة بالتجافی عن خلافه فانه قال فی کتاب الآثار فی باب القرأت خلف الامام بعد ما اسند الی علقمة بن قیس

حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول بھی (امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے بارہ میں) امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ جیسا ہے۔ اس لئے کہ امام محمدؒ کی تصانیف کی عبارات اس اختلاف کی صراحۃً نفی کرتی ہیں کیونکہ امام محمد نے اپنی کتاب "کتاب الآثار" میں باب القرأت

انہ ما تراً نقط فیما یجھر فیہ ولا فیما لا یجھر فیہ قال وبہ ناخذ لا نری القرأۃ خلف الامام فی شیٔ من الصلوٰۃ یجھر فیہ او لا یجھر فیہ ۔ وفی موطئہ بعد ان روی فی منع القراءۃ فی الصلوٰۃ ماروی قال قال محمد لا قراءۃ خلف الامام فیما جھر فیہ وفیما لا یجھر بذلک جاءت عامۃ الاخبار وھو قول ابی حنیفۃ رح

فتح القدیر ص ۲۴۱ ج ۱

خلف الامام میں علقمہ بن قیس تک سند پہنچانے کے بعد کہا کہ علقمہ بن قیس نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں۔ امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں مطلقاً قرأت کے جواز کے قائل نہیں۔ "موطا امام محمد" میں بھی امام محمد نے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کی روایات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں نہ پڑھنا چاہیئے۔ عام روایات ممانعت کے بارے میں آئی ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رح کا قول بھی یہی ہے۔

امام اعظم رح اور امام محمد رح کا مسلک جب امام محمد رح کی اپنی تصانیف میں بڑی صراحت اور وضاحت سے مرقوم و مسطور ہے تو ان کو چھوڑ کر دوسرے مکتب فکر کے عالم کی کتب سے استدلال کرنا درانحالیکہ وہ حوالہ اس کتاب میں مذکور و مسطور اور مرقوم و منقول بھی نہ ہو، انتہائی دیدہ دلیری انتہائی ناانصافی اور انتہائی کذب بیانی ہے فالی اللہ المشتکی۔

ثانیاً بالفرض اگر امام محمدؒ کا یہ قول کہ "وہ سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے" صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس سے فریق ثانی کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جہری اور سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام محمدؒ کی عبارت سے زیادہ سے زیادہ استحباب و استحسان ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی سرّی نمازوں میں تو اس سے غیر مقلدین کا دعویٰ جو کہ امام کے پیچھے سب نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا ہے کیسے ثابت ہوا۔ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت شرط ہے جو یہاں معدوم و مفقود ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک

امام دار الہجرت حضرت امام مالکؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے حق میں نہ تھے اور سرّی نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب و فرضیت کے قائل نہیں۔ چنانچہ موطا امام مالکؒ میں مرقوم ہے۔

قال یحیٰی سمعت مالکاً الامر عندنا ان یقرأ الرجل وراء الامام فیما لا یجہر فیہ الامام بالقرأۃ ویترک القرأۃ فیما یجہر فیہ الامام بالقرأۃ۔ موطا امام مالک ص ۲۹

(امام مالکؒ کے مشہور شاگرد) امام یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ آدمی (مقتدی) امام کے پیچھے سرّی نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

وقال الزہری ومالک وابن

امام زہریؒ، امام مالکؒ، حضرت

المبارك واحمد واسحق يقرأ فيما اسرّ فيه ولا يقرأ فيما جهر به
تحفة الاحوذي ص۲۵۷ ج۱-۲

عبداللہ بن مبارک امام احمد اور امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأت کرسکتا ہے۔ اور جن نمازوں میں امام بلند آواز سے پڑھتا ہے ان میں مقتدی کیلئے پڑھنے کی گنجائش نہیں۔

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلیؒ رقمطراز ہیں۔

وجملة ذلك ان القرأة غير واجبة على المأموم فيما جهر به الامام ولا فيما اسر نص عليه احمد في رواية الجماعة وبذلك قال الزهريؒ والثوري وابن عيينة ومالكؒ وابوحنيفةؒ واسحق۔
مغني ابن قدامة ص۶۰۹

حاصل کلام یہ کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں نہ جہری نمازوں میں اور نہ ہی سری میں۔ امام احمد بن حنبل نے یہ صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ علماء کرام کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے۔ امام زہریؒ۔ سفیان ثوریؒ۔ سفیان بن عیینہؒ۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام اسحٰق کا مسلک یہی ہے۔

مذکورہ تصریحات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہوا کہ امام مالکؒ کے نزدیک سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں۔ جہری نمازوں میں تو ان کے نزدیک پڑھنا منع ہے۔ سری نمازوں میں پڑھنے کی صرف اجازت ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک

امام شافعیؒ کے مسلک کو سمجھنے میں بڑے بڑے حضرات نے ٹھوکر کھائی ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے اور کسی نے کچھ۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسرے علماء کے اقوال پیش کرنے کے بجائے خود امام شافعیؒ کی اپنی کتاب "کتاب الام" سے ان کا مسلک نقل کردیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ "کتاب الام" امام شافعیؒ کی جدید تصانیف میں سے ہے یہ کتاب ان کتب جدیدہ میں سے ہے جو انہوں نے مصر میں تصنیف کیں۔ لہٰذا اگر ان کی کسی قدیم کتاب میں اس کے خلاف نظر آئے تو یہ قول جدید ان کے قول قدیم کے لئے ناسخ تصور ہوگا۔

امام شافعی اپنی کتاب "کتاب الام" میں رقمطراز ہیں۔

ونحنُ نقول كل صلوٰة صُلِّيَت خلف الامام والامام يقرأ قرأة لا يسمع فيها قرأ فيها۔

کتاب الام ص۱۵۳ ج۷

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأۃ کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (آہستہ پڑھتا ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

امام شافعیؒ کی اس عبارت سے یہ بات بالکل صاف اور بے غبار ہو جاتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں فرض ہونا تو درکنار جہری نمازوں میں مقتدی کا پڑھنا درست اور صحیح بھی نہیں۔ مقتدی صرف اُن نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے جن میں

امام کی قرأۃ سنی جاتی ہو یعنی سری نمازوں میں۔

اس لئے امام شافعیؒ نے قرأۃ لایسمع (ایسی قرأۃ جو سنی نہ جاسکتی ہو) کی قید لگا کر مقتدی کا کام اور وظیفہ منفرد فرمادیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی مذکورہ صاف صریح، واضح اور دانشگاف عبارت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ امام شافعی تمام نمازوں میں مقتدی کیلئے سورۃ فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں وہ حقائق سے آنکھیں بند کرکے اپنے مزعومہ خیالات اور موہومہ تصورات کی خارزار وادی میں بھٹک رہا ہے اسے آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر آخرت کی مسئولیت کے احساس کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ اس پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

امام احمدؒ بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبل بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل نہ تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبلؒ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں۔

بخلاف وجوبھا فی حال الجھر فانہ شاذٌ حتیٰ نقل احمد الاجماع علیٰ خلافہ۔
فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۷۶ ج ۲

یعنی سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے وجوب کے طور پر پڑھنا شاذ ہے حتیٰ کہ امام احمدؒ نے اس کے خلاف اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں۔

وجملۃ ذلک ان القرأۃ غیر واجبۃ

حاصل کلام یہ ہے کہ امام کے پیچھے

علی الماموم فیما جهر به الامام ولا فیما استر نص علیه احمد فی روایة
مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۸ ج ۱

سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ ہی سری میں علماء کی ایک جماعت نے امام احمد سے امام اصاحب کا یہی مسلک نقل کیا ہے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں۔

قال الزهری ومالک وابن المبارک واحمد واسحق یقرأ فیما اسر فیه ولا یقرأ فیما جهر به۔
تحفة الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱

امام زہری، امام مالک، حضرت ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأت کر سکتا ہے اور جہری میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔

مبارکپوری صاحب ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

وکذلک الامام مالک والامام احمد لم یکونوا قائلین بوجوب قرأة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات۔ تحفة الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱

اسی طرح (عبداللہ بن مبارک کی طرح) امام مالک اور امام احمد بھی امام کے پیچھے تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے وجوب کے قائل نہ تھے۔

ناظرین کرام دیکھئے ائمہ مجتہدین کے مسالک تفصیلاً با حوالہ بیان کئے جاچکے ہیں۔ غور فرمایئے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کی قرأت کی فرضیت یا وجوب کا قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے ہیں اور سری نمازوں

ہیں وجوب کے قائل نہیں - امام مالک بھی تمام نمازوں میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب نہیں سمجھتے - سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب کے قائل نہیں ۔ اور جہری میں پڑھنے سے منع فرماتے ہیں - امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مقتدی کے لئے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں - سری میں بھی صرف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں واجب نہیں کہتے - تو غیر مقلدین جو مقتدی کے لئے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کی تائید جیسے قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی ایسے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی انکی پشت پناہی نہیں کرتا ۔ کوئی ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا - ۔۔

محبوب سبحانی پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ

حضرت پیران پیر بھی مقتدی کے لئے قرأت کو درست نہیں سمجھتے تھے چنانچہ رقمطراز ہیں ۔

اِنْ کانَ ماموماً ینصت الی قرأۃ الامام ویفھمھا ۔

غنیۃ الطالبین ص۳

اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہو تو اسکو امام کی قرأت کے لئے خاموش رہنا چاہئے اور اس کو امام کی قرأت سننے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

حضرت شیخ کے ظاہری الفاظ تو اسی بات کے آئینہ دار و غماز ہیں کہ

مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں یہ ہے کہ وہ نہایت توجہ، التفات دھیان اور پورے انہماک سے امام کی قرأت سُنے اور خود خاموش وساکت رہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

حضرت شیخ الاسلام اپنے مشہور عالم فتاویٰ میں مسئلہ قرأت خلف الامام کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وایضا فالمقصود بالجہر استماع المامومین ولہذا یؤمّنون علی قرأۃ الامام فی الجہر دون السرّ۔ فاذا کانوا مشغولین عنہ بالقرأۃ فقد امر ان یقرأ علیٰ قوم لا یستمعون لقرأتہ وھو بمنزلۃ من یحدث من لا یستمع لحدیثہ ویخطب من لا یستمع لخطبتہ وھذا سفہٌ تنزہ عنہ الشریعۃ

اور نیز امام کے بلند آواز کے پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں اس لئے امام جہری نمازوں میں جب ولا الضالین پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی نہیں سنتے اس لئے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔ اگر امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننا نہیں چاہتے اور ایسی قوم کو وعظ کہو اور خطبہ دو جو سننے

ولهذا روی فی الحدیث
مثل الذی یتکلم والامام
یخطب کمثل الحمار یحمل
اسفارًا فهکذا اذا کان
یقرأ والامام یقرا علیه

فتاوی ابن تیمیہ ص ۲۷۳-۲۷۴ ج ۲

کیلئے آمادہ اور تیار نہیں۔ ایسی بات
کہنا ایسی کھلی حماقت اور سفاہت ہے
جس کا شریعت مطہرہ قطعاً حکم نہیں
دے سکتی کیونکہ شریعت مقدسہ
احمقانہ باتوں اور سفاہت آمیز
چیزوں کا حکم نہیں دیا کرتی وہ
اس سے ورا، الورا، ثم ورا، الورا، ہے
ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس
شخص کی مثال جو امام کے خطبہ دیتے وقت باتیں کررہا ہو کسی سے محو گفتگو
ہو ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسا ہی وہ
شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھتا ہو۔ یعنی جیسے گدھا کتابوں
سے مستفیض و مستفید نہیں ہو سکتا ایسے ہی وہ شخص جو جہری نمازوں میں
امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے امام کی قرأت سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔
ناظرین بالتمکین ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ امام ابن تیمیہ نے امام کے پیچھے جہری
نمازوں میں پڑھنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ ان کو کس چیز سے
تشبیہ دی گئی ہے۔ تشبیہ کی نزاکت ملاحظہ فرمایئے اور پھر امام کے پیچھے جہری
نمازوں میں قرأت کرنے والوں کے اصرار پر غور فرمایئے۔ کہ امام ابن تیمیہ رح
کے فتویٰ کی رو سے وہ کیسی احمقانہ حرکت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ناظرین کرام: قرآن کریم کی آیت کریمہ، ہیدرہ احادیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین فخام کی آراء و فتاویٰ، ائمہ مجتہدین کے مسالک، پیران پیر حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عبارات کے اقتباسات سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ امر واضح الم نشرح اور آشکارا ہو گیا کہ مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور واجب نہیں بلکہ ممنوع و محظور ہے۔ اور یہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ مانعین قراۃ خلف الامام صرف احناف ہی نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام ہیں اور جمہور فقہاء و محدثین ہیں۔ اور جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ صحیح، صریح اور مرفوع ہیں اور ان کے ۹۵ نیصد راوی ثقہ، ثبت، حافظ اور حجت ہونے کے علاوہ بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔

فریق ثانی اگر تعصب کی عینک اتار کر دامن دل کو غلو کی کثافتوں سے جھٹک کر اور آئینہ قلب کو تحزب کی کدورتوں سے صاف کر کے مذکورہ دلائل و براہین کا بغور مطالعہ کریگا تو امید ہے کہ وہ دنیا کے تمام حنفی حضرات کو کھلے اور انعامی چیلنج دینے سے باز آ جائیگا اور ان کی نمازوں کو باطل، بیکار اور کالعدم قرار دینے کی بیباکانہ جسارتوں سے رک جائے گا۔ فریق مخالف کے معتدل مزاج، انصاف پسند اور سلیم الطبع اشخاص سے امید ہے کہ وہ مذکورہ براہین کو بنظر عمیق پڑھکر اپنی پارٹی کے بے لگام اور متعصب مزاج اشخاص کو بدزبانی اور چیلنج بازی سے روک کر اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے میں ممد و معاون ہوں گے

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اہل زیغ کیلئے اس کو باعث ہدایت بنا دے اور ہمیں افراط و تفریط کے تعر ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرما دے

آمین

احقر بشیر احمد قادری مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

مسئلہ قرأۃِ خلف الامام پر بہترین کتابیں

مصنف	نام کتاب
شیخ محمد ہاشم سندھیؒ	تنقیح الکلام فی القرأۃ خلف الامام
مولانا احمد علی سہارنپوریؒ	دلیل القوی علی القرأۃ للمقتدی
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	توثیق الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام
" " " "	دلیل المحکم فی ترک القرارۃ للمؤتم
مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	ہدایۃ المعتدی فی قرأۃ المقتدی
مولانا احمد حسن فیض پوریؒ	دلیل المبین
مولانا عبدالعزیز صاحبؒ	اظہار الحق
علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ	فصل الخطاب فی مسئلہ اُم الکتاب فارسی
" " " "	خاتمۃ الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب عربی
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	فاتحۃ الکلام فی القرأۃ خلف الامام
مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر	احسن الکلام فی ترک قرأۃ خلف الامام
مولانا زاہد الراشدی	اطیب الکلام
مولانا بشیر احمد قادری	تحقیق مسئلہ قرأۃ خلف الامام
محدثِ کبیر مولانا عبدالقدیر صاحبؒ	تدقیق الکلام ۔ حصہ اوّل ، حصہ دوم

ملنے کا پتہ : مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ ۔ گوجرانوالہ

تحقیق مسئلہ آمین

جعفر

تالیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸، گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد

یہ عاجز تمام اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ پاک و ہند میں قریباً تیرہ سو سال سے اسلام پھیلا یہاں اہلِ سنّت وجماعت حنفی مقلدین اسلام، قرآن، احادیث اور فقہ لے کر آئے یہاں کے لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ بیشمار مدارس بنائے جن میں کتاب وسنّت اور فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہزاروں مساجد تعمیر کیں جن میں مسلکِ حنفی کے موافق نمازیں ادا کی جاتیں چنانچہ نواب صدیق حسن خاں سرگروہ غیر مقلدین لکھتے ہیں:

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، مفتی، قاضی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہانتک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلویؒ والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ از نواب صدیق حسن خان ص۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے قبل تمام عالم، مفتی، قاضی، حاکم بادشاہ حنفی المذہب تھے ایک عالم یا ایک حاکم یا ایک بادشاہ بھی غیر مقلد نہ تھا۔ انگریز کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے تحت جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی گئی تو وہ مساجد جو بارہ سو سال سے عبادت گاہ تھیں ذکر و تلاوت سے آباد تھیں اب میدانِ جنگ بن گئیں۔ مساجد میں دن کو آمین بالجہر اور رفع یدین پر قتل و غارت ہوتا، رات کو مقلدین کی مساجد میں یہ لوگ غلاظت، نجاست، گند بدبودار گوشت پھینک جاتے کئی مسجدوں میں تالے لگے۔ کتنے مقدمے کھڑے ہوئے اور ہزاروں لاکھوں روپے برباد ہوئے۔ بارہ سو سال سے اسلامی اخلاق و تعلیمات کے سامنے غیر مسلم آنکھیں اونچی نہیں کر سکے تھے۔ اب کافر ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے اور مسلمان شرم سے سر اوپر نہ اٹھاتے تھے۔

یہ مسئلہ آمین بالجہر بھی اُن مسائل میں سے ہے جس کو ہزاروں مسلمانوں کے خون سے سینچا گیا۔ لاکھوں روپے مقدمات کے ذریعہ اس کی بھینٹ چڑھائے اور سینکڑوں

کتابوں کی سیاہی سے اس کی سیرابی کا سامان مہیا کیا گیا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کس کی طرف سے ہوا جب کہ اس سے قبل بارہ سو سال تک پاک و ہند کی ایک مسجد کا نام نہیں لیا جا سکتا جو کسی غیر مقلد نے بنائی ہو اور وہاں آمین بآوازِ بلند کہی جاتی ہو اور آج بیسیوں رسائل اور سینکڑوں مضامین اس کی حمایت میں لکھے جا رہے ہیں۔ انگریز کے منحوس عہد سے پہلے کا ایک رسالہ بھی پورے پاک و ہند کی تاریخ میں نہیں ملتا جو اس مسئلے پر ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس خانہ جنگی کی ساری ذمہ داری غیر مقلدوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو شعوری یا غیر شعوری طور پر ا کی مقصد برآری کا ذریعہ بنے۔

غیر مقلدوں کی سب سے بڑی کمزوری

اگرچہ کئی فرقِ باطلہ سے بحث و گفتگو کا موقعہ ملا۔ بحث و گفتگو میں بنیادی اس دعویٰ کا ہوتا ہے جس کا اثبات یا ابطال مقصود ہو۔ جب تک اُس دعویٰ کی وضاحت نہ کی جائے دلائل و شواہد کی چھان پھٹک بے فائدہ ہوتی ہے غیر مقلدوں کا یہ حال ہے کہ دعوے پر دعویٰ کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن اصل مسئلہ پوری وضاحت سے کبھی بیان نہ کریں گے۔

مسئلہ آمین جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ وہ مسئلہ ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے ہنگامہ کارزار برپا ہے۔ قتل و غارت۔ مقدمات۔ مساجد کے تقدس کی پامالی۔ اور بارہ صدیوں کے مسلمانوں کو یہودی۔ منکرین سنت کہہ کر نفاق و شقاق کی خلیجوں کو وسیع سے وسیع تر کیا جا رہا ہے۔

اس پر انگریزی دور میں پچاسوں رسائل لکھے گئے لیکن کسی ایک رسالہ میں بھی

مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں۔ آخر یہ تقیہ بازی کیوں؟
اس لئے ضروری ہے کہ بحث و نظر سے قبل نقطۂ اختلاف کا تعین کر لیا جائے۔

مسلک اہل سنت و جماعت

اذکار و ادعیہ میں اصل اخفاء ہے۔ اس لئے نماز میں تمام اذکار۔ اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے کی وجہ سے مورد ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح دعا ہے اس لئے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔

غیر مقلدین کا مسلک

۱۔ غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۲۔ اگر فرض با جماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے ثناء۔ تسبیحات رکوع۔ سجود۔ تشہد۔ درود۔ آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھلاتے۔ کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

بابُ اوّل

پہلے ہم مسلک اہل سنّت وجماعت احناف کے مسلک کو مدلّل کرتے ہیں

فصل اوّل:۔ آمین کا تلفظ اور معنیٰ

آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں۔ اے اللہ قبول فرما چنانچہ اس کی تفصیل آرہی ہے۔ (انشاء اللہ العزیز)
اس کا تلفظ الف کی مَد کے ساتھ ہے آمین جیسا کہ حدیث میں ہے مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ

فصل دوم

جہر کے معنیٰ بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنیٰ چھپانے کے ہیں۔

۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں تکلّم ہو لیکن زبان اور ہونٹ تحریک نہ ہوں۔

۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی تحریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔

۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھُسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سُن لے۔

۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سُن سکیں۔ ایک دو صفوں تک آواز جائے۔

۱۔ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قراۃ میں ہوتا ہے۔ لا تجھر بصلوٰتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذالک سبیلا۔ یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی نہ سن سکیں تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار یا پانچ صفوں تک آواز پہنچ جائے۔

۶۔ جہر کا درجہ اعلیٰ یہ ہے کہ خوب کڑک کڑک کر الفاظ ادا کیے جائیں۔

فصل سوم :۔ آمین دعا ہے۔

۱۔ لغت کی رو سے آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے اور معانی لغویہ کے لئے اہل لغت کا بیان ہی دلیل ہوتا ہے اگرچہ اور کوئی دلیل نہ ہو۔

۲۔ قرآن پاک سے :۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قد اجیبت دعوتکما میں نے تم دونوں کی دعا قبول کر لی۔ حالانکہ تفسیر الدر المنثور میں حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عکرمہ۔ حضرت ابو صالح۔ حضرت ابو العالیہ۔ حضرت ربیع حضرت زید بن اسلم نے بیان کیا کہ دعا صرف حضرت موسیٰؑ نے فرمائی تھی۔ حضرت ہارونؑ نے موسیٰؑ کی دعا پر صرف آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا گو فرمایا (ص $\frac{۳۱۵}{۳}$) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آمین بھی دعا ہے۔

۳۔ حدیث پاک سے :۔ صحیح بخاری شریف صفحہ ۱۰۷ پر ہے قال عطا آمین دعاء اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اعطانی التامین ولم یعطہ احد!

عن النھیین قبلی الا ان یکون اللہ قد اعطاہ ھارون بیلد موسیٰ و ھارون یؤمن۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے آمین عطا فرمائی ہے اور مجھ سے پہلے حضرت ہارونؑ کے سوا کسی نبی کو نہیں ملی حضرت موسیٰؑ دعا فرماتے تھے اور حضرت ہارونؑ آمین کہتے تھے۔

۴۔ تفاسیر سے :۔ جلالین۔معالم التنزیل۔مدارک التنزیل۔مظہری وغیرہ تفاسیر میں بھی آمین کو دعا کہا گیا ہے۔کیونکہ حضرت موسیٰؑ دعا فرماتے تھے۔ اور حضرت ہارونؑ آمین کہتے تھے۔

پس دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہوگیا کہ آمین دعا اور ذکرِ الٰہی ہے۔

فائدہ :۔ قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا۔کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دعا مانگ رہے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام بالکل خاموش مگر متوجہ رہے۔جب موسیٰ علیہ السلام نے دعا ختم فرمائی تو آپ نے آمین فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو دعا کرنے والا فرمایا۔اسی طرح جب اہل سنت وجماعت امام سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے۔ تو مقتدی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح خاموش اور متوجہ رہتے ہیں۔جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہہ دیتے ہیں۔ تو وہ فاتحہ دونوں کی طرف سے شمار ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ ان قراۃ الامام لہ قراۃ کہ امام کی قراۃ مقتدی کے لئے بھی ہوتی ہے۔ تو اب غیر مقلدوں کا یہ شور کہ حنفی مقتدی کی نماز بلا فاتحہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ اور رسولِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بغاوت ہے۔

فصل چہارم

اس بات کا ثبوت کہ دعا اور ذکر میں اصل آہستہ کہنا ہے۔ استدلال میں سب سے اوّل نمبر قرآنِ پاک کا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ احادیث جو قرآن پاک کے موافق ہوں پھر خلفائے راشدین کا تعامل۔

دلیل اوّل

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ دعا کرو اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور خفیہ (آہستہ) بیشک اللہ تعالےٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ الاعتداء الجہر حد سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے دعا کرے یعنی آہستہ آواز سے دعا کرنے والا خدا کا محبوب ہے اور بلند آواز سے دعا کرنے والے کو خدا محبوب نہیں رکھتا۔

دلیل دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی آیا اور عرض کی۔ کہ حضرت ہمارا خدا ہم سے دُور ہے کہ میں بلند آواز سے خدا کو پکاروں یا نزدیک ہے کہ آہستہ دعا کروں۔ تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دو کہ بے شک میں قریب ہوں (تفاسیر مدارک وغیرہ)

...سے معلوم ہُوا کہ خدا تعالےٰ قریب ہے اُن سے آہستہ دُعا کرنی چاہیئے۔

تیسری دلیل

اللہ تعالےٰ سورۃ مریم کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السّلام پر اپنی رحمت نازل فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُن پر خصوصی رحمت اس لئے نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب سے آہستہ دُعا کی۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۔

اس آیت سے بھی معلوم ہُوا کہ آہستہ دُعا کرنے والے پر خدا تعالےٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ۔
اپنے رب کو اپنے دِل ہی دِل میں یاد کرو۔ (اعراف ۲۴)

پانچویں دلیل

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم غزوۂ خیبر ۷ھ کے لئے نکلے تو لوگ ایک میدان میں پہنچے وہاں انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو بے شک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں

پکار رہے تم تو اُس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری ص۶۰۵ ج۲ مسلم ص۳۴۶ ج۲)

چھٹی دلیل

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی۔ یعنی بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو ضروریات میں کفایت کرے۔ (مسند احمد ص۱۷۲ ج۱ موارد الظمان تلخیص صحیح ابن حبان سنہ: صحیح والجامع الصغیر ص۸ ج۲ السراج المنیر ص۲۶۲ ج۲)

ساتویں دلیل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت دیتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ بے شک اُس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا ستر گنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ جب قیامت کا دن ہو گا اور اللہ تعالٰے مخلوق کو اُن کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور اعمال کے لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالٰے اُن فرشتوں سے کہے گا آیا اِس شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی ان چیز در میں

ہے جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار
کر لیا اور لکھ لیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے
کہ تیرے لئے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے تو اُس کو نہیں جانتا۔
اور میں اُس کا بدلہ تجھے دُوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔ اخرجه ابویعلیٰ
قال الهیثمی فیه معاویه بن یحییٰ الصدفی وهو ضعیف
مجمع الزوائد صہ ۸۱ ج ۱۰)

آٹھویں دلیل

قال الحسن بن علی بین دعوة السر والعلانیة سبعون
ضعفا ولقد کان المسلمون یجتهدون فی
الدعاء وما یسمع لهم صوت ان کان
همسا بینهم وبین ربهم (معالم التنزیل)

ترجمہ:۔ حضرت امام حسین بن علیؓ نے فرمایا کہ دعا پوشیدہ اور دعا ظاہر
کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے اور تحقیق مسلمان دعا میں کوشش
کرتے تھے۔ یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ اُن کی آواز سُنی تک نہ جاتی تھی بس
اُن کی دُعا اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔

معلوم ہُوا کہ سب صحابہ اور تابعین دعا میں نہایت اخفار کرتے تھے۔
اب کتاب وسنت سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آہستہ دعا
کرو۔ وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔ خدا کی رحمت آہستہ دعا

پکار رہے تم تو اُس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری ص۶۰۵ ج۲ مسلم ص۳۴۶ ج۲)

چھٹی دلیل

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی۔ یعنی بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو ضروریات میں کفایت کرے۔ (مسند احمد ص۱۷۲ ج۱ موارد الظمآن تلخیص صحیح ابن حبان سند صحیح (الجامع الصغیر ص۸ ج۲ السراج المنیر ص۲۶۲ ج۲)

ساتویں دلیل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت دیتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ بے شک اُس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا ستر گنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالےٰ مخلوق کو اُن کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور اعمال کے لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ اُن فرشتوں سے کہے گا آیا اِس شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی ان چیز در ہم

ہے جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار کر لیا اور لکھ لیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے کہ تیرے لئے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے تو اس کو نہیں جانتا۔ اور میں اس کا بدلہ تجھے دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔ اخرجہ ابو یعلیٰ قال الھیثمی فیہ معاویہ بن یحییٰ الصدفی وھو ضعیف مجمع الزوائد صفحہ ۸۱ ج ۱۰)

آٹھویں دلیل

قال الحسن بن علی بین دعوۃ السر والعلانیۃ سبعون ضعفا ولقد کان المسلمون یجتھدون فی الدعاء وما یسمع لھم صوت ان کان ھمسا بینھم وبین ربھم (معالم التنزیل)

ترجمہ:۔ حضرت امام حسین بن علیؓ نے فرمایا کہ دعا پوشیدہ اور دعا ظاہر کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے اور تحقیق مسلمان دعا میں کوشش کرتے تھے۔ یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ ان کی آواز سنی تک نہ جاتی تھی بس ان کی دعا اپنے اور خدا تعالےٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔

معلوم ہوا کہ سب صحابہ اور تابعین دعا میں نہایت اخفا کرتے تھے۔ اب کتاب وسنت سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالےٰ کا حکم یہی ہے کہ آہستہ دعا کرو وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔ خدا کی رحمت آہستہ دعا

دانے پر نازل ہوتی ہے جہر کرنے والے پر یہ شبہ ہے کہ شاید وہ خدا کو بہرہ اور غائب جانتا ہے۔ اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زائد ہے۔ اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت سے دور بھی رہے۔ اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا بھی مستحق ہو جائے۔ تو آپ کس کو پسند کریں گے۔؟

خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے)

نتیجہ:۔ آمین میں اصل اخفا ہے۔ وھو المطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے مقدمہ کو توڑیں قرآن حدیث اور لغت سے ثابت کر دیں کہ آمین دعا نہیں ہے یا دلیل کے دوسرے مقدمے کو توڑیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت کر دیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ جہر ہے۔ ورنہ دلیل کے دونوں مقدموں کو تسلیم کر لینے کے بعد ان کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت ہجے تو درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔ جیسے چ،ا،قُو کہے ہجے درست کرے۔

پیا - قُو - اور تلفظ کرے بندوق - یا ہجے کرے مکّہ کے اور تلفظ کرے قادیان کا -

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع بھی اس دلیل کے سامنے جُھک گئے ہیں - شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل زبردست ہے -

---

فائدہ

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہوگیا - اسی لئے سب اہل سنّت وجماعت ثنا - تعوذ - تسمیہ - تکبیرات انتقالات - تسبیحاتِ رکوع و سجود - تشہد - درود شریف - دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں -

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا ، اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالےٰ تو دِل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں - ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے - اور انسان دِل کی آواز کو سُن نہیں سکتا اِس لئے انسانوں کو سُنانے کے لئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے -

دامنے پر نازل ہوتی جہر کرنے والے پر یہ شبہ ہے کہ شاید وہ خدا کو بہرہ اور غائب جانتا ہے۔ اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زائد ہے۔ اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت سے دور بھی رہے۔ اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا بھی مستحق ہو جائے۔ تو آپ کس کو پسند کریں گے۔؟

خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے)

نتیجہ:۔ آمین میں اصل اخفاء ہے۔ وھو المطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے مقدمہ کو توڑیں قرآن حدیث اور لغت سے ثابت کر دیں کہ آمین دعا نہیں ہے یا دلیل کے دوسرے مقدمے کو توڑیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت کر دیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ جہر ہے۔ ورنہ دلیل کے دونوں مقدموں کو تسلیم کر لینے کے بعد اِن کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت ہجے تو درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔ جیسے چا تُو کہے ہجے درست کرے۔

پیا - قُو - اور تلفظ کرے بندوق - یا ہجے کرے مکّہ کے اور تلفظ کرے قادیان کا -

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع بھی اس دلیل کے سامنے جھک گئے ہیں - شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل زبردست ہے -

---

فائدہ

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہوگیا - اسی لئے سب اہل سنت وجماعت ثنا - تعوذ - تسمیہ - تکبیرات انتقالات - تسبیحاتِ رکوع و سجود - تشہد - درود شریف - دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں -

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا ، اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالےٰ تو دِل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں - ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے - اور انسان دِل کی آواز کو سُن نہیں سکتا اِس لئے انسانوں کو سُنانے کے لیئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے -

س میں انسانوں کو بلانا۔ ۲۔ اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔ امام تکبیراتِ انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتے ہیں۔ کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے۔ لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

باب دوم

مسلمان کے لئے سب سے مقدم قرآن پاک ہے۔ جب اُس سے آ
کا آہستہ کہنا ثابت ہوگیا تو اب احادیث کے بیان کرنے کی ضرورت نہ
تھی لیکن مزید اطمینان اور قرآن پاک کے اس اصل کی مزید تائید کے لئے
چند احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اول

عن ابی ھریرۃؓ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال۔ اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین
فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ماتقدم من
ذنبہ (صحیح بخاری $\frac{108}{1}$) نسائی $\frac{93}{130}$ ابوداؤد $\frac{93}{130}$)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین
کہو (اُس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے
موافق ہوگئی اُس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہے۔

اہلِ سُنّت وجماعت کو بشارت

ہم اہل سنت والجماعت خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور وصف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام سے فاتحہ ختم ہوتی ہے آمین کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم اہل سنّت احناف بھی۔

غیر مقلدوں کی نامرادی

غیر مقلدین جس طرح سابقہ آیاتِ قرآنیہ کے باغی ہیں اسی طرح انہوں نے آمین کہنے میں بھی فرشتوں کی مخالفت کی ہے۔ ۱۔ یہ فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ ۲۔ ان کی آمین کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں ظاہر ہے اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام ولا الضالین کہے اور کب ہم آمین کہیں تو پھر تو فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غیر مقلدین جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان

۔آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورت
کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورت پر کہنا تھا تو وہ لوگ یحرفون
الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہو گئے۔ اگر وہ مقتدی
اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک تو فرشتوں کی
مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے دوسری طرف آمین
کا بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان
کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو آمین پکارتا ہو
الغرض وصف انخفار میں تو غیر مقلدوں کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں
کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے
مخالف ہیں۔ گویا پوری نامرادی غیر مقلدوں کے حصہ میں آئی ہے۔

حدیث چہارم

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم
ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ فاذا کبر
ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک قال واذا قال
سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم (مسلم ص ۱۷۶ ج ۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا اور فرمایا صفیں سیدھی کر لو پھر تم میں سے ایک امام بن جائے پھر جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو پھر جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تم آمین کہو خدا تم سے محبت کرے گا۔ پھر جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے۔ تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو امام رکوع میں بھی پہلے جاتا ہے اور اٹھتا بھی مقتدی سے پہلے ہے۔ اور جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے۔ تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔

اِستدلال

اس حدیث میں۔ تکبیر۔ رکوع وغیرہ میں تو امام اور مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ دونوں ادا کریں اور فاتحہ اور آمین۔ تسمیع اور تحمید میں تقسیم کر دی ہے۔ روایت کے آخری حصہ کا مطلب غیر مقلدین بھی یہی لیتے ہیں۔ کہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ آہستہ کہنی چاہیئے اسی طرح آمین بھی آہستہ ہونی چاہیئے۔

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ قولوا آمین کا معنی ہے آمین بلند آواز سے کہو۔ حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملا لیا ہے۔ گویا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دے رہے ہیں۔ کہ حضرت آپ کا یہ فرمان کافی نہیں ساتھ بلند آواز کا لفظ بھی چاہیئے تھا۔

غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا احادیث کے ان جملوں کا ترجمہ یہی ہے۔ قولوا ربنا لك الحمد۔ ربنا لك الحمد بلند آواز سے کہو۔ قولوا التحیات للہ۔ التحیات بلند آواز سے کہو۔ قولوا اللھم صل علی محمد۔ اللھم صل علی محمد بلند آواز سے کہو۔ یہاں غیر مقلد بھی بلند آواز کا لفظ شامل نہیں کرتے۔ تو قولوا آمین میں کیوں شامل کرتے ہو۔ افسوس کہ غیر مقلدین ایک ضدی فرقہ ہے جو ضد میں آکر قرآن کا بھی انکار کر جاتا ہے احادیث کے ترجمے بھی غلط کرتا ہے۔

حدیث پنجم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

رواہ احمد والنسائی والدارمی واسنادہ صحیح (آثار السنن ص۹۱ ج۱) ورواہ ابن حبان فی صحیحہ (ص۱۹۲ ج۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے۔ تم بھی آمین کہو بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی۔ آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی اُس کے سبب پچھلے گناہ۔ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

استدلال

اس حدیث سے اہلِ سنت نے کئی طرح استدلال کیا ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولاالضآلین سن کر آمین کہے۔ مقتدی کی آمین کو ولاالضآلین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے۔ کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سُن نہیں سکتے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اِن الامام یقول آمین"۔ یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین کی طرح امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر مقتدی خود سُن سکتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذاللہ۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک غیر مقلد کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا امن الامام فامنوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اُس کی آمین سُن کر تم بھی آمین کہو یہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے

تو حدیث میں ہے اذا کبّر فکبّروا جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو تو ظاہر ہے۔ کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔

میں نے کہا اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے۔ تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں۔ مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لئے "امنوا" تو "کبّروا" کی طرح ہوا۔ کہ جیسے مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے ایسے ہی آمین آہستہ۔ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہہ تو بالکل جائز ہے۔ لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام۔ مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہیئے۔ تو اب اِذا امّن کا معنی ہوگا۔ اذا اراد الامام التامین جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔ اور ارادہ دِل کی بات ہے۔ پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

یا اذا امن الامام فامنوا کے معنی ہوں گے اذا بلغ الی موضع استدعی التامین فامنوا یعنی جب امام اس جگہ پر پہنچ جائے۔ جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہا کرو اور یہ معنی دوسری حدیث اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین۔ کے ہیں اور یہی معنی بعض علماء امت نے لئے ہیں۔

حدیث ششم

عن علقمہ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم

ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ

رواہ احمد وابو داود الطیالسی وابو یعلیٰ والدارقطنی والحاکم وقال صحیح الاسناد

ولم یخرجاہ (زیلعی ج۱ ص۱۹۰) واللفظ للدارقطنی

حضرت علقمہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس جب آپ نے ولا الضالین پڑھا تو آمین کے وقت اپنی آواز کو خوب پوشیدہ کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث ہفتم

عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قراء ولا الضالین قال آمین

وخفض بہا صوتہ (ابن ابی شیبہ)

حضرت حجر بن عنبس حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کر لیا۔

حدیث ہشتم

عن الحسن انّ سمرة بن جندب وعمران بن حصين رضى الله عنهما تذكرا فحدث سمرة بن جندب رضى الله عنه انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتتين اذا كبّر وسكتة اذا فرغ من قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سمرة وانكر عليه عمران بن حصين فكتبا فى ذالك الى ابى بن كعب رضى الله عنه فكان فى كتابه اليهما ان سمرة قد حفظ۔ رواہ ابوداؤد ص۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

ترجمہ:۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سکتے فرماتے تھے ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کے بعد حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھیں چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہؓ نے خوب یاد رکھا ہے۔

حدیث نہم

عن الحسن عن سمرة بن جندبؓ انه كان اذا صلى بهم سكت سكتتين اذا افتتح الصلوة واذا قال ولا الضالين سكت ايضا هنيةً فانكروا ذالك عليه فكتب الى ابى بن كعب فكتب اليهم ابى ان الامر كما صنع سمرة ۔ رواه احمد والدارقطنى واسناده صحيح (آثار السنن ص ۹۶ ج ۱)

حضرت حسن حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب بھی نماز پڑھاتے تو دو سکتے کرتے ایک نماز شروع کرتے ہی دوسرا ولا الضالین کے بعد پس لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ پس انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو اس کے متعلق لکھا تو حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب میں لکھا کہ بے شک حکم یہی ہے۔ جیسا حضرت سمرۃؓ نے کیا ہے۔

حدیث دہم

عن عبد الله بن مسعودؓ انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر سكت هنيةً واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين سكت هنيةً واذا قام فى الركعة الثانية لم يسكت وقال الحمد لله رب العالمين

(ابو بکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے۔ تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تھے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

استدلال

ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دو سکتے فرماتے تھے۔ ایک پہلی تکبیر کے بعد یعنی ثنا کے لئے دوسرا سکتہ ولا الضالین کے بعد اور آپ احادیث میں بار بار پڑھ چکے ہیں کہ ولا الضالین کے بعد آمین ہوتی ہے۔ اور اس حدیث میں سکتہ کا لفظ ہے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح حضور ثنا آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح آمین بھی آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ نیز۔ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ولا الضالین کے بعد سکتہ آمین کہنے کے لئے تھا۔ یا کسی اور چیز کے لئے اگر آمین کے لئے تھا۔ تو مدعی ثابت ہوگیا کہ آمین آہستہ کہنی مسنون ہے۔ اور اگر یہ سکتہ ۔۔ اور چیز کے لئے تھا۔ تو وہ بعد آمین ہوا بعد ولا الضالین نہ ہوا۔

یہ حدیث کے الفاظ ہیں -اذا فرغ من قراءۃ ولا الضالین
اس واسطے اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ یہ سکتہ آمین
کہنے کے لیئے تھا۔

ان احادیث میں حفظ کا لفظ ہے۔ یعنی جس طرح حافظ قرآن کو خوب یاد رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ حضرت سمرہؓ کو خوب یاد تھا اور حضرت ابی نے اس کو امر یعنی حکم فرمایا ہے۔ گویا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم بھی یہی ہے۔ اور غیر مقلّد تو کان۔ اذا سے دوام مراد لیا کرتے ہیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے سے دوسرے سکتے کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور سنّت کی مخالفت لازم آتی ہے۔

خلفائے راشدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اختلاف کا ذکر فرماتے ہوئے اختلاف سے بچنے کا زریں اصول بیان فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین تم میرے طریقے اور میرے خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑو گویا احادیث میں اختلاف کے وقت وہ احادیث راجح اور معمول بہا قرار دی جائیں گی۔ جن کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہوگا۔

عن ابی وائل قال کان علیؓ وعبد اللہ لا یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین۔ رواہ طبرانی

(ق) ثنیہ وفیہ ابوسعد البقال وھو ثقۃ مدلس (مجمع الزوائد ص۱۸۵ ج۱)

ابووائل سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے نہ تعوذ اور نہ آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین۔

رواہ ابن جریر الطبری فی تہذیب الآثار (الجوہر النقی ص۱۳۰ ج۱)

ابووائل سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ نہ آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔

روی ابو معمر عن عمرؓ بن الخطاب انہ قال یخفی الامام اربعًا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد (عینی شرح ہدایہ)

ابومعمر سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔ امام چار چیزیں آہستہ آواز سے پڑھے۔ تعوذ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آمین۔ ربنا لک الحمد۔

ایک حقیقت

خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ کا بھی بلند آواز سے آمین

کہنا ثابت نہیں اور نہ ہی ان چاروں خلفاء کے مقتدیوں کا کبھی بھی آمین بلند آواز سے کہنا ثابت ہے۔ بلکہ خلافتِ راشدہ میں کسی ایک شخص کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں اگر کسی غیر مقلد میں کوئی دم خم ہے تو خلفاء راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ سے یا پورے دورِ خلافت راشدہ میں ایک ہی مسجد یا ایک ہی شخص کی نشان دہی کریں۔ کہ وہ آمین بالجہر کا قائل تھا۔ اور بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذاللہ یہودی اور بے دین خیال کرتا تھا۔ دیدہ باید۔

من ابراهيم قال خمس يخفيهن الامام سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم آمين واللهم ربنا لك الحمد۔

(رواہ عبدالرزاق واسنادہٗ صحیح آثار السنن ص ۹۹/۱ج)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔ کہ امام پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھے۔ سبحانک اللھم۔ اعوذ باللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آمین۔ ربنالک الحمد۔

حضرت علامہ ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپ دارالعلم کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دارالعلم تھا۔ ہزاروں محدثینؒ اور فقہاء کا مسکن تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہدِ صحابہ میں ہی پیدا ہوئے اور عہدِ صحابہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی جلالتِ علم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں آپ فتویٰ دیتے تھے۔

دورِ صحابہ میں ہی حضرت علامہ نخعیؒ نے آمین کے آہستہ کہنے کا فتویٰ دیا۔ لیکن کسی ایک صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ کہ یہ فتویٰ خلافِ سنت ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان۔ مال۔ عزت۔ آبرو سب کچھ اتباعِ سنت کے لئے نچھاور کرنے کے لئے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن آہستہ آمین کے فتویٰ کے خلاف نہ کسی صحابی کی آواز اٹھتی ہے۔ نہ تابعی کی اور نہ تبع تابعی کی۔ نہ کوئی تقریر آہستہ آمین کے خلاف ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے۔ نہ تو کسی مسجد میں لڑائی جھگڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ نہ ہی بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی۔ مخالفِ سنت کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ حضرت وائل بن حجر رضؓ صحابی جن کی روایات کو آمین بالجہر کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اُس وقت کوفہ میں موجود ہیں۔ لیکن اِس فتویٰ کے خلاف کوئی حدیث نہیں پڑھتے۔ نہایت پُرسکون ماحول ہے۔ یہاں پاک و ہند میں بھی انگریز کے دور سے پہلے ایسا ہی پُرسکون ماحول تھا۔ نہ کوئی رسالہ آمین بالجہر پر لکھا گیا نہ ان بارہ صدیوں میں کوئی ایسی تقریر ہوئی۔ جس میں بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو یہودی۔ منکرین نبوت و رسالت کہا گیا ہو نہ کسی مسجد میں ایسا جھگڑا ہوا۔ لیکن

جونہی انگریز کے منحوس قدم اس زمین پر آئے۔ بس اُس سفید آقا کے اشاروں پر یہاں کے مسلمانوں کو لڑانا بعض لوگوں نے سب سے بڑا دینی فریضہ سمجھ لیا۔ اور کوئی جلسہ، کوئی تقریر ان خرافات سے خالی نہ رہی۔ سینکڑوں رسالے لکھے گئے۔ ہزاروں تقریریں ہوئیں۔ اور ملی اتفاق و اتحاد کو اس آگ میں جھونک دیا گیا۔ جو آج تک بجھنے کا نام نہیں لیتی۔ الحاصل یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ نمازوں میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں اُن کا یہ مسئلہ قرآن پاک کے ساتھ موافقت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مطابقت، ملائکۂ ارض وسما کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں خلفائے راشدین کی متابعت ہے اور خیر القرون صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے تعامل کی حمایت اُن کو حاصل ہے۔ اُن کو آج ایک ایک زبان سے سَو سَو گالیاں دینا کہ مقلد ہے۔ جاہل ہے۔ اندھا ہے۔ اس کے گلے میں پھندا ہے یہ دل و دماغ کا گندا ہے۔ یہ بدعتی ہے۔ مشرک ہے بے دین ہے۔ جیسا کہ اکثر نئے مجتہدین نے اپنی تحریر و تقریر میں یہ طرز تخاطب اختیار کر رکھا ہے۔ ایسا ننگ انسانیت طرز تخاطب وہی شخص اختیار کیا کرتا ہے۔ جو استدلال سے تہی دامن ہو اور اس تہی دامنی کا اس کو احساس بھی ہو۔

بابِ سوم

اس باب میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ غیر مقلدین کی زنبیل میں کیا ہے۔ وہ اپنے رسالوں میں کیا لکھتے ہیں۔ اور کس برتے پر وہ مناظروں کے چیلنج دے دے کر سکون سے بسنے والے مسلمانوں کی نیند حرام کرتے ہیں اور ہر مسجد اور ہر گھر کو میدانِ جنگ بنا دیتے ہیں۔

ا۔ اس بارے میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ ان کا ہر مجتہد ہر مصنف اور ہر مناظر اپنے مسئلہ کے تقریباً اسی فیصد پہلو کو ایسا چھپاتا اور تقیے کے صندوق میں ایسا بند کرتا ہے کہ کسی کو خواب میں بھی پتہ نہ چلے وہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں۔ تمام فرائض سنن اور نوافل میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں ان تمام جگہوں میں آہستہ آمین کہنے کے ان کے پاس کیا دلائل ہیں اس پر آج تک انہوں نے نہ کوئی رسالہ لکھا نہ کوئی مناظرہ کیا نہ کوئی دلیل بیان کی بلکہ جتنے رسائل اور مضامین مسئلہ آمین پر ان لوگوں نے آج تک لکھے ہیں۔ اُن میں کبھی بھول کر بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ ہم بھی اکثر جگہ آمین آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۲۔ اس بارے میں دوسری بنیادی بات یہ تھی کہ نماز کے تمام اذکار

اور دعائیں یہ لوگ بھی آہستہ آواز میں پڑھتے ہیں صرف آمین کو ہی ان لوگوں نے تمام تسبیحات اور دعاؤں سے کیوں مخصوص کرلیاہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے۔ کہ مقتدی سوائے آمین کے باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھیں اس بنیادی بات کو بھی ان لوگوں نے بالکل ہی نظر انداز کر رکھا ہے۔

۳۔ مسئلہ کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ جو شخص باجماعت نماز ادا کرے وہ صرف چھ رکعات میں آمین بلند آواز سے کہے۔ اور بقیہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہے۔ یہاں بھی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنے کے ثبوت کو شاید اس لئے نظر انداز کر جاتے ہیں کہ گیارہویں سے خاص نفرت ہے۔ نو دو گیارہ کا عملی ثبوت فراہم کردیں۔ لیکن صرف چھ رکعتوں میں تخصیص کا تو کوئی ثبوت ہوتا۔ اس تخصیص کے لئے کوئی صریح آیت یا صریح حدیث انہوں نے کبھی ذکر نہیں کی۔ اور نہ قیامت تک دکھا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہمارا مسئلہ چونکہ ایک پہلو ہی رکھتا ہے (یعنی ہر نماز میں آمین آہستہ کہنی چاہیئے) اس لئے ہمارے سابقہ دلائل کافی شافی اور وافی ہیں۔ اس کے برعکس چونکہ غیر مقلدوں کا مسلک چار پہلو رکھتا ہے اس لیئے ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔ اور میں یہاں ایک اپنی گفتگو درج کرتا ہوں۔

پہلا حصہ

نماز کے تمام اذکار اور دعائیں تم لوگ آہستہ ادا کرنے،
صرف آمین بلند آواز سے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟

۱۔ کیا قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی ہے۔ جس میں یہ تخصیص ہو کہ نماز کے تمام اذکار آہستہ ادا کرو اور صرف آمین بلند آواز سے کہو۔ ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن پاک میں کوئی صریح ایک آیت نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح دنیا کے کتب خانوں میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت اور وضاحت ہو کہ نماز کے باقی تمام اذکار آہستہ ادا کرو۔ مگر آمین بلند آواز سے کہا کرو۔

دوسرا پہلو

کہ جب نمازی اکیلا نماز ادا کرے تو خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ یا سنت۔ اُس کی ہر رکعت میں آمین آہستہ آواز سے کہے۔

اس بارے میں اِن لوگوں نے منفرد یعنی اکیلے نمازی کی جو تخصیص کی ہے۔ یہ نہ کسی آیت قرآنی سے صراحتہً ثابت ہے۔ نہ کسی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم سے صراحتہً ثابت ہے۔ غیر مقلدین حضرات میں اگر علم واستدلال کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ صراحتہً

یہ تخصیص کتاب و سنت سے دکھائیں۔ ورنہ کبھی اہل سنت وجماعت کو منہ نہ دکھائیں۔ دیدہ باید۔

ایک ضروری نوٹ

شاید میرے بعض حنفی دوست خیال کریں کہ یہ مسئلہ فرعی اور اجتہادی نوعیت کا ہے۔ اس لئے بعض ائمہ میں مختلف فیہ ہے۔ تو مطالبہ میں اتنی سختی نہیں چاہیئے، تو میں عرض کروں گا کہ یہ آپ کا عندیہ ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلے کو ہرگز ہرگز اجتہادی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُن کا اعلان ہے کہ یہ مسائل مثلاً آمین بالجہر۔ قرأت خلف الامام رفع یدین اجتہادی مسائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ اس لئے غیر مقلدوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دلائل ایسے پیش کریں۔ جو ثبوت اور دلالت میں قطعی ہوں۔ اور متعارض یا مرجوح نہ ہوں۔

تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

۱۔ قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے۔ کہ مقتدی صرف چھ رکعتوں میں امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتدار میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

۳۔ صحیح بخاری شریف۔ صحیح مسلم شریف۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی آپ کی اقتدار میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

۴۔ خلفاء راشدین سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتدار چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

۵۔ خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدین کے مقتدی ان خلفاء کی اقتدار میں رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے۔ کہ جب قرآن ان کے سر پر
ہاتھ نہیں رکھتا۔ اور بخاری مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے۔
باقی اصحاب صحاح نے بھی ان یتیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار
دے دیا ہے۔ تو آخر یہ کس بھروسے پر مسلمانوں میں سر پھٹول کرا
رہے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا
کہ مقتدیوں کی آمین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صحیح
صریح حدیث ہے۔ انہوں نے فرمایا بخاری مسلم وغیرہ میں تو کچھ
نہیں صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے
ہیں کہ ترک الناس التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا
ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے
تو آمین کہتے تھے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے۔ پھر
مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ ص۶۱)

میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا۔ اس نے
کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحتہً تو موجود نہیں ہے۔ لیکن مسجد کے
گونجنے سے قیاس یہی ہوتا ہے۔ کہ یہ مقتدیوں کی آواز سے ہی
گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے
نے یہ شیطانی کام کر کے اپنی اجتہادی شان کو داغدار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود بنے بنیاد ہے اور عقل و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں ذرا سُنیئے۔

۱۔ یہی روایت ابو داؤد ص ۹۴ ج ۱ اور مسند ابو یعلیٰ (آثار السنن ص ۹۴ ج ۱) پر بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں ہے۔

۲۔ اس کی سند کا راوی بشر بن رافع ہے۔ میزان الاعتدال ص ۱۴۷ ج ۱ پر امام بخاریؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابن معین۔ امام نسائی سے اُس کا ضعیف ہونا نقل کر کے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے۔ کہ یہ وہی اشیار موضوعہ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ اور علامہ ابن عبد البرؒ نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے۔ کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

۳۔ اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔ کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد و عناد برپا کیا جا رہا ہے۔

۴۔ یہ جملہ قرآن پاک کے صراحۃً خلاف ہے۔ کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی۔ لیکن آپ کے خیال میں مقتدیوں کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج گئی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالٰی کا حکم ہے۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اپنی آواز کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ خاص طور پر مسجد میں اور خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

۵۔ اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبویؐ کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے جس جملے پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی اُس کا یہ حال ہے کہ قرآن کی بارگاہ میں اس جملے کا گزر نہیں ہو سکتا عقل نے اُس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

۶۔ اب یہ بھی سنیئے کہ خود غرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا علم و عقل سے منہ موڑا۔ سب صحابہ کی نمازوں کو برباد مان لیا۔ لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ترک الناس التامین لوگوں نے آمین
چھوڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آمین
بالجہر کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر کے
ثبوت ہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس جملے
سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص
بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا وصال
سنہ ۵۹ھ میں ہوا ہے۔ اور آپ نے خلافتِ راشدہ کو بھی دیکھا تو
معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین میں سے ایک شخص بھی بلند آواز
سے آمین نہ کہتا تھا۔ کیونکہ صحابہؓ کا دور سنہ ۹۰ھ تک عام ہے اور
اس وقت لوگ صحابہؓ یا تابعین ہی تھے

۷۔ میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت
آپ نے پلّے باندھی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعت میں اور
گیارہ رکعت کی تفصیل اس میں بھی نہیں یہ آپ نے کہاں سے لیا۔
کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں۔ اور باقی گیارہ
رکعات میں آہستہ۔

اب اُس شخص کی حالت قابلِ دید تھی۔ شرم سے سر جھکائے
ہوئے تھا۔ میں نے دو تین بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ
تو فرمائیے۔ آخر نہایت شرمسار ہو کر کہنے لگا۔ کہ جناب اس بارے
میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کار شیطان ہے آپ

سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس کے رد میں پڑھ جایا کرے
مگر آج یہ کیا قصہ ہے۔ خیر۔ بتایئے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی
چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہے۔ اور گیارہ رکعات میں آہستہ
آواز سے۔

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک
کے تابع ہے۔ اگر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند
آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین
بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب کسی نے خوب کہا ہے جس کا کام اُسی کو
ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔ محترم یہ تو بتایئے کہ کیا آپ کے مقتدی
امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں کہنے لگا نہیں۔ میں نے
کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں۔ تو آپ کے قیاس
کے مطابق بھی اُن کو آمین آہستہ آواز میں کہنی چاہیئے۔ اب تو اُس
پر سکتہ طاری تھا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار کہ اُن سے ڈر کر قرآن سے
منہ موڑا۔ عقل کو چھوڑا۔ صحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا۔ شیطان کی
خایہ بوسی بھی کی۔ مگر مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گوروکفن تڑپ رہا
تھا۔ اور کوئی اُس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا۔ اور فبھت الذی
کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی میں نے پوچھا۔
جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتدار میں چھ رکعات میں بلند آواز سے
آمین کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا۔ یہ خدا تعالیٰ
کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا۔ کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے
نہ رسول کا۔ میں نے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقتدی ایسا
کرتے تھے یا خلفائے راشدین کے مقتدی۔ کہنے لگا اُن سے بھی کوئی
ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا آخر یہ مقتدیوں کو مسئلہ کہاں سے بتایا
اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے۔ امن ابن الزبیرؓ وامن من خلفہ
حتیٰ ان للمسجد للجۃ۔ کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے آمین کہی اور اُن کے
مقتدیوں نے آمین کہی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ میں نے کہا۔
یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے
راشدین کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے
آمین کہنا ثابت نہیں ہو سکا۔ خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی
سال بعد عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر۔ آپ پہلے بتائیں
کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند ہے؟ کہنے لگا نہیں بخاری نے
اگرچہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی لیکن امام بخاریؒ کی تعلیقات حجت
ہیں کیونکہ ہمیں اُن کی علمی مہارت پر کلی اعتماد ہے۔ میں نے کہا۔ یہی
اعتماد تو تقلید ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جان ہے
۔ شرک کی دلدل میں پھنس کر بھی اُس کی توحید میں فرق نہیں آتا۔

پھر اس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اور اس سے سنت کیسے ثابت ہو گی۔ اور اس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آمین نماز کے اندر تھی یا نماز کے بعد اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد تھی یا قنوتِ نازلہ کے وقت جب اس میں اتنے احتمالات ہیں۔ تو استدلال کیسا۔

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن۔ حدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے یا شرک۔ اور اگر جناب نے ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ عیدین میں اذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی۔ (معارف السنن صفحہ ۴۶ بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار میں ہے کہ وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے صفحہ ۱۲۰ ج ۱ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

کہنے لگا عطاء نے دو سو صحابہؓ کو آمین کہتے دیکھا۔ میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو۔ اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں۔

ازاں بعد جب خلفائے راشدین کے زمانہ میں سے ۲۰ رکعت تراویح شروع ہوئیں۔ اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیرؓ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو۔

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے۔ کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے۔ لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اُسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے۔ اس لئے مقتدیوں کے مسئلے کو ہم نے اُسی پر قیاس کر لیا ہے۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آکر ٹوٹتی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں اس کو کارِ شیطانی کہا جاتا ہے۔ اور اندرونِ خانہ قیاس کے سامنے سجدے کئے جاتے ہیں۔

اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے کہنے لگا جب امام بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہیئے۔

میں نے کہا اولاً تو امام کے لئے بھی یہ ثابت نہیں تو بتائے قیاس بِن غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔

مع اللہ لمن حمدہٗ بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ تو جناب کے قیاس پر تو مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آواز سے کہنا چاہیئے۔ اب تو مجھے کہنا پڑا۔ ع۔

درکفرہم ثابت نئی زنار رارسوا مکن۔

دعوے کا چوتھا حصّہ۔ امام کا آمین بالجہر کہنا۔

غیر مقلّدین کا کہنا ہے۔ کہ امام کو تمام عمر روزانہ چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا سُنّت مؤکدہ ہے۔

غیر مقلّدین کو یہ اقرار ہے۔ کہ قرآنِ پاک کی کسی آیت میں ہمارا یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے استدلال کی بنیاد حدیث پر رکھتے ہیں۔

حدیث کا استدلال دیکھنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے۔ کہ غیر مقلّدین کہتے ہیں۔ کہ آمین کہنا بھی سُنّت مؤکدہ ہے اور اس کا بلند آواز سے کہنا بھی سُنّت مؤکدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ آمین کا سُنّت مؤکدہ ہونا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی قولی احادیث سے ثابت ہے۔ آپ نے قولاً آمین کہہ کر اس کا حکم دیا۔ پھر اس پر ترغیب کے لئے بار بار فرمایا۔ کہ اس میں فرشتے ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور مزید ترغیب کے لئے

بار فرمایا کہ اس میں فرشتے بھی تمہارے ساتھ شریک ہوتے
مزید ترغیب کے لئے بار بار یاد دہانی کرائی کہ آمین کہنے سے گناہ
معاف ہوتے ہیں اور آمین نہ کہنے والے کی نامرادی بھی آپ نے
مثال دے کر سمجھائی ۔ یہ تمام احادیث آپ باب دوم میں پڑھ چکے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر نفسِ آمین کی طرح آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی
سنّت مؤکدہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی حکم دکھایا جائے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا ہو کہ تم نماز میں چھ رکعتوں میں
آمین بلند آواز سے کہا کرو اور یہ بھی دکھایا جائے۔ کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہو کہ اِن چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین
کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ یہ ثواب ملے گا۔ اور نہ کہنے میں تم اِس
طرح محروم ہوگے۔

لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک غیر مقلد مجتہدین شرمائے
اور منہ چھپائے بیٹھے ہیں کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی۔ کہ وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم اور اس پر ترغیب اور مزید ثواب کا
کوئی وعدہ دکھا سکے۔

ہم حیران ہیں کہ نماز فجر کے بعد اشراق پڑھنے والے کو ایک حج
اور ایک عمرہ کے ثواب کا وعدہ ہو۔ جو صرف ایک نفل کام ہے
سنّت نہیں۔ اور نماز عصر کی پہلی چار سنتیں جو غیر مؤکدہ ہیں۔ ان پر
جنت میں محل کی خوشخبری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے

ارشادات میں مل جائے۔ لیکن آمین بالجہر جو ایسی سنت مؤکدہ
ہر مسجد میں لڑائی و فساد اس بنا پر کھڑا ہو جاتا ہو۔ اس کا نہ تو
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں نہ اس کا کوئی زیادہ ثواب
بتائیں۔

ایک ضروری وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پریس نہ تھا کہ کسی
کتاب میں تمام مسائل تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے جاتے۔ اور جو شخص
آتا اُسے وہ کتاب دے دی جاتی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً نماز پڑھائی تو بلند آواز سے پڑھ کر اُن
نومسلموں کو نماز کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔

مثلاً۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفق علیہ حدیث ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم فرماتے تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے۔
(بخاری ص۱۱۴ ج۱ مسلم ص۲۱۷ ج۱ ابوداؤد ص۱۴۳ ج۱) اس کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے
ہیں کہ یہ صرف تعلیم کے لئے تھا (کتاب الام ص۱۱۰ ج۱) سنن کبریٰ
ص۱۸۴ ج۲ نووی شرح مسلم ص۲۱۷ ج۱ فتح الباری ص۲۶۹ ج۲ عمدۃ القاری ص۱۲۶ ج۶)

۲۔ اسی طرح بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ظہر کی نماز میں کوئی بلند آواز سے آیت سے پڑھتے کہ
مقتدی سن لیتے (عن قتادہؓ) یہ بھی صرف تعلیم کے لئے ہوتا تھا۔

۳- حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ساتھ رات کو نماز پڑھی۔ میں نے سُنا کہ آپ پڑھ رہے تھے۔ اللہ اکبر والجبروت (نسائی ص۱۱۳)

۴- حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے اور آپ سے سورۃ لقمان کی آیت سُنا کرتے تھے۔ (نسائی ص ۱۱۳ ج۱)

۵۔ اسی طرح صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سجود کی تسبیحات اور تشہد اور دعائیں سُننا بکثرت احادیث میں آتا ہے۔

۶- اسی طرح حضرت عمرؓ نے نماز میں سبحانک اللّٰھم بلند آواز سے پڑھا جیسا کہ کتاب الآثار امام محمدؒ اور طحاوی شرح معانی الآثار میں مذکور ہے۔

الغرض اس زمانہ میں طریقہ تعلیم یہی تھا۔ آج کل بھی مدارس میں جب بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ تو وہ سب ساری نماز بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ لیکن کوئی اس کو سنت مؤکدہ نہیں کہتا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی حضرت وائلؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے جو نو مسلم تھے۔ ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ تو یقیناً ان کو نماز کا طریقہ سکھایا گیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعلیم کے لئے مثل قرات ظہر یا دیگر اذکار وادعیہ کے۔ اگر آمین بھی بلند آواز سے کہہ لی ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ ہمیں تو اس کے سُنّت مؤکدہ ہونے سے انکار ہے۔

اس کو ایک اور مثال سے سمجھیں کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مباشرت (بوس وکنار) فرما لیتے تھے تو اس کے ثبوت کا ہمیں انکار نہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کو روزہ کی حالت میں سُنّت مؤکدہ کہنا شروع کر دے۔ اور روزہ کی حالت میں مباشرت نہ کرنے والے مرد وعورت کا روزہ ناقص اور خلافِ سُنّت بتائے تو ہم اس کا انکار کریں گے۔ اِسی طرح صرف حضور کا بلند آواز سے آمین کہنا دکھا دینا اس سے اُس کے سُنّت ہونے کا ثبوت نہ ہوگا۔ جب تک اُس پر دوام ثابت نہ کریں۔ یا آخری وقت تک آمین کہنا نہ ثابت کریں۔

اس وضاحت کے بعد اب گزارش ہے کہ کہنے کو تو اِن کے مناظرین جب اپنے عوام پر اپنا رعب جماتے ہیں۔ یا اپنی مسند اجتہاد کو رونق بخشتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چار سو صحیح حدیثیں ہیں اور اُن کے دل ودماغ میں یہ پیوست کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حنفی ایک ہی مسئلے میں چار سو حدیثوں کے منکر ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ آمین بالجہر کی اگر کسی روایت کو کھینچ تان کر حسن تک لایا جا سکتا ہے وہ صرف حضرت وائلؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایات ہیں اور بس۔ اب مرزاجی تو پانچ کو پچاس گنتے تھے۔ یہ دو چار کو چار سو بنا لیں۔ وہ ایک نقطہ لگاتے تھے۔ یہ دو لگا لیں تو ایسی قسم کے جھوٹ ان لوگوں کے اجتہاد کی رونق تھیں۔ الخ۔

ہے لوگ جھوٹ نہ بولیں تو اُن کے اجتہاد کی منڈی سنسان ہو جائے۔

حضرت وائلؓ کی حدیث

۱۔ حجر بن عنبس روایت کرتے ہیں۔ کہ وائل رضی اللہ عنہٗ نے کہا۔ میں نے حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ نے آمین کہی۔ مد بہا صوتہٗ۔
ترمذی ص۶۳ دار قطنی ص۱۲۷۔

اس روایت کا مدار حضرت سفیان ثوریؒ پر ہے۔ سفیان ثوری کے دس شاگرد ہیں۔ جن میں سے ۹ شاگرد۔ یحییٰؒ بن سعید۔ عبدؒالرحمٰن بن مہدی عبداللہ بن یوسف۔ محمدؒ بن یوسف۔ قبیصہؒ۔ وکیعؒ۔ محاربیؒ۔ علاؒء بن صالح۔ یحییٰؒ بن سلمہ۔ تو اس حدیث میں مد بہا صوتہٗ کہتے ہیں جو جہر پر نص نہیں ہاں صرف ایک شاگرد محمد بن کثیر رفع بہا صوتہٗ کہتا ہے۔ (ابوداؤد ص۹۴ ج۱ دارمی ص۱۴۸) یہ کثیر الغلط ہے۔ (تقریب)

پس صحیح روایت مد بہا صوتہٗ ہے اور رفع بہا صوتہٗ کثیر الغلط اور شاذ ہے۔ مد بہا صوتہٗ کا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ آپ نے آمین کے الف کو کھینچ کر لمبا کر کے پڑھا۔ یہاں جہر مراد نہیں کیونکہ دوسرے باب میں آپ صحیح سندوں سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت وائلؓ نے خفض بہا صوتہٗ اور اخفیٰ بہا صوتہٗ بھی روایت کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آواز سے آمین کہی۔

۱۔ سفیان ثوریؒ کوفی ہیں اور غیر مقلد جب اپنے نئے اجتہاد میں عشقیہ

- ... ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ کوفہ والوں کی روایت بے نور ہوتی ہے۔
(... الفقہ) نہ معلوم آج کیوں کوفہ والوں کے سامنے سجدۂ سہو ہو رہا ہے۔
۲- نیز یہ سفیان ثوریؒ خود آمین آہستہ آواز سے کہا کرتے تھے۔ اور غیر مقلد حضرات جب اپنی اجتہادی ترنگ میں ہوں تو کہا کرتے ہیں۔ کہ جو آمین آہستہ کہتا ہے وہ منکر سُنّت ہے۔ یہودی ہے۔ لیکن آج غرض سامنے ہے مطلب برآری کرنی ہے۔ اس لئے ایسے شخص کی روایت کو بھی سر آنکھوں پر رکھا جا رہا ہے۔
۳- حضرت وائل بن حجرؓ بھی آخر کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ اور انہیں کے ہم مسلک تھے دیکھئے اب غیر مقلد اُن کا سلام بھی مانیں گے یا نہیں۔

دوسرا طریق

عبدالجبار اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ یرفع بھا صوتہٗ (نسائی ص $\frac{89}{1ج}$)
۲- فسمعتہٗ وانا خلفہٗ۔ میں نے آپ کی آمین سن لی میں آپ کے پیچھے تھا۔ (نسائی ص $\frac{94}{1ج}$)
۳- فسمعناھا منہ۔ ہم نے آپ کی آمین سن لی۔ (ابن ماجہ ص ۹۲)
۴- قال آمین مدّ بھا صوتہٗ۔ آواز کو کھینچا (دار قطنی ص $\frac{127}{1ج}$)
۵- انہ سمع یقول آمین اس نے آمین سنی (مسند احمد)
۶- فقال آمین یجھر آمین کہا بلند آواز سے (مسند احمد)

روایت عبدالجبار کی ہے اور امام بخاری۔ ابن معین۔ ترمذی۔ نسائی وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی (ترمذی ص۲۲۹) نسائی ص۱۴۲ ج۱ شرح المہذب ص۱۰۴ ج۳ پس یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرا راوی

ابواسحاق سبیعی ہے جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا (نووی ص۱۷ تقریب) اور اس کی مرسلات بالکل قبول نہیں۔ جیسا کہ ابن معین نے کہا شبہ لاشئ (ترمذی کتاب العلل ص۵۶۴)

پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

پھر چھ سندوں میں ہر سند کا لفظ علیحدہ ہے کہ حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی آواز کتنی بلند تھی وہ اسی روایت میں ہے۔

حضرت وائلؓ حضورؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے سن لی۔ تو اتنی آواز کو کہ ایک دو قریبی آدمی سن لیں یہ جہر مطلوب نہیں ہے۔

دیکھو اگر امام جہری نمازوں میں قرارت صرف اتنی آواز سے پڑھے کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں۔ یا تکبیرات انتقال صرف اتنی آواز سے کہے کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں تو سب نمازی کہیں گے۔ کہ اس نے جہر نہیں کیا۔ تو اس حدیث سے جہر ثابت ہی نہ ہوا۔

۲- پھر یہ ایک آدھ دفعہ کا قصہ ہے۔ کیونکہ حضرت وائل بن حجرؓ نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اس لئے اُن کی تعلیم کے لئے جہر کر لیا ہو تو ہمیں مضر نہیں۔

۴۔ اس حدیث میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ حضورؐ نے کچھ رکعات میں ہی جہر فرمایا تھا اور باقی گیارہ میں آہستہ آواز سے آمین کہی تھی۔

حضرت وائل بن حجرؓ کا اپنا فیصلہ

حضرت وائل بن حجرؓ

کی بلند آواز سے آمین کہنے کی روایت بسندِ ضعیف مروی ہے۔ اور آہستہ آمین کی صحیح سند سے پھر اونچی آمین کے متعلق فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قال آمین ثلاث مرات۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص $\frac{187}{ج1}$)

یعنی آپ نے ساری عمر میں صرف تین دفعہ آمین سُنی۔ اب یہ بھی خود حضرت وائل بن حجرؓ سے پوچھیئے کہ یہ بلند آواز سے آمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کہی تھی۔ فرماتے ہیں۔ مَا اَرادہ اِلّا لیعلمنا۔ (رواہ الدولابی التعلیق الحسن حاشیہ آثار السنن ص $\frac{92}{ج1}$)

ٹ۔ اس کی سند میں یحیٰی بن سلمہ بن کہیل ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور وضاحت کی ہے کہ جو روایات اس سے اس کا بیٹا روایت کرے وہ منکر ہیں اور یہ روایت اُس کے بیٹے کی نہیں۔ مجمع الزوائد ص $\frac{191}{ج2}$۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا ہے وہ ایک صحیح السند حدیث کو منسوخ کرنے کیلئے جو حدیث لائے ہیں اُس کی سند میں یحیٰی بن سلمہ ہے۔ (عرف الشذی ص $\frac{125}{}$)

یعنی یہ ہماری تعلیم کے لئے کہی تھی۔ لیجئے فیصلہ ہو گیا کہ جہر آمین صرف تعلیم کے لئے تھی اور آہستہ آمین سُنّت تھی۔ اسی لئے حضرت وائل بن حجرؓ سے بعد میں ایک دفعہ بھی آمین کہنا ثابت نہیں اور آپ نے سکونت کوفہ میں اختیار فرمائی تو وہاں آپ نے کبھی آمین بالجہر پر مناظرہ نہ کیا۔ کیونکہ تمام اہلِ کوفہ بالاتفاق آہستہ آمین کہتے تھے۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ روایت ہے۔ جس کو غیر مقلدین بیس تیس نمبر دے کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناواقفوں کو مرعوب کر سکیں۔

نوٹ:۔ حضرت وائلؓ سے ایک روایت میں رب اغفرلی آمین آتا ہے اس کی سند میں عبدالجبار العطاردی ہے۔ وہ ضعیف ہے (میزان)

بحث حدیث ابی ہریرہؓ

حضرت ابوہریرہؓ بھی متأخر الاسلام راوی ہیں۔ جب یہ اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی تعلیم کے لئے بھی بلند آواز سے آمین کہی ہوگی۔

۱۔ چنانچہ ابوسلمہ اور سعید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے بلند آواز سے آمین کہی (دارقطنی ص۱۲۷ ج۱ حاکم ص۲۲۳ ج۱) سند کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے۔ جس کو ابوداؤد اور نسائی نے ضعیف کہا ہے اور محمد بن عوف محدث حمص نے جھوٹا کہا ہے (کاشف للذہبی) (میزان الاعتدال ص۸۵ ج۱)

اور دوسرا راوی عبداللہ بن سالم ہے۔ جو ناصبی تھا۔ اور حضرت علیؓ کی توہین کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ حضرت کی مدد سے ہی ابوبکر اور عمر کو شہید کیا گیا ہے (میزان الاعتدال)

یہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت علیؓ آمین بالجہر نہیں کرتے تھے تو اُن کے خلاف اسحاق جیسے کذاب اور عبداللہ بن سالم جیسے بے دین ناصبی کی روایت پیش کرنا اُن ہی مجتہدوں کا کام ہے۔ جن کو انگریزوں نے مسند اجتہاد پر بٹھا کر اہلحدیث کا نام الاٹ کیا ہو۔

نوٹ:۔ دارقطنی نے سنن میں تو اس روایت کو حسن کہہ دیا صرف حمایت مذہب میں لیکن اصل حقیقت اس کے خلاف تھی۔ تو خود ہی کتاب العلل میں اس کو ضعیف کہہ دیا۔ آج کل غیر مقلدوں کے مجتہدین سنن دارقطنی سے اِس روایت کا حسن ہونا تو نقل کرتے ہیں۔ لیکن کتاب العلل سے ضعیف ہونا بیان نہیں کرتے اِسی فریب اور خیانت پر ان کا مذہب قائم ہے۔

۲۔ دارقطنی ص $\frac{۱۲۷}{۱۲۰}$ میں ابن عمر اور ابوہریرہؓ سے روایت درج ہے۔ کہ حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ مگر دونوں کی سند میں بحر السقاء ہے۔ جسے خود دارقطنی نے ہی ضعیف کہہ دیا ہے۔

پھر یہ ایک واقعہ ہے۔ جو یقیناً تعلیم کے لئے تھا۔ جیسا کہ حضرت وائلؓ نے صراحتہً یہ فرما دیا پھر کیا صحابہ کرامؓ نے اس کو مستقل سُنّت مؤکدہ سمجھا اُس کے متعلق آپ خود ابوہریرہؓ کی زبان سے پڑھ آئے ہیں۔ کہ

ترک الناس التامین کہ بلا استثنیٰ سب لوگوں نے بلند آواز سے آمین ترک کر دی تھی۔

حدیث امّ حصینؓ

ایک حدیث بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین انہوں نے عورتوں کی صف میں سُن لی (زیلعی ص ۳۷۱ ج ۱)

اس کی سند میں ایک تو اسماعیل بن مسلم مکی ہے۔ جس کو امام احمد۔ امام ابن معین۔ امام ابن المدینی۔ امام نسائی۔ ابن حبان۔ بزار اور حاکم سب نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۲۲ ج ۱)

دوسرا راوی ہارون الاعور ہے۔ جو رافضی ہے (میزان الاعتدال) تو خلفائے راشدین کے مسلک کے خلاف رافضیوں اور جھوٹوں کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے۔

۲۔ پھر یہ صرف ایک واقعہ ہے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک دفعہ بلند آواز سے آمین کہہ دی۔ تو کیا اس سے دوام اور سُنّت مؤکدہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔؟

۳۔ آپ صحیح احادیث میں یہ پڑھ آئے ہیں۔ کہ فرشتوں امام اور مقتدیوں کی آمین بیک وقت ہونی چاہیئے۔ حضرت امّ حصینؓ نے جو عورتوں کی صف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین سُن لی۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ آپ کے مقتدیوں نے آمین بلند آواز سے نہیں کہی تھی۔

ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز عورتوں کی صف میں نہ پہنچتی۔ صحابہ کی آوازیں دب جاتی۔

حضرت علیؓ سے روایت لاتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین سنی۔ لیکن سند میں حجیۃ بن عدی جس کے متعلق تقریب میں لکھا ہے۔ صدوق یخطی سچا مگر خطا کار تھا۔ اور دوسرا راوی ابن ابی لیلیٰ ہے۔ رفع یدین کے باب میں اُس کو ضعیف ثابت کرنے میں اپنے دماغ کا سارا پانی خشک کر دیتے ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے حضرت علیؓ کی اسی حدیث کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث غلط ہے اور ابن ابی لیلیٰ خراب حافظے والا ہے۔ پھر اس میں مستقل عادت کا ذکر نہیں دوام سے ساکت ہے۔ اور چھ رکعت کی تخصیص پر بھی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ادھر خود حضرت علیؓ آمین بالجہر نہ کہتے تھے۔ گویا اُن کے نزدیک بھی اس روایت سے آمین بالجہر کی سنیت نہ نکلی تھی۔ تو جب باب مدینۃ العلم اس روایت سے جہر آمین کی سنیت نہ سمجھ سکے تو (ان بناسپتی مجتہدوں کی ٹر ٹر کون سنتا ہے۔)

کون ہے جو حدیث و محل حدیث کو ان سے زیادہ سمجھ سکتا ہو۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تو اس حدیث سے جہر آمین کی سنیت نہ سمجھ سکے۔ ورنہ اس کے خلاف ان کا عمل قطعاً نہ ہوتا۔ تو دوسرے کسی کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ اس حدیث سے آمین بالجہر پہ استدلال کرے۔

حضرات آپ کے سامنے غیر مقلدوں کے ڈھول کا پول آگیا
رات دن شور ہے کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی اہل حدیث
ہیں۔ دوسروں کو حدیث کا منکر سمجھتے ہیں اور ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں۔ کہ
وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اپنا یہ حال ہے۔ کہ ایک حدیث
بھی ایسی ان کے پاس نہیں ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلّم نے حکم دیا ہو کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو۔

۲۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث دکھا سکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلّم نے آمین بالجہر پر کوئی ترغیب دی ہو۔ اور مزید اجر و
ثواب کا وعدہ دیا ہو۔

۳۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم
نے ساری عمر بلند آواز سے آمین کہی ہو۔

۴۔ اور نہ ہی یہ چھ رکعت میں جہر اور گیارہ رکعت میں اخفاء کی
تقسیم کسی حدیث میں دکھا سکے ہیں۔

۵۔ نہ ہی کسی صحیح حدیث میں یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم کے مقتدی آپ کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی
گیارہ رکعتوں میں آہستہ سے آمین کہتے تھے۔

۶۔ نہ ہی کسی حدیث میں یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ خلفائے راشدین اور
اُن کے مقتدی غیر مقلدوں کے ہمنوا تھے۔

۷۔ بلکہ خلافتِ راشدہ اور عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں ایک مسجد کا

نہیں دے سکے جہاں علی الدوام چھ رکعتوں میں جہراً اور ... رکعتوں ... سراً آمین کہی جاتی ہو۔

جن دو چار ضعیف اور کمزور روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اُن میں صرف اتنا ہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت آمین بلند آواز سے کہی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار ظہر اور عصر کی نماز میں قراءۃ بلند آواز سے پڑھی۔ لیکن یہ آپؐ کا ہمیشہ کا عمل نہ تھا۔ اِسی لئے ظہر و عصر میں کسی آیت کا بلند آواز سے پڑھنا کسی کے نزدیک بھی سنّت نہیں ہے۔

ان روایات میں ہرگز یہ تصریح نہیں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر آمین بالجہر فرماتے رہے۔ اس بارے میں غیر مقلّدین کے پاس صرف اور صرف قیاس ہے۔ کہ جب حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی تو کہتے رہے ہوں گے۔ لیکن اُن کا یہ قیاس خلاف نصوص ہے۔

جس قسم کی یہ روایات ہیں اسی قسم کی روایات میں یہ صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین بار بلند آواز سے آمین کہی اور وہ بھی تعلیم کے لئے۔ تو اب اگر اِن روایات پر عمل ضروری ہے۔ تو زیادہ سے زیادہ ساری عمر میں تین بار وہ بھی امام ہونے کی حالت میں وہ بھی جب کسی نومسلم کو تعلیم کا موقعہ آئے۔ آمین بلند آواز سے کہیں تو ہمیں انکار نہیں۔ لیکن اس کو ساری عمر مستقل سنت مؤکدہ قرار دینا۔

ورنہ کرنے والوں کو یہودی اور منکرِ حدیث کہنا بالکل بے دلیل ہے
اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

غیر مقلدوں کا آخری حربہ

غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہو جاتا ہے۔ مسئلہ اجتہاد سنسان ہو جاتی ہے۔ تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں حسد کرتے ہیں۔

حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ اولاً تو اُن روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں طلحہ بن عمر ہے۔ جو سخت ضعیف ہے۔ (دیکھو تہذیب التہذیب ص ۲۵ ج ۵ اور نیل الاوطار ص ۲۲۹ ج ۲)

حدیث عائشہؓ بھی ضعیف ہے۔ پھر اس میں آمین کے ساتھ سلام اور "ربنا لک الحمد" کا بھی ذکر ہے۔ دیکھو بیھقی سنن کبریٰ ص ۵۶ ج ۲۔ بلکہ اور قبلہ کا بھی ذکر ہے (مجمع الزوائد ص ۱۴۸ ج ۱)

تو غیر مقلدین جو سلام اور "ربنا لک الحمد" بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم ۲/۳ یہودی تو ہو گئے۔ اور اگر اکیلے نماز پڑھیں۔ تو پھر تو آمین بھی آہستہ کہتے ہیں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔

بات یہ ہے کہ حسد کے لئے صرف علم ضروری ہے۔ جیسے
دیکھو ربنا لک الحمد آہستہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہود کو علم ہے۔
تو حسد کرتے ہیں۔

دیکھو ہم اہلِ سُنّت وجماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔ تو غیر مقلدین یہودیوں سے بھی زیادہ جلتے ہیں۔ کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی آمین کہنے والوں کو مناظرے کا چیلنج دیا نہ اُن کے خلاف رسالے لکھے۔ نہ اُن کی مسجدوں میں فتنہ فساد کھڑا کیا۔ اس کے برعکس حنفی جب آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے۔ تقریریں کرتے ہیں۔ رسالے لکھتے ہیں۔ گالم گلوچ اور دنگا فساد پر اُتر آتے ہیں۔

حسد کے معنیٰ

حسد کے معنیٰ تو یہ ہوتے ہیں۔ کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے) میں کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو۔ اس لئے حاسد کی قسمت میں صرف جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس۔ اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف پروپیگنڈہ کرے گالم گلوچ پر اُتر آئے۔

اب بتایئے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال ہے۔ یا زیادہ ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے۔ کہ آمین بالجہر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم پر جلتے ہیں۔

ثابت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت۔
ہاں البتہ احناف جو آہستہ آمین کہتے ہیں۔ اس میں اُن کو فرشتوں کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے۔ کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور قرآن پاک سے آہستہ دعا پر خدا کی رحمت کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور ایک روایت سے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی موافقت کا اجر بھی مزید ہے۔ تو احناف کی آمین پر حسد کیا جا سکتا ہے۔

یہود بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے سے فرشتوں کی موافقت۔ نبی کی موافقت گناہوں کی معافی خدا کی رحمت اور ستر گنا ثواب اِن کو مل رہا ہے۔ چنانچہ سلام اور ربنا لك الحمد پر بھی اُن کا حسد ہے حالانکہ سب آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے۔ جو ستر گنا ثواب سے محروم ہیں۔ فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں۔ اور اکثر امت کے نزدیک دعا و ذکر کا جہر بدعت ہے۔ اُس میں بدعت کا شبہ ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان انکم لاتدعون اصم ولا غائبًا ان کی آمین میں یہ شبہ آتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب جانتے ہیں تو بتائیے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگا۔

الغرض اس حسد کے بارے میں بھی یہ حاسدین اوّل تو ضعیف روایات نقل کرتے ہیں پھر اُن میں جہر کا نام تک نہیں پھر حسد

معنیٰ سے بھی یہ بچارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حسد میں اتنے جل بھن گئے ہیں کہ نہ سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی۔ اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ بات کچھ بھی نہ بس شور و شغب وہ پکڑا دہ مارا۔ اب یہیں دیکھیے کہ ان روایات میں نہ جہر کا ذکر نہ چھ رکعتوں کی تفصیل نہ کوئی ایسا مزید ثواب مذکور جس پر حسد کیا جائے۔ لیکن ان حاسدوں نے فوراً احناف پر چپیاں کرنا شروع کر دیں۔

خدا تعالےٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھیں۔

تحقیق مسئلہ رفع یدین

مصنف

مولانا ابو معاویہ صفدر جالندھری

شائع کردہ

مکتبہ فاروقیہ

۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ یہ حضرات فروعی مسائل میں بے انتہا شدت برتتے ہیں یہ لوگ اپنی کتابوں اور رسالوں، تقریروں اور تحریروں میں فروعی مسائل پر بحث کرتے ہوئے قابو سے باہر ہو جاتے اور نہایت درشت اور کرخت لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں۔ مقلدین حضرات کو کوستے، ان پر برستے اور تیز و تند انداز میں ان پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے مقررین فروعی مسائل (فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر اور تراویح وغیرہ) کو ہر جگہ جا کر ہوا دیتے، ان کو اچھالتے اور ان کو کفر و ایمان کا مدار و مناط قرار دیتے ہیں، ہمارے اکابر و اسلاف شروع سے ہی ان کو سمجھاتے آتے ہیں کہ ان فروعی مسائل کو کفر و ایمان کا مدار نہ بنائیں۔ ان میں اتنی شدت نہ برتیں اور ان کی وجہ سے تکفیر و تفسیق اور تضلیل کے فتوے صادر نہ کریں۔ فضا کو مسموم اور زہر آلود نہ کریں۔ لوگوں کو امن و امان سے رہنے دیں ان کو آپس میں نہ لڑائیں اور جنگ و جدل پر آمادہ نہ کریں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ان لوگوں کے اذہان و عقول میں یہ معمولی سی بات آج تک نہیں آئی۔ رواداری برتنا تو ان کی جبلت اور سرشت کے منافی ہے۔ ان کی طبیعتوں میں بے انتہا شدت، کرختگی خشکی اور سختی پائی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ غیر مقلدین بھی اس کا اقرار و معترف کرنے پر مجبور ہیں۔

چنانچہ مولانا داؤد غزنوی رح کی سوانحیات میں تحریر ہے۔

"اہلحدیث حضرات عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی تھوڑی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر، "مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی ص ۱۸

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر ہے۔

"ان کی تقریروں میں غلظت اور خشونت کا غلبہ ہوتا ہے۔ ص ۸۶

مسئلہ "رفع یدین" بھی اُن فروعی مسائل میں سے ہے۔ جن پر بحث کرتے ہوئے ان کے قلم کار اور مقررین احناف کو بے نقط سناتے ہیں اور رفع یدین کو وجوب و فرضیت کا درجہ دیتے ہیں۔

چنانچہ بہاولپور کے ایک پروفیسر صاحب نے "رفع یدین" کے موضوع پر ایک رسالہ لکھ کر قادر بخش کے نام پر چھپوایا ہے۔ اس میں تہذیب و شرافت کی جو مٹی پلید کی ہے اور جو بازاری، سوقیانہ اور دلآزار زبان استعمال کی ہے، اسے پڑھ کر موصوف کے بارہ میں اچھے تاثرات قائم نہیں ہوتے۔ احقر پروفیسر صاحب کے "بطور نمونہ مشتے از خروارے" چند جملے نقل کرتا ہے، جس سے ناظرین اس جماعت کی تنگ نظری تنگ ظرفی اور تشدد کا کچھ اندازہ کر سکیں گے

پروفیسر صاحب اس رسالہ کے ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں مقلد کوئی بھی ہو جاہل ہوتا ہے۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے بھی جاہلوں کے لیے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے جو علم و عقل والا ہو وہ تقلید کیوں کرے۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

لیکن آپ نے اندھے اماموں کی اندھی تقلید کی "مسئلہ رفع یدین" ص ۲۰

اسی رسالہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"رہنمائی بیچارہ مقلد کیا کرے گا وہ تو خود اندھا ہے اور اندھا بھی دل کا

مسئلہ رفع یدین ص۳۲

ایک جگہ تحریر کرتے ہیں۔

"مقلد بصیرت کا اندھا تو ہوتا ہی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اس کا ذوق بھی گندا ہوتا ہے۔"

ص۵۲

ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"مقلد چونکہ بد نیت بھی ہوتا ہے اور مطلبی بھی، اس لیے حدیث کے معاملہ میں بدنصیب ہی رہتا ہے۔" ص۵۷

غرضیکہ یہ اور اس قسم کے دلخراش اور متعفن جملے اور کلمے جگہ جگہ اس رسالہ میں آپ کو ملیں گے، جو پروفیسر صاحب کی فکر و نظر کی آلائشوں، قلب و ذہن کی مجنونانہ کیفیات اور اندرونی اضطراب و خلفشار کی بخوبی غمازی کرتے ہیں۔

بہرحال غیر مقلدین کے اس قسم کے رسائل پڑھ کر اور ان کے مقررین کی اشتعال انگیز تقاریر سن کر

یہ خیال پیدا ہوا مسئلہ رفع یدین پر احادیث کی روشنی میں ایک عام فہم رسالہ شائع کیا جائے جس کو عوام بآسانی سمجھ سکیں۔ الحمد للہ امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ اس موضوع پر ایک فیصلہ کن رسالہ شائع کر رہی ہے۔ متلاشیان حق کے لیے یہ رسالہ "مینارہ نور" کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر مسلمان کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے۔

محمد امین صفدر

۵

ترک رفع یدین (احادیث کی روشنی میں)

عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

صحیح مسلم ج۱ ص۱۸۱ ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰
نسائی ص۱۷۶ طحاوی ج۱ ص۱۵۸
مسند احمد ج۵ ص۹۳ وسندہ صحیح جلیل

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (نماز پڑھنے کی حالت میں) تشریف لائے۔ اور ہم (نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے) تو بڑی ناراضگی سے فرمایا کہ میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکون اور اطمینان رہو۔

نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے اس کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدوں میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔

اس رفع یدین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا۔ اسے جانوروں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔

قرآن پاک میں بھی نماز میں سکون کی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قوموالله قانتین خدائے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

دیکھئے خدااور رسول نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔

نیز اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۲) قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون قال ابن عباس الذین لا یرفعون ایدیھم فی صلوٰتھم (تفسیر ابن عباس ص۲۱۲)

کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یعنی جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(۳) الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

نیز اللہ تعالےٰ کا ارشاد عالی ہے۔

(۴) اقم الصلوٰۃ لذکری

میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر زیر بحث مکرر رفع یدین اور جلسہ استراحت کے لیے شریعت مقدسہ میں کوئی ذکر مقرر نہیں ہے اس لیے یہ نماز سے غیر متعلق افعال ہوئے۔

(۵) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰۃ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نہ رفع یدین کرو مگر

رواہ الطبرانی زیلعی ص۱۶۰ ج۱

سات جگہ (۱) جب نماز شروع کرو باقی چھ جگہ حج میں۔

(۶) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی ـــــ اذا قمت للصلوۃ۔

رواہ الطبرانی زیلعی ص۲۹۰ ج۱

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع یدین اس وقت کر جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو۔

(۷) عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترفع الایدی فی سبع مواطن عند افتتاح الصلوۃ الحدیث۔

زیلعی ص۲۹۱ ج۱

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات جگہ رفع یدین کی جائے نماز کے شروع کرتے وقت اور باقی چھ جگہ حج میں۔

(۸) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ خود بھی اس کے موافق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

زیلعی ص۲۹۱ ج۱

(۹) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بھی اسی کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔

زیلعی ص۲۹۱ ج۱

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کا حکم فرمایا اور پہلی تکبیر کے بعد دوران نماز رفع یدین کرنے سے منع فرمایا۔ یہی ہمارا مسلک ہے۔

(۲) عن عبد اللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع
وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع
فلا یرفع ولا بین السجدتین۔
(مسند حمیدی ص۲۷۷ ج۲ صحیح ابو عوانہ ج۲ ص۹۰)

کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ
کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے
اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے
اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

(۱۱) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ
ثم لا یعود۔
(بیہقی فی الخلافیات زیلعی ص۴۰۴ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی روایت
ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے
پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۱۲) عن مجاہد قال صلیت خلف
ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیہ الا
فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ۔
ابن ابی شیبہ ص۲۳۷ ج۱ طحاوی ص۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی
پس آپ نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت
رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نماز میں
کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۱۳) عن عبدالعزیز بن حکیم قال
رایت ابن عمرؓ یرفع یدیہ حذاء اذنیہ
فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوۃ ولم

عبدالعزیز بن حکیم سے روایت ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو
دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل

یرفعهما فیما سوی ذالک رسولاامام محمدؒ امام محمدؒ مجتہد ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے پس حدیث صحیح ہے۔

تک نماز کی پہلی تکبیر کے وقت اٹھاتے اور اس کے سوا کسی موقعہ میں نہ اٹھاتے تھے۔

(۱) فائدہ: پہلی دونوں سنہری اور کھری وصحیح حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے بعد نہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اور نہ ہی رکوع کو جاتے۔ رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ان مقامات پر رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۳) ان دونوں حدیثوں کی سند کے مرکزی راوی سب مدنی ہیں۔ اور امام مالکؒ جو مدینہ منورہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بھر میں کسی کو نہیں پہچانا جو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتا ہو آپ کی پیدائش سنہ ۹۰ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۷۹ھ میں ہوئی یہ خیر القرون کا دور ہے اور امام مالکؒ مدینہ منورہ کے امام ہیں جہاں ہر ملک اور ہر جگہ سے لوگ روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے آتے ہیں لیکن امام مالکؒ کسی ایک شخص کو بھی نہیں پہچانتے جو رفع یدین والی نماز پڑھتا ہو۔ بلکہ برملا اس رفع یدین کو ضعیف فرماتے ہیں (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱)

(۴) معلوم ہوا کہ خیر القرون میں رفع یدین کر کے نماز پڑھنے والا شخص عجائب گھر میں رکھنے کے لیے بھی نہ ملتا تھا۔ اور رفع یدین کی تمام روایات اس پاک دور میں متروک العمل تھیں

(۱۴) عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود: الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلّ فلم یرفع

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تم کو حضور

یدیه الا فی اول مرة (ترمذی ص۳۵ ج۱)

یہ حدیث حسن ہے (ترمذی ص۳۵ ج۱)

یہ حدیث صحیح ہے محلی ابن حزم ص۲۵۸ ج۲

اس کے سب راوی صحیح مسلم شریف کے راوی ہیں (الجوہر النقی ص۱۳۷ ج۱)

صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز نہ پڑھلاؤں اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھائی اور پہلی مرتبہ کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کا یہی مذہب ہے اور حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے (ترمذی ص۳۵ ج۱)

(۱۵) عن عبد الله قال الا اخبركم بصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد وفي نسخة ثم لم يرفع.

(نسائی شریف ص۱۵۸ ج۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا طریقہ بتاؤں۔ پس آپ کھڑے ہوئے تو صرف پہلی دفعہ شروع نماز میں رفع یدین کی اس کے بعد پوری نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

(۱۶) عن عبد الله بن مسعودؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ·

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نماز

لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوٰة ثم لا يعود۔ (مسند امام اعظم ص۲۵۱ ج۱)

شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

یہ وہ حدیث شریف ہے جو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مناظرہ میں امام اوزاعی کے سامنے بیان فرمائی اور ثابت فرمایا کہ اس کی سند کا ہر راوی اپنے دور کا سب سے بڑا فقیہ ہے اور امام اوزاعی کو لاجواب ہو کر خاموش ہونا پڑا۔

(۱۷) عن عبد الله بن مسعودؓ قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلوٰة۔

(الجوهر النقي ص۱۳۹ ج۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۱۸) عن الاسود قال رايت عمر بن الخطاب يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يعود۔

طحاوی ص۱۶۴ ج۱

حضرت اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ راشد کو دیکھا وہ اپنے ہاتھوں کو صرف پہلی تکبیر کے وقت اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

قال ابن حجر رجاله ثقات الدرایہ ص۸۵ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس کے راوی معتبر ہیں

(۱۹) عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلوته الا حين افتتح الصلوٰة ورايت الشعبي وابراهيم

حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز ادا کی آپ پہلی تکبیر کے بعد کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

وابا اسحاق لا یرفعون ایدیهما الا حین یفتتحون الصلوٰة۔

(رئیس المحدثین امام شعبی رئیس الفقہا) ابراہیم نخعی اور امام ابو اسحاق بھی پہلی تکبیر کے بعد کہیں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۰ ج ۱

(۲۰) عن علیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بہا الصلوٰۃ ثم لا یرفعہما فی شیٔ من الصلوٰۃ۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پہلی تکبیر کے بعد ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(دار قطنی فی العلل بحوالہ حاشیہ درایہ ص ۸۵)

(۲۱) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد۔ طحاوی ص ۱۳۲ ج ۱

اثر صحیح زیلعی ص ۴۱۲ ج ۱ رجالہ ثقات الدرایہ ص ۸۵

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد ساری نماز میں کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۲۲) وعنہ ان علیاً کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱ ج ۱)

انہیں سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر کے بعد کہیں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۲۳) عن علی بن ابی طالب انه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح بها الصلوٰۃ ثم لا یرفعهما فی شئ من الصلوٰۃ۔

(موطا امام محمد ص۵۵)

حضرت علیؓ نماز کی ابتدائی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر ساری نماز میں کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۲۴) عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعودون۔ (ابن ابی شیبہ ص۱۲۱ ج۱)

اسنادہٗ صحیح جلیل (الجوہر النقی ص۱۳۹ ج۱)

محدث ابواسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے (سینکڑوں) ساتھی اور حضرت علیؓ کے (ہزاروں) ساتھی وہ سب پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے

(۲۵) عن ابی بکر بن عیاش قال ما رأیت فقیهاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الاولی۔

طحاوی شریف ص۱۳۳ ج۱

محدث ابوبکر بن عیاش (پیدائش ۱۰۰ھ وفات ۱۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے (خیر القرون میں) کسی بھی دین میں سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اکابر صحابہ تابعین اور تبع تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔

نیز ان روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں کسی مسجد میں نماز میں رفع یدین کرنے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔

خلفائے راشدین — اکابر صحابہ وتابعین وتبع تابعین رفع یدین کی روایات کو بالکل متروک العمل سمجھتے تھے۔

(۲۶) عن براء بن عازبؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یرفعہما حتی ینصرف

المدونۃ الکبری ج۱ ص۶۹ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۲۱ ابوداؤد ج۱ ص۱۰۹ سندہٗ حسن طحاوی۔

حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۲۷) عن براء بن عازبؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابہاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔

طحاوی ج۱ ص۱۳۲ ابوداؤد ج۱ ص۱۰۹

دارقطنی ج۱ ص۱۱۱ عبدالرزاق ص

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے پہلی تکبیر کہتے تو اپنے کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھاتے پھر ساری نماز میں دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۲۸) قاضی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جو اس حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۴)

(۲۹) حضرت عمرو بن مرہؒ نے مسجد کوفہ میں حضرت وائلؓ بن حجر کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ما ادری لعلہ لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الا ذلک الیوم فحفظ ہذا منہ ولم یحفظہ ابن مسعود و اصحابہ ما سمعتہ من احد منہم انما کانو

میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجرؓ نے صرف ایک اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور

یرفعون ایدیھم فی بلغ الصلوۃ حین یکبرون۔

(موطا امام محمد ص۹۲)

دوسرے صحابہ (جو ہمیشہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے تھے) ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا۔ بلکہ عمل کرنا تو کجا صحابہ تابعین نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ

(۲۰) فذکرت ذالک لابراھیم فغضب قال راہ ھو ولم یرہ ابن مسعود ولا اصحابہ۔

(طحاوی ص ۲۱۶/۱)

یعنی جب میں نے رفع یدین کی روایت بیان کی تو علامہ ابراہیم نخعی سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ حضرت وائل جو صرف ایک آدھ دن کے لیے حضور کے پاس آئے، انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرام (جو ساری عمر حضور کے ساتھ رہے) انہوں نے آپ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔

(۳۱) حضرت مغیرہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل رض بن حجر کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رح کے سامنے بیان فرمائی تو آپ نے فرمایا.

فان وائل راه مرة يفعل ذالك فقد راه عبد الله خمسين مرة لا يفعل ذالك.

(طحاوی ص ۲۱۶ ج ۱)

حضرت وائل رض نے ایک دفعہ یہ کرتے دیکھا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے.

(۳۲) حماد عن ابراهيم انه قال في وائل بن حجر اعرابي لم يصل مع النبي صلى الله صلوة قبلها قط أهو اعلم من عبد الله و اصحابه حفظ ولم يحفظوا يعني رفع اليدين.

(مسند امام اعظم ص ۱۱۹)

امام حماد فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی رح فرماتے ہیں کہ حضرت وائل بن حجر رض ایک دیہاتی بزرگ تھے. انہوں نے ایک آدھ دفعہ کے علاوہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی کیا وہ (حاضر باش) صحابہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض وغیرہ (خلفاء راشدین) سے زیادہ بڑے عالم تھے کہ انہوں نے تو رفع یدین کو یاد رکھا اور ان اکابر نے یاد نہ رکھا.

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ

(۳۳) فقال هو اعرابي لا يعرف الاسلام لم يصل مع النبي صلى الله عليه وسلم

فرمایا آپ ایک دیہاتی تھے جو اسلام سے پورے واقف نہ تھے. آپ نے

الا صلوٰۃ واحدۃ وقد حدثنی من لا احصی
عن عبد اللہ بن مسعود انہ رفع یدیہ فی
بدء الصلوٰۃ فقط وحکاہ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وعبد اللہ عالم
بشرائع الاسلام وحدودہ متفقد لاحوال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملازم لہ فی
اقامتہ واسفارہ وقد صلی مع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مالا یحصی
(ص ۱۱۹/۱۲۰ مسند امام اعظم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
صرف ایک نماز ادا کی اور مجھے ان گنت
لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبد اللہ
بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ
اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت فرماتے
تھے اور حضرت عبد اللہ اسلامی شرائع
اور حدود کے پورے عالم تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی جستجو
فرمانے والے تھے آپ رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے
تھے اور سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھی تھے
اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں۔

حضرت الامام ابراہیم نخعیؒ تابعین میں مرجع الخلائق تھے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھی نمازیں پڑھتے دیکھا تابعین اور تبع تابعین کو بھی دیکھا آپ خیر القرون کے متعلق چشم دید شہادت دے رہے ہیں کہ نہ کسی کو رفع یدین والی نماز پڑھتے دیکھا نہ سنا آپ رفع یدین کا یہ مسئلہ سن کر نہایت غضبناک ہوتے اور اسے تواتر عملی کے بالکل خلاف قرار دیتے گویا رفع یدین کی مثال بالکل ایسی تھی۔ جیسے قرآن پاک کی متواتر قرأت کے خلاف کوئی شاذ

قرأت سنت میں آئے تو قابل عمل ہوگی۔

(۲۴) عن ابن مسعود انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ (موطا امام محمد ص۹۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(۲۵) حماد عن ابراهیم نخعیؒ قال لا ترفع یدیك فی شیٔ من الصلوٰۃ بعد التکبیرۃ الاولی (موطا امام محمد ص۹۳)

حماد سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے نماز کی پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کر۔

(۲۶) عن عباد بن الزبیرؓ ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعهما فی شیٔ حتی یفرغ۔ رواه البیهقی (زیلعی ص۴۰۴ ج۱)

حضرت عباد بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۲۷) عن ابی جعفر القاری ونعیم المجمر عن ابی هریرةؓ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ ویکبر فی کل خفض ورفع ویقول انی اشبهکم بصلوٰۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرجه ابن عبد البر فی التمهید بحواله نیل الفرقدین ص۱۳۳

ابو جعفر قاری اور نعیم المجمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے اور ہر رفع و خفض میں صرف اللہ اکبر کہتے تھے اور فرماتے تھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھتا ہوں۔

(۲۸) عن علی بن الحسین قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یکبر فی الصلوٰۃ

امام زین العابدین سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نماز میں رکوع جاتے

کلما خفض ورفع فلم تزل تلک صلوٰتہ حتیٰ لقی اللہ تعالےٰ ۔ (موطا امام مالک ص۲۰)
اُٹھتے سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے (رفع یدین نہ کرتے تھے) اور آپ ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ خدا تعالےٰ سے جا ملے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی آخری عمر کی نماز بغیر رفع یدین کے ہوتی تھیں وھوالمطلوب ۔

ایک جھوٹی حدیث غیر مقلدین بھی بیہقی کے حوالہ سے رفع یدین کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ فمازالت تلک صلوٰتہ حتیٰ لقی اللہ تعالےٰ کہ آپ آخر عمر تک رفع یدین والی نماز پڑھتے رہے۔ لیکن یہ بالکل جھوٹی روایت ہے اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قریش ہے علامہ سلیمانی فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا (میزان الاعتدال)

اس سند کا دوسرا راوی عصمۃ بن محمد الانصاری ہے اس کے متعلق امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ۔ کذاب یضع الحدیث بڑا جھوٹا تھا ۔ اور جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا ۔ علامہ عقیلی فرماتے ہیں کہ وہ باطل حدیثیں روایت کرتا تھا ۔ (میزان الاعتدال)

ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا بھی بالکل حرام ہے ۔

اگر کوئی غیر مقلد اس حدیث کو صحیح ثابت کر دے تو ہم اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے ۔ ہے کوئی مرد میدان جو ہمت کرے ؟ دیدہ باید ۔

آپ حیران ہوں گے کہ جس مسئلے پر آج ہر مسجد میں فتنہ و فساد کا جہنم گرم کیا جا رہا ہے اس پر فریق مخالف کے پاس نہ کتاب اللہ سے کوئی دلیل ہے نہ سنتِ قائمہ

سے اس لیے غیر مقلدین پہلے تو چیلنج بازی کرتے ہیں اور جب بحث و مناظرہ کا موقع آئے تو پھر گرگٹ کی طرح ایسے عجیب رنگ بدلتے ہیں. ناطقہ سر بگریباں ہے کہ کیا کہیے.

سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ غیر مقلدین کی سب سے

کتمان حق :- بڑی خامی یہ ہے کہ وہ دلائل تو کیا بیان کریں گے اپنا اصل مسلک بھی لوگوں کے سامنے صحیح بیان نہیں کرتے. ان کا اصل مسلک جس پر یہ آج کل عمل پیرا ہیں یہ ہے.

(الف) پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھانے سنت مؤکدہ ہیں. حضورؐ ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے. اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین خلاف سنت ہے. حضورؐ نے کبھی یہاں رفع یدین نہیں کی.

(ب) رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین سنت مؤکدہ ہے. حضورؐ ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا خلاف سنت ہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ رفع یدین نہیں کی.

یہ ہے غیر مقلدین کا اصل دعویٰ لیکن غیر مقلد مناظروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ موت کو تو قبول کرتے ہیں مگر یہ دعویٰ کبھی لکھ کر نہیں دیتے

شریعت اور قانون عدالت کا یہی اصول

سنت سے بغاوت :- ہے کہ گواہ اور دلیل مدعی سے طلب کی جاتی ہے نہ کہ منکر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے البینۃ علی المدعی

اہلحدیث کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ مگر غیر مقلد اس کے خلاف رفع یدین کے انکار کرنے والوں سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ غیر مقلدین ایک حدیث ایسی پیش کریں جس میں حضورؐ نے فرمایا ہو کہ انکار کرنے والے سے دلیل کا مطالبہ کرو تو ہم غیر مقلدین کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے یا اس خلافِ سنت طریق بحث سے توبہ کریں۔

عقل و نقل سے انحراف :-

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پہلے تو یہ ہی غلط تھا کہ انکار کرنے والے سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین نے خلافِ اصول دلیل خاص کا مطالبہ شروع کر دیا۔

شریعت و عدالت کے موافق مدعی سے صرف دلیل و گواہ کا مطالبہ ہوتا ہے اور مدعی علیہ کو اس گواہ و دلیل پر جرح کا حق ہوتا ہے۔ اگر جرح نہ ہو سکے تو دعویٰ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

لیکن گواہ خاص کا مطالبہ نہیں ہو سکتا کہ خاص صدر یا وزیر اعظم یا کمشنر یا ڈی۔ سی صاحب اگر گواہی دیں تو ہم مانیں گے ورنہ نہیں مانیں گے۔ اگر یہ انداز اختیار کیا جائے۔ تو کوئی عدالت اپنا کام نہیں کر سکتی نہ ہی دنیا میں کوئی مقدمہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

اسی طرح مدعی کے ذمہ دلیلِ شرعی ہے خواہ وہ آیت محکمہ پیش کرے یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ یعنی اجماع و قیاس۔

مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا خاص ابوبکرؓ و عمرؓ فاروق کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ یہ محض دھوکا اور فریب ہے کتاب و سنت نے دلیل خاص کی ہرگز پابندی عائد نہیں کی۔ ان پڑھ لوگوں سے اس قسم کی شرائط پر دستخط لیے جاتے ہیں جو شرعاً باطل ہوتی ہیں یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے افسوس کہ غیر مقلدین نے بھی مرزا کی سنت پر دھونی رمائی ہے۔

انعامی چیلنج:- مرزا قادیانی اس پر فریب طریق کا بانی ہے کہ کچھ خود ساختہ شرطیں لگا کر سوال بنایا اور موافق شرائط جواب دینے پر انعام کا وعدہ کر دیا۔ غیر مقلدین نے بھی مرزا جی کی تقلید شخصی میں اس انداز کو اپنایا ہے اور ان پڑھ لوگوں پر رعب جمانے کے لیے یہ فریب کاری کرتے ہیں۔

چونکہ غیر مقلد اس اصول پر بہت نازاں ہیں اس لیے ان کے غرور کو خاک میں ملانے کے لیے ہم بھی الزاماً یہ انداز اختیار کریں گے:

ترتیب دلائل:- حدیث معاذؓ میں مجتہد کے لیے دلائل کی ترتیب یہ آئی ہے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجتہاد مجتہد۔

آپ یقین جانیں کہ غیر مقلدین کتاب اللہ سے ایک بھی آیت محکمہ پیش نہیں کر سکتے جو اُن کے دعویٰ پر مطابق ہو۔

رفع یدین کے مسئلہ میں غیر مقلدین نے ترقی کر کے اس کے واجب ہونے کا دعویٰ کیا جیسا کہ "مسئلہ رفع یدین" (جو پروفیسر عبد اللہ نے لکھ کر علامہ قادر بخش کے نام سے شائع کیا ہے) کے ص۱۰۵ پر تحریر ہے کہ "یعنی رفع یدین واجب ہے"۔

پس حدیث معاذؓ کے موافق پہلے قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی پیش کریں جس سے رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا وجوب ثابت ہو۔ اور سجدہ میں جاتے اٹھتے وقت اسی طرح دوسرے انتقالات میں رفع یدین منع ہو۔

سنت قائمہ:- آپ حیران ہوں گے یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے تئیس ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ آپ نے مبارک زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین نہ کرو۔

اگر کوئی غیر مقلد ہمت اور جرأت کر کے صرف ایک۔ صرف ایک اور صرف ایک ہی قولی حدیث پیش کر دے۔ جس میں ان کا مدعیٰ بطور نص موجود ہو یعنی پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع کیا ہو۔ اسی طرح رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو تو ہم مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے اور رفع یدین کرنا شروع کر دیں گے ہے کوئی مرد میدان جو صرف ایک ہی حدیث قولی بسند صحیح صریح پیش کر کے انعام حاصل کرے۔

دیدہ باید۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کیا رفع یدین مستحب ہے:- اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین مذکورہ مقامات کی قولی حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکے

اور قیامت تک نہ کر سکے گا تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے زیر بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کر دے۔ جتنا اشراق کی نماز۔ تحیۃ الوضو اور مسواک کا ثواب ہے آپ یقین کریں کہ دنیا کا کوئی غیر مقلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے رفع یدین کی اتنی ترغیب بھی نہیں دکھا سکتا۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو میدان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفع یدین کا مسواک جتنا ہی ثواب ثابت کر دے۔

کفن باندھے ہوئے سر سے
میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے۔

عقود دو قسم کے ہوتے ہیں قولی اور فعلی

قولی و فعلی سنت میں فرق :-

عقود قولیہ میں دوام ہوتا ہے۔ جیسے اسلام اور نکاح کہ انسان زبان سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اُس کا اسلام دائمی ہوتا ہے جب تک کلمہ کفر نہ کہے۔ اسی طرح نکاح زبانی وعدہ ہے وہ نکاح دائمی ہوتا ہے جب تک طلاق نہ ہو۔ اس طرح اگر رفع یدین قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی تو دوام ثابت ہو جاتا۔ چونکہ ان کے پاس قولی حدیث نہیں اس لیے دوام ثابت نہیں کر سکتے

صرف فعل سے دوام اور سنیت ثابت نہیں ہوتی۔

قول کے مقابلہ میں فعل ذاتی طور پر دوام پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً (۱) حدیث میں ہے۔ کان یطوف علی نسائہ بغسل واحد۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے لیکن حسب تحقیق محدثین یہ واقعہ

صرف ایک مرتبہ ہوا نہ سنت ہے نہ مستحب (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ حالت جنابت میں سونا روزے کی حالت میں ازواج سے بوس وکنار کرنا۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت فرمانا۔ نماز میں کن انکھیوں سے ادھر اُدھر دیکھنا۔ وضو کے بعد بیویوں کا بوسہ لینا۔ نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا، بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا وغیرہ بہت سے افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مگر نہ ان کو کوئی سنت سمجھتا ہے نہ مستحب نہ ہی کوئی ان کے دوام کا قائل ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی شخص یہ کام نہ کرے تو کوئی اُس کو خلاف سنت کا طعنہ نہ دے گا نہ اس کو کوئی مناظرے کا چیلنج دے گا۔

ان افعال کا ایک آدھ دفعہ کرنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً ثابت ہے لیکن ان کا سنت یا مستحب ہونا بھی یقیناً غلط ہے۔

بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے بعض فعلی روایات سے اس کا ایک آدھ مرتبہ کرنا ثابت تو ہے لیکن نہ اس کا سنت ہونا ثابت ہے اور نہ مستحب ہونا۔ یہی بات حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمائی ہے کہ حضرت وائل نے صرف ایک دفعہ حضورؐ کو رفع یدین کرتے دیکھا جس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ سنت وہی ہے جو باقی حاضر باش صحابہ نے روایت کی اور اُس پر عمل فرمایا یعنی رفع یدین نہ کرنا۔

فعلی احادیث:- جو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں ان میں سے بھی کسی ایک حدیث میں بھی اُن کا مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے ہم نے بارہا مناظرہ میں ان کو پرزور چیلنج دیا کہ ایک ہی صحیح صریح فعلی حدیث ایسی دکھا دیں جس میں یہ پوری تفصیل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر نماز میں پہلی اور تیسری رکعت

کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی ایک دفعہ بھی رفع یدین نہیں کی اور رکوع سے پہلے اور رکوع سے اٹھ کر ہمیشہ ساری عمر رفع یدین کرتے تھے اور سجدہ میں جلسہ اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت ساری عمر میں ایک دفعہ بھی رفع یدین نہیں کی۔

لیکن آج تک غیر مقلد منہ چھپائے پھر رہے ہیں۔

اس لیے غیر مقلدوں کا حال یہی ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

اب ہم غیر مقلدین کے مسلک اور عمل کا نمبروار جائزہ لیتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مسلک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس بارے میں وہ چار روایات بیان کرتے ہیں۔

(۱) روایت ابن عمرؓ، بخاری ص ۱۰۲ ج ۱ لیکن اس کی سند میں عبیداللہؒ شیعہ راوی ہے اور ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق فرمایا لیس بمرفوع یعنی یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں ہے۔ نیز اسی سند میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر بھی ہے۔ (جزء بخاری) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہمیشگی کا کوئی لفظ نہیں یہی وجہ ہے کہ ابن عمرؓ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ غیر مقلد مدعی سست گواہ چست کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

(۲) ابوحمید ساعدیؓ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ص ۱۱۴ ج ۱ پر ہے اس میں رکوع اور تیسری رکعت کی رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔ ابوداؤد کی سند میں عبدالحمید بن جعفر بدعتی تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے۔ اس نے رفع یدین کا اضافہ کیا ہے۔ غیر مقلد بخاری کی حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر لٹو ہیں ۔اس میں بھی صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

(۳) ابوھریرہؓ ان کی صحیح حدیث بخاری ص ۱۱۰ پر ہے جس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں لیکن ابوداؤد کی سند میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ لیکن راوی ابن جریج ہے جس نے ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال ص ۱۵۱ ج ۱)

دوسرا راوی یحیٰی بن ایوب ہے جو ضعیف ہے۔ نیز اس میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

۴۔ **حضرت علیؓ**: ان کی صحیح روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے خود حضرت علیؓ اور آپ کے ہزاروں ساتھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ البتہ ایک ضعیف روایت جس کا راوی ابن ابی الزناد ہے اس میں رفع یدین کا ذکر ہے۔

خلاصہ: ان چاروں میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

ان چاروں ضعیف روایتوں میں بھی ہمیشہ رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ان چاروں صحابہ میں سے ایک بھی ہمیشہ رفع یدین نہ کرتا تھا۔ ان میں سے دو روایتوں میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے جس پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے۔

دوسرا حصہ۔ دعویٰ کا یہ ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں آپ نے کبھی رفع یدین نہیں کی۔ اس بارے میں غیر مقلدین کے پاس ایک بھی صریح حدیث نہیں ہے میں نے کئی بار مناظرہ میں مطالبہ کیا انعامی چیلنج بھی دیا لیکن آج تک کوئی مائی

کا علی غیر مقلد ایسی صریح حدیث پیش نہیں کر سکا۔

فائدہ: حضرت عبید اللہ بن عمیر (ابن ماجہ ص۶۲) عبد اللہ بن عباس (ابن ماجہ ص۶۲)

عبد اللہ بن عمرؓ فتح الباری ص۱۵۲ ج۲ حضرت ابو ھریرۃ (تلخیص الحبیر)

عبد اللہ بن زبیر ابو داؤد ص۷۵ ج۱ حضرت جابرؓ مجمع الزوائد ص۱۰۲ ج۱

ان چھ روایات کی سندوں کا حال بھی رکوع والی روایات جیسا ہی ہے۔

ان چھ حدیثوں میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور ماضی استمراری بھی ہے ان روایات سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کی۔ لیکن غیر مقلدین ان احادیث پر عمل نہیں کرتے آخر وجہ فرق بتائیں۔ ماضی استمراری بھی ہے۔ متاخر الاسلام صحابی حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت بھی ہے۔

ہاں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ روایات متروک العمل ہیں نہ ان کے راویوں نے ان پر عمل کیا نہ خلفائے راشدین نے نہ خیر القرون میں ان پر عمل ہوا۔ البتہ غیر مقلدین کے اصول پر ان چھ حدیثوں سے دوسری اور چوتھی رکعت کے ابتداء میں رفع یدین سنت ثابت ہوتی ہے۔ اور ایک بھی حدیث سے صراحۃً ان دو جگہوں میں نہی یا نفی ثابت نہیں۔ تو غیر مقلد ان احادیث کے منکر اور اس سنت کے تارک ہوئے۔ جواب سوچ کر دیں محض عورتوں کی طرح طعنے بازی نہ ہو۔

دعوے کا تیسرا حصہ: یہ ہے کہ رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت حضور ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں کے وقت کبھی رفع یدین نہ کی۔ اس حصہ کے غیر مقلد مالک بن الحویرث، وائل بن حجر کی روایات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ

یہ دونوں صحابہ آخری عمر میں اسلام لائے انہوں نے حضورؐ کو رفع یدین کرتے دیکھا اس سے ثابت ہوا کہ حضورؐ آخری عمر تک رفع یدین کرتے رہے مگر اس بارے میں وہ کئی باتیں چھپاتے ہیں۔

(۱) مالک بن الحویرث کی حدیث کی ایک سند میں ابوقلابہ ہے جو ناصبی مذہب کا تھا اور اُس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ نیز نسائی نے اُس سے سجدہ کی رفع یدین بھی روایت کی ہے۔ تو اب غیر مقلدین کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کا مصداق ہے۔

(۲) وائل بن حجرؓ کی روایت بھی دو طریق سے ہے ایک طریق میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (ابوداؤد ص ۱۰۵ ج ۱) جس کو غیر مقلد چھپاتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس طرح آدھی حدیث کو مانا آدھی سے روگردانی کی۔

دوسرے طریق میں خود حضرت وائلؓ نے وضاحت فرما دی کہ جب میں دوسری دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضورؐ اور صحابہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد کی کسی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا (ابوداؤد ص ۱۰۵ ج ۱) اور کسی ایک صحابی کو بھی مستثنیٰ نہ فرمایا گویا تمام صحابہؓ آخر عہد نبوی میں رفع یدین کے تارک تھے لیکن غیر مقلد عوام کے سامنے یہ بات بالکل بیان نہیں کرتے۔

فائدہ۔ عبید بن عمیر، ابن عباس، ابن عمر، ابوھریرہؓ، عبداللہ بن زبیر، مالک بن الحویرث وائل بن حجر، انس بن مالک یہ آٹھ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ سجدہ کے وقت رفع یدین تھے، اور صرف ایک روایت میں ہے کہ نہ کرتے تھے یہ روایت ابن عمر کی ہے اور

بوجہ تعارض ساقط ہے۔

باقی صحابہ کی روایات پر غیر مقلد عمل نہیں کرتے یہاں ماضی استمراری بھی ہے اور حضرت وائل اور مالک بن الحویرث جیسے متأخر الاسلام راوی بھی ہیں پھر نا معلوم کیا وجہ ہے کہ غیر مقلد رکوع و سجود کی روایات میں کیوں فرق کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ چھ احادیث سے ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر ماضی استمراری کے صیغہ سے ثابت ہے گویا چار رکعتوں میں ۹۴ بار مگر غیر مقلد ان احادیث پر عمل نہیں کرتے۔

ایک صحابی ابن عمرؓ سے سجدہ کی رفع یدین متعارض آئی ہے ایک روایت میں ہے کرو اور ایک میں ہے نہ کرو۔ اس لیے وہ ساقط الاعتبار ہو گئی۔

باقی سات صحابہ سے سجدہ کی رفع یدین آئی ہے ماضی استمراری بھی ہے اور وائل ؓ مالک بن الحویرث، ابوھریرہؓ جیسے متاخر الاسلام صحابہ سے مروی بھی گویا چار رکعت میں ۷۸ مرتبہ رفع یدین سنت ہے مگر غیر مقلد ان روایات پر بھی عمل نہیں کرتے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

بعض غیر مقلدین سجدہ کی رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔ ابو حفص عثمانی وغیرہ اور عام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے۔ اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے۔

اس لیے بتایا جائے دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق کتاب و سنت کے مخالف ہے۔

وجوہ ترجیح

(۱) مذہب احناف سے واقفیت رکھنے والے اشخاص اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلکِ احناف کا یہ اصول ہے کہ جب روایات کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو احناف کثرہم اللہ سوادھم ان روایات کو لیا کرتے ہیں یعنی معمول بہا قرار دیتے ہیں جو قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھیں۔

مسئلہ رفع یدین میں بھی وہ روایات جو ترک رفع یدین کو بیان کرتی ہیں وہ قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ قوموا للہ قانتین۔

(۲) رفع کی بعض قسمیں وہ ہیں جو بالاتفاق متروک ہیں جیسے دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس میں نسخ واقع ہو چکا ہے لہذا متفق علیہ کو لینا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

(۳) نماز میں حرکات سے سکون کی طرف انتقال واقع ہوتا رہا ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں نماز میں چلنا پھرنا بات چیت کرنا سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ جب اس بارہ میں روایتوں میں تعارض ہوا تو احناف نے ان روایات کو لیا جو سکون پر دلالت کرتی ہیں۔

(۴) جب قولی اور فعلی روایات میں تعارض ہو جائے۔ تو قولی روایات کو ترجیح دی جاتی احناف کی روایات قولی ہیں اور غیر مقلدین کی فعلی۔ لہذا احناف کی تائید کرنے والی

بات راجح قرار پائیں گی۔

(۵) فعلی روایات متعارض ہیں اور قولی روایات تعارض سے خالی ہیں۔ لہٰذا فعلی روایات کی حجیت تعارض کی وجہ سے باقی نہ رہے گی اور قولی روایات حجۃ رہیں گی۔

(۶) ترک رفع کی روایات کے راوی وہ صحابہ ہیں جو معمر اور فقیہ تھے۔ اور پہلی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بخلاف رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر کے کہ وہ بچے تھے نوعمری کی وجہ سے غزوہ احد میں، شرکت سے محروم رہے۔ سب سے پہلے جس جنگ میں یہ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔

(۷) تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواضع میں رفع یدین کرنا تعارض روایات کی وجہ سے سنیت اور نسخ سنیت میں دائر ہے، اور جب کوئی چیز سنیت اور بدعت میں دائر ہو یعنی اس کے سنت یا بدعت ہونے میں شبہ ہو تو اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو راجح قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ محرم کو مبیح پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

لہٰذا تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مقامات میں اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

(۸) ترک رفع یدین کے راوی زیادہ فقیہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایات راجح ہیں۔

(۹) رفع یدین نہ کرنے کی روایات واحادیث پر خلفاء راشدین کا عمل ہے۔ اس لیے وہ راجح ہیں۔

(۱۰) رفع یدین نہ کرنے کی احادیث پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا متواتر عمل ہے۔ اس لیے وہی راجح ہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
رمضان المبارک کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے
الحدیث (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

تحقیق مسئلہ تراویح

جدید

بترمیم واضافہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر
مکتبہ فاروقیہ
۸ رگوبند گڑھ گوجرانوالہ

پیش لفظ

ہمارا رسالہ "تحقیق مسئلہ تراویح" شائع ہوا تو الحمد للہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ جہاں اہل سنت والجماعت اندرون ملک و بیرون ملک اس سے مستفیض ہوتے وہیں غیر مقلدین میں صفِ ماتم بچھ گئی بڑی میٹنگیں ہوئیں کہ کوئی کاتب کی غلطی مل جائے تو تقریر و تشہیر سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتے کیونکہ اس جماعت کا مبلغ علم اتنا ہی ہے۔ علمی مضامین کا سمجھنا بھی ان کے بس میں نہیں تو جواب کیا دیں۔ آخر غیر مقلدین کے مدرسہ محمدیہ جلال پور پیر والا کے شیخ الحدیث مولوی سلطان محمود اور اس مدرسہ کے مدرس مولوی محمد رفیق نے مل کر برائے نام ہمارے رسالے کا جواب لکھا اور اپنے ایک شاگرد محمد ایوب صابر مدرس جامعہ محمدیہ خان پور کے نام سے چھپوایا۔ اصل مسئلہ تو رسالے میں مان لیا چنانچہ لکھا ہے "ہم اُن کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے" (تحقیق تراویح صفحہ ۱۰۴) اس روایت پر کہ "حضرت سوید بن غفلہؒ (جو حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے) رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے" لکھتے ہیں "یہ ہمارے مسلک کے خلاف نہیں" (تحقیق تراویح صفحہ ۷۳) اس روایت پر کہ "حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے" لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے صد ۵۱۔ نیز لکھتے ہیں "ہم تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۲۴، ۲۸، ۳۶، ۳۹ پڑھتے تھے" صد ۵۳۔ پھر لکھتے ہیں "یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ رکعت شامل ہیں" صد ۱۰۱۔ جب بیس رکعت پر خلافت راشدہ میں مواظبت مان لی تو بیس رکعت کا سنت خلفاء راشدین ہونا مان لیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" پر عمل کرنے سے کون بے وقوف روک سکتا ہے کہ یہ بھی تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ

وسلم ہے" صـ۹۳. آپ کی جماعت میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ہر رمضان میں بیس رکعت کے خلاف چیلنج بازی اور اشتہار بازی کرتے ہیں۔

صاحب رسالہ نے بیس رکعت کی اتنی حیثیت تو مان لی جتنی اول شب با جماعت پورا ماہ مسجد میں ختم قرآن کے ساتھ تراویح پڑھنے کی ہے۔ جب ان پانچ باتوں کے خلاف انھوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا تو بیس رکعت کے خلاف رسالہ لکھ کر بقول خود بے وقوفی کا ثبوت کیوں دیا؟

دروغ گو را حافظہ نباشد۔ بیس رکعت جائز ہیں۔ اس میں آٹھ بھی شامل ہیں۔ دور فاروقی، دور عثمانی اور بعد میں بھی لوگ بیس پڑھتے تھے۔ مگر پھر امام مالکؒ کی طرف ایک غلط منسوب قول کے ذریعہ گیارہ سے زائد کو بدعت بھی قرار دے دیا (تحقیق تراویح صـ۲ صـ۳۳ صـ۹۹) امام مالکؒ ائمہ اربعہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ ان کی فقہ باقاعدہ مرتب و مدون اور مالکیوں میں تواتر کے ساتھ معمول بہ ہے۔ فقہ مالکی کے کسی متواتر متن میں اگر یہ قول دکھا دیں تو ایوب اور اس کے دونوں استادوں کو ضب (گوہ) کا ناشتہ کروا دیں گے۔ اس کے ناقل مالکی فقہا۔ نہیں بلکہ علامہ سیوطیؒ شافعی ہیں۔ راوی بھی کوئی مالکی نہیں شافعی ہے، نہ سیوطیؒ کی ملاقات راوی سے نہ راوی کی امام مالکؒ سے۔ خود رسالہ میں لکھا ہے جب تک اسنادی حیثیت واضح نہ ہوگی استدلال درست نہیں (صـ۵۹)

فلا بازیاں: علامہ سیوطیؒ کے اصل رسالہ میں قال الجوری من اصحابنا ہے۔ لفظ اصحابنا سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جوری شافعی ہے اور طبقات شافعیہ صـ۳۰۷ ج ۲ پر الجوری کا ذکر ہے۔ اس کا نام علی بن الحسین القاضی ہے۔ اس کی پیدائش ۲۳۸ھ میں ہے یعنی امام مالکؒ سے تقریباً ۵۹ سال بعد پیدا ہوا۔ اور علامہ سیوطیؒ کی وفات ۹۱۱ھ ہے۔ تقریباً چھ سو سال بعد کیا اس سند کا اتصال شیخ الحدیث مع التثلیث ثابت کر سکتے ہیں۔ اعجوبہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے جب علامہ سیوطیؒ کا یہ رسالہ چھپوایا تو اصل رسالہ میں تو الجوری رہنے دیا مگر حاشیہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں الجوزی ہے بعض میں ابن الجوزی۔ حالانکہ نہ تو الجوزی کا شافعی ہونا ثابت ہے (ان کی پیدائش ۵۰۷ھ اور وفات ۵۳۵ھ ہے) نہ امام مالکؒ اور

علامہ سیوطیؒ سے ملاقات۔ اور ابن الجوزی حنبلی ہیں تذکرۃ الحفاظ اردو، ان کی پیدائش ۵۱۰ھ اور وفات ۵۹۷ھ میں ہے۔ ان کی بھی ملاقات نہ امام مالکؒ سے ثابت نہ علامہ سیوطیؒ سے۔

انجو بے در انجو ہے بیچارے ایوب صابر نے ابن الجوزی کو مالکی لکھ مارا ہے۔ یہ اُن کا علمی شاہکار ہے۔ ایوب صابر صاحب نے صـ۳۲ پر ایک عنوان قائم فرمایا "اُمّت میں گیارہ رکعت تراویح کے قائلین" اور چودہ سو سال میں صرف ۷ آدمی تلاش کیے۔ جن میں (۱) امام مالکؒ ان کے قول کا بے سند ہونا گزر چکا، (۲) ابو بکر ابن العربی مالکی اس کی کتاب شرح ترمذی میں اُس کا یہ عمل ہمیں نہیں ملا (۳) عمر بن احمد جوزی ابو احمد شرقی (۴) عمر بن احمد جوری ابو الحسین (۵) وجیہ صاحب (۶) ابو المنصور جس کا سن وفات ۴۶۹ھ ہے مگر ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا حالانکہ خود اُن کا فرمان ہے۔ "ان پر ضروری اور لازم تھا کہ ان کے حوالے بھی ساتھ ذکر کرتے تاکہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی لیکن چونکہ یہ سفسطی اوہام و جنون تھے جن کا مقصد سے ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں ہے۔ بنا بریں حوالہ دینے سے عاجز رہے (صـ ب) ہم نے کتاب الانساب سمعانی دیکھی، اس میں آٹھ تراویح کا تو اشارہ بھی نہیں البتہ ایسے نام معلوم ہوتے وہاں ہے عمر بن احمد بن محمد الجوری حدث عن ابی حامد احمد بن محمد بن الحسن الشرقی صـ۱۱۵۔ اس نے لکھا عمر بن احمد جوزی ابو احمد شرقی آدھا نام شاگرد کا آدھا استاد کا پہلے میں الجوری کو جوزی بنایا اور دوسرے میں ابو حامد کو ابو احمد افسوس دل کی بصیرت سے تو یہ پہلے ہی محروم تھے اب آنکھوں کی بصارت بھی جواب دے گئی۔ مولوی سلطان محمود تو بے چارے بوڑھے ہیں۔ دوسرے ہی غور سے دیکھ لیتے اور جس کو عمر بن احمد جوری ابو الحسین لکھا ہے اس کا اصل نام ابو الحسن احمد بن عمر الخفاف ہے باپ کو بیٹا، حسن کو حسین بنا دیا اور وجیہ صاحب۔ بو بکر بن ابی عبد الرحمٰن الشحامی ہے اور ابو المنصور اصحابِ ابی حنیفہ میں سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح کے ساتھ ان کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ اب تو سلطان محمود کو یہ ورد کرنا چاہیئے۔

مالکی فقہ کے متون اور مالکیوں کے متواتر تعامل کے خلاف ایسا بے سند قول پیش کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے (در مختار)

محمد امین صفدر

ابتدائیہ

نماز تراویح کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب غیر مقلدین کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے نہیں دے سکے:

(۱) جس طرح احادیث میں نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، ضحیٰ، تہجد، وتر نمازوں کے نام آتے ہیں، کیا کسی صحیح حدیث میں کسی نماز کا نام تراویح بھی آیا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت رات کے وقت پڑھتے ثم یتروح واطال پھر کافی دیر تک استراحت اور وقفہ کرتے تھے۔ (بیہقی ص۴۹۷، ج ۲) امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے مگر پوری امت نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے گویا تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ روایت مقبول ہے۔ اس تلقی بالقبول سے ہی خود غیر مقلدین نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے

(۳) حضرت عمرؓ چار رکعت کے بعد ترویحہ فرماتے کہ آدمی سلع پہاڑ تک جا سکے (بیہقی ص۴۹۷، ج ۲)

(۴) فتاوٰی علمائے حدیث ص۲۴۱، ج ۶ پر ہے: "نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہِ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جاتی ہے اور اس نماز کا نام نماز تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اِس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنے ایک مرتبہ آرام کرنے کے ہیں"

(۵) فتاوٰی علمائے حدیث ص۲۴۳، ج ۶ پر ہے: "قیامِ رمضان نماز تراویح سے

اَعْسو ہے کیونکہ نمازِ تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح نہ ہوگی بخلاف قیامِ رمضان کے کہ اس میں جماعت شرط نہیں خواہ جماعت کے ساتھ پڑھیں خواہ اکیلے اکیلے پڑھیں۔"

(٦) نیز لکھا ہے کہ جو کرمانیؒ نے کہا ہے کہ قیامِ رمضان سے بالاتفاق نمازِ تراویح مراد ہے یہ انہوں نے ایک انوکھی بات کہی ہے (ایضاً)

(٧) اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے وقت میں پڑھے تو تہجد کے قائمقام ہوتی ہے (ایضاً صـ۳۲۹)

(٨) نمازِ تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے۔

(ایضاً صـ۲۳۰، ج ٦)

(٩) جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نمازِ تراویح پڑھ لے وہ آخر وقت میں تہجد پڑھ سکتا ہے، تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاوی علمائے حدیث صـ۲۳۱، ج ٦)

۴-۵-٦-۷-۸-۹۔ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو وہ احادیث تحریر فرمائیں۔ اگر ثابت نہ ہوں تو ان اقوال کے لکھنے والے اُمتیوں کی تقلید سے مشرک ہیں یا نہیں؟

(١٠) تراویح اور تہجد ایک نماز ہے، یہ قرآن کی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت فرمائیں اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، اُمتیوں کے اقوال لکھ کر مشرک نہ بنیں۔

(١١) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک نماز کا نام گیارہ مہینے تہجد ہے اور بارہویں مہینے تراویح ہے؟

(١٢) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ نماز گیارہ ماہ نفل ہے اور بارہویں مہینے سنت ہے؟

(١٣) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس نماز کا وقت رات کا آخری حصہ ہے اور بارہویں مہینے اس کا وقت عشاء کے فوراً بعد ہے؟

(۱۴) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے یہ نماز اکیلے پڑھو اور بارھویں مہینے میں باجماعت پڑھو؟

(۱۵) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس میں قرآن ختم کرنا سنت نہیں ہاں بارھویں مہینے میں قرآن ختم کرنا سنت ہے؟

(۱۶) ایک شخص نے ساری عمر میں تین دن نماز تراویح باجماعت پڑھی ہیں۔ اب نہیں پڑھتا کیا وہ گنہگار ہے؟

(۱۷) ایک آدمی کہتا ہے کہ نماز ضحیٰ، نماز تہجد کی طرح یہ نماز تراویح بھی نفل ہے، اس نے نہ ساری زندگی میں کبھی نمازِ تراویح پڑھی ہے نہ نماز ضحیٰ نہ نماز تہجد، کیا وہ گنہگار ہے (اگر ہے تو اس پر کتنے کوڑے حد ہیں)

(۱۸) جن محدثین اور فقہاء نے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز تہجد۔ نماز تراویح اور نماز وتر کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں وہ لوگ منکر حدیث ہیں یا کیا؟

(۱۹) بعض غیر مقلد اس قسم کی شرط لگایا کرتے ہیں کہ خود حضرت عمرؓ کا بیس رکعت میں شامل ہونا دکھاؤ تو کیا یہ شرط کسی حدیث کے مطابق ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا اپنے ہاتھ سے قرآن جمع کرنا ثابت کرو ورنہ ہم یہ قرآن نہیں مانتے یا خود حضرت عثمانؓ سے جمعہ کی پہلی اذان دینا ثابت کرو۔ ورنہ ہم یہ اذان نہیں مانتے، آیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲۰) کیا خود حضرت عمرؓ کا تراویح کی جماعت میں شامل ہونا، پورا ماہ اول شب تراویح پڑھنا۔ پورا ماہ مسجد میں تراویح پڑھنا۔ پورا رمضان وتر جماعت سے پڑھنا۔ تراویح میں پورا قرآن خود پڑھنا یا خود سننا ثابت ہے یا ان سب کاموں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا؟

(۲۱) مولانا داؤد غزنوی اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آٹھ تراویح سنت رسول اللہ کی ہے، اور باقی بارہ رکعت مستحب ہیں۔ اس سے تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص۲۶۵، ج ۶)

(۲۲) مدرسہ رحمانیہ (اہل حدیث) ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے زائد تراویح درست ہے اور باعث اجر بھی ہیں (فتاویٰ ستاریہ ص۱۹، ج ۳)

۲۱۔ ۲۲۔ کسی صحیح حدیث میں ہے یا ابن ہمامؒ کے ایک شاذ قول کی تقلید ہے؟
(۲۳) فتاویٰ علمائے حدیث ص۲۴، ج ۶ و ص۸۸، ج ۶ پر حدیث نبوی درج ہے کہ "ماہِ رمضان میں کہ نفلی نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض عبادت کی" کیا بیس رکعت تراویح پڑھنے والے اس ثواب کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟
(۲۴) جو لوگ اس ثواب سے روکیں وہ قرآنی زبان میں مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ اور اَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟
(۲۵) رحمانی صاحب انوار المصابیح میں بیس رکعت کے بارہ میں فرماتے ہیں "بیس رکعت پڑھنے والوں کو فاروق اعظم کیوں روکتے یہ کوئی معصیت اور منکر کام تو تھا نہیں (ص۲۲۶) اور فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے بیس پر نکیر نہیں فرمائی یہی اہل حدیث کا مذہب ہے (ص۲۲۶) معلوم ہوا آج جو بیس رکعت کے خلاف اشتہار، رسالے لکھ رہے ہیں وہ اہل حدیث نہیں ہیں منکرین صحابہ ہیں۔
(۲۶) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں "مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے بیس رکعت مقرر کر کے اس بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے (رفع الاختلاف ص۵۴) بیس رکعت کو مستحب کہنے والے بھی اہل حدیث ہیں اور بدعتِ شنیعہ کہنے والے بھی۔ اس تنازع کا فیصلہ خدا اور رسول سے فرما کر بتائیں کہ کون سا اہلِ حدیث خدا رسول کا منکر ہے؟
(۲۷) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد فرماتے ہیں "جو شخص مغرب کی چار رکعتیں پڑھے اُس کی نماز مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوئی۔ ایسا ہی جس نے تراویح بیس رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوتی (ایضاً ص۵) یہ مولانا کا شیطانی قیاس ہے جس سے ساری امت بدعتی قرار پاتی ہے یا حدیث میں یہ ہے کہ بیس والے کی آٹھ ادا نہ ہوں گی تو وہ حدیث پیش فرمائیں؟
نوٹ:۔ یہ مولوی محمد عثمان صاحب غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم ہیں۔ اخبار محمدی دہلی میں ان کے علمی جواہر پارے چھپا کرتے تھے یہ غیر مقلدین کے محدثِ اعظم حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے اخبار محمدی دہلی میں حافظ

عبداللہ روپڑی کے نام ایک کھلا خط شائع کرایا تھا جس میں روپڑی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ طالب علمی ہی میں علۃ المشائخ میں مبتلا تھے۔ اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے گی یہ لٹکا بھی نہ جائے لہٰذا مہربانی کر کے خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں (اخبار محمدی ص۱۵ کالم ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء) حافظ صاحب نے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں فرمایا بلکہ سنا گیا ہے آپ کے اخص تلامذہ بھی استاد محترم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

(۲۸) حال ہی میں فضیلۃ الشیخ عطیہ محمد سالم القاضی بالمحکمۃ الکبریٰ بالمدینۃ المنورۃ والمدرس فی المسجد النبوی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہی یہ ہے "التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہزار سال میں ایک ماہ رمضان بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسجد نبوی میں پورا مہینہ آٹھ تراویح باجماعت پڑھی گئی ہوں۔ اس کے رد میں ابھی تک غیر مقلدین نے کوئی اشتہار اور رسالہ شائع نہیں کیا۔ کیا مدینہ منورہ میں بدعات کی تائید میں رسالے لکھے جائیں، ان پر عمل جاری ہو تو وہاں تردید کی ضرورت نہیں؟

(۲۹) اسی طرح جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ سے بھی ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام "الھدی النبوی الصحیح فی صلوٰۃ التراویح" ہے جس میں بیس کی تائید اور آٹھ کی مخالفت ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شور مچائے گا کہ بیس تراویح سنتِ نبوی ہے تو پھر ہم خاموش رہنا گناہ سمجھیں گے لیکن ابھی تک آپ نے اس کا رد نہیں لکھا آپ کے شیخ الحدیث اور استاد بھی گناہ گار بنے بیٹھے ہیں۔

(۳۰) جو شخص بیس رکعت تراویح کو سنت کہے اس کے خلاف تو بیسیوں رسالے اور اشتہار آپ کی جماعت نے شائع کیے ہیں لیکن جو بیس رکعت تراویح کو بدعت کہتا ہے اس کے خلاف کتنے رسالے آپ نے شائع کیے ہیں ان کا نام اور پتہ بتائیں؟

(۱) حضرت ابو سلمہؓ اپنے والد عبدالرحمنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے رمضان کے مہینے کا ذکر فرمایا کہ ایسا مہینہ ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ وَ سَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ۔ اللہ نے تم پر روزہ فرض کیا میں نے قیام سنت کیا، پس جس نے اس مہینہ کے روزے رکھے اور قیام کیا، ایمان سے نیکی اور ثواب طلب کرتے ہوئے تو وہ اپنے گناہوں سے اسی طرح نکل جائے گا جس طرح کہ اس دن اسے ماں نے جنا (ابن ماجہ صـ۹۴، نسائی صـ۳۰۸، ج ا، مسند احمد صـ۱۹۱، ج ا)

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں، (کبیری صـ۴۰۴، شرح نقایہ صـ۱۰۴)

امام نوویؒ فرماتے ہیں خوب جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ بیس رکعت ہیں (کتاب الاذکار صـ۸۳)

دعویٰ:- بیس رکعات تراویح سنت ہیں (درمختار صـ۹۸ ج ا۔ ہدایہ صـ۹۹ ج ا۔ شرح نقایہ صـ۱۰۴، ج ا)

سُنّت کی تعریف:- سُنّت دین کا وہ پسندیدہ معمول و مُروّج طریق ہے جو خواہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو یا آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہو، اس کی دلیل نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر لازم ہے کہ میرے طریق اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کے طریق کو اپناؤ اور اُسے دانتوں سے (مضبوطی سے) تھام لو، علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیھا بالنواجذ۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان کو اُس کے زندہ کرنے کی امکانی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر وہ اِسے ترک کرے تو قابلِ ملامت ہوگا الا یہ کہ وہ سنت پر عمل کسی عذر کی بناء پر چھوڑے (ترجمہ اردو اصول الشاشی صـ۲۲۲)

معلوم ہوا کہ سنت کے لئے اس کا رائج ہونا اور عادت ہونا ضروری ہے مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا حضرتؐ سے ثابت ضرور ہے مگر یہ عادت مبارک نہیں تھی عادت مبارک بیٹھ کر پیشاب فرمانے کی تھی یہی سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک کپڑا بھی پہنتے کبھی دو مگر عادت مبارک تین تین کپڑوں کی تھی، تہ بند

قمیص اور عمامہ تو تین کپڑوں کو سنت کہا جائے گا۔

(۳) اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ دھونا آپؐ سے ثابت ہے مگر یہ آپ کی عادت مبارک نہ تھی عادت مبارک تین تین مرتبہ دھونے کی تھی اس لئے یہ سنّت ہے۔

(۴) وضو کے بعد بیوی سے بوس و کنار کرنا ثابت ہے لیکن وضو میں کُلّی کرنا آپ کی عادت تھی اس لئے کُلّی کو سنّت کہا جائے گا نہ کہ بوس و کنار کو۔

(۵) نماز میں بچی کو اُٹھا کر نماز پڑھنا ثابت ہے مگر عادت نہ تھی اس کے برعکس نماز کے رکوع سجود میں تسبیحات پڑھنا عادت تھی اس کو سنّت کہا جائے گا۔

(۶) بیوی سے روزہ میں بوس و کنار ثابت ہے مگر عادت نہ تھی ہاں روزہ کے لئے سحری کھانا آپ کی عادت مبارک تھی اس لئے اِسے سنّت کہا جائے گا۔

(۷) خود ایوب صابر صاحب ص۳ پر وتر کے بعد دو نفل کو ثابت مانتے ہیں مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اِن پر آپؐ کی مواظبت ثابت نہیں۔

اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اگر بالفرض مختلف اعداد ہوں تو کِس عدد پر مواظبت ثابت ہے اُس عدد کو سنّت کہا جائے گا۔ حضرات غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ آٹھ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہم نے اِس کا انکار کیا تھا کہ آٹھ رکعت پر حضورؐ کی مواظبت ثابت نہیں۔ رحمانی صاحب کی انوار المصابیح، مولوی عبدالمنان نورپوری کی تعداد تراویح۔ ایوب صابر صاحب کی تحقیق تراویح اور کئی دیگر رسائل پڑھ کر ہمارا یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے کہ آٹھ رکعت تراویح ہر گز سنت نبوی نہیں، کیونکہ سب نے بنیاد حدیث عائشہؓ کو بنایا ہے جس کا تراویح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ تفصیل آتے گی۔ رہی حدیث جابرؓ وہ اوّلاً تو نہ صحیح ہے نہ حسن، اسی لئے حافظ عبدالمنان صاحب اور جناب ایوب صابر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تراویح کی تعداد رکعات کے اثبات کا مدار حضرت جابرؓ کی یہ حدیث نہیں (تعداد تراویح ص۳۷)

ایوب صابر صاحب فرماتے ہیں مذکورہ بالا دونوں حدیثیں (جابرؓ- ابی بن کعب) ہم نے بطور شواہد پیش کی ہیں (تحقیق تراویح ص ۲۲) پھر باوجود ضعف کے اُن میں تراویح کی تعداد پوری مذکور نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری تراویح جماعت سے نہیں پڑھائیں چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کے ساتھ تراویح پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے نماز مختصر کی اور حجرہ (اعتکاف) میں داخل ہو گئے فصلّٰی صلٰوۃ لَمْ یصلھا عندنا پھر نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ نہ پڑھی تھی (مسلم ص ۳۵۲ ج ۱- احمد ص ۱۹۳ ج ۳- قیام اللیل ص ۱۵۴) حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی رات میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک قوم آئی اور آپ کے ساتھ شریک نماز ہوئی پھر حجرہ میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور ہلکی پھلکی نماز پڑھائی۔ صبح کے وقت لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہم آپ کے پیچھے تراویح پڑھ رہے تھے آپ کبھی گھر میں جاتے کبھی باہر آتے فرمایا تمہاری وجہ سے ہی میں نے ایسا کیا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ص ۱۷۳ ج ۳) امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ کئی بار حجرہ میں داخل ہوتے اور کئی بار باہر تشریف لائے (ص ۱۰۳ ج ۳ ص ۱۸۵ ج ۳) ان احادیث صحیحہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تراویح کی جماعت کروائی ہے تو ساری رکعتیں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھائیں کچھ حجرہ میں پڑھی ہیں پس حدیث جابرؓ میں باوجود ضعیف ہونے کے نہ پوری تعداد تراویح کا ذکر ہے نہ اُس پر مواظبت ثابت ہے پس سنّت ہرگز نہ ہوئی۔

تطبیق۔ محدثین اور فقہاء کا اصول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ٹکراؤ کی پالیسی کی بجائے تطبیق کی پالیسی مناسب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے کچھ رکعات جماعت سے پڑھائیں، ہو سکتا ہے وہ حضرت جابرؓ نے بیان فرما دی ہوں اور حجرہ کے اندر کتنی رکعتیں پڑھیں حدیث جابرؓ اس سے خاموش ہے تو ضرور ہوا کہ کوئی اور حدیث تلاش کی جائے جس میں اس سے زیادہ تعداد مذکور ہو تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث مل گئی جس میں ۲۳ رکعت کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ کل رکعات ۲۳ تھیں، گیارہ

باجماعت اور بارہ بلا جماعت، چونکہ جماعت پر آپؐ نے مواظبت نہ فرمائی اس لئے گیارہ پر مواظبت نہ ہوئی اور بیس آپ بلا جماعت پڑھتے رہے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے حکم دیا تو پہلے باجماعت گیارہ کا حکم دیا ہو کیونکہ جماعت اتنے پر ہی ثابت تھی، پھر اُس پر مواظبت نہ فرمائی کیونکہ حضورؐ نے مواظبت نہیں فرمائی تھی، پھر بیس رکعت اور تین وتر باجماعت پر ہی صحابہ نے مواظبت فرمائی۔ اِس طرح تمام روایات میں تطبیق بھی ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آٹھ رکعت نہ سنت نبوی ہے نہ سنت صحابہ، کیونکہ اِن پر نہ ہی حضورؐ نے مواظبت فرمائی اور نہ ہی صحابہ نے۔ ہاں بیس رکعت سنّت ہے کیونکہ اس پر مواظبت ثابت ہے صحابہ کی اجماعًا اور حضورؐ کی تلقیًا۔ الغرض آٹھ پر نہ مواظبت ثابت نہ صحت ثابت نہ تلقی بالقبول ثابت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ رمضان المبارک میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ کوشش فرماتے (مسلم)

(۲) ام المومنینؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ کی نماز غیر رمضان کی نسبت بڑھ جاتی (کثرت صلوٰتہ) اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا (بیہقی)

(۳) آپؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا آپ کمربستہ ہو جاتے اور جب تک سارا رمضان نہ گزر جاتا آپ رات کو بستر پر تشریف فرما نہ ہوتے۔ (شعب الایمان بیہقی)

(۴) آپؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کے آخری دس دن آتے تو آپ بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری ص۲۶۹، ج۱)

اب جو شخص یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کرتا ہوں اُسے چاہیئے رمضان کی ساری راتیں عبادت میں گزارے۔ اتنی عبادت کرے کہ اس کا رنگ بدل جائے، آخری دس راتوں میں اپنے گھر والوں کو بھی نہ سونے دے۔ کیا غیر مقلدین کے کسی ایک گھر میں بھی اس طریقہ پر عمل ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر دین میں اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہی کم از کم جھوٹ بولنے سے توبہ کر لیں۔

(۵) آپؐ نے اُمت کو بھی رمضان میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ عبادت کی ترغیب دلائی یہاں تک فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر (مشکوٰۃ، فتاویٰ علمائے حدیث ص۴۷، ج۶۔

بیس رکعات تراویح کی احادیث

(۱) عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۴، ج۲) قلت سندہٗ حسن وَتَلَقَّتْہُ الْاُمَّۃُ بالقبول فھو صحیح۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور امت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لئے یہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے جواب میں جناب ایوب صابر صاحب فرماتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیس رکعت کے ثبوت میں پیش کرنا پرائمری سکول کے ماسٹر کا ہی کام ہو سکتا ہے جو کہ علم حدیث و اصول حدیث سے ناواقف ہو، صاحب علم آدمی اپنے مذہب کو بدنام کرنے کی خاطر اتنی حماقت کبھی نہیں کر سکتا۔ اس سے بڑھ کر افسوس ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنے مسلک یعنی حنفیت کو بدنام کرنے کے لئے اس رسالہ کو شائع کیا اور اس پر..... رقم لگائی (تحقیق تراویح ص۳۶، ۳۷)

ناظرین کرام اسلام میں عملی مسائل کا اصل دار مدار تعامل امت پر ہے جس حدیث پر امت بلا نکیر عمل کرتی چلی آ رہی ہو اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس حدیث پر پوری امت نے عمل ترک کر دیا ہو اس کی سند خواہ کتنی صحیح ہو وہ معلول قرار پاتی ہے "نور الانوار" میں صراحت ہے کہ جس خبر واحد کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو جائے اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی، المعجم الصغیر للطبرانی کے آخر میں ص۷۷ سے ص۹۹ تک اس اصول پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے التحفۃ المرضیہ فی حل بعض مشکلات الحدیثیہ۔ جس میں امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، علامہ سیوطیؒ، سخاویؒ، شوکانیؒ وغیرہ سے یہ اصول واضح فرمایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی پرائمری سکول کا ماسٹر نہیں۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص۴۷، ج۶ میں تحریر ہے۔ علاوہ ازیں ضعیف حدیث جب کہ قرون مشہود لہا بالخیر (خیر القرون) میں معمول بہ ہو وہ امت کے

ہاں مقبول ہے جیسے العینان وکاء السہ کی حدیث اور حدیث الماء طہور لا ینجسہ شیٔ الا ما غلب علی ریحہ او طعمہ او لونہ کی اور حدیث لا وصیۃ لوارث کی اور ان جیسی حدیثیں اور بہت ہیں اور اُمت اِس بات پر متفق ہے کہ نیند ناقض وضو ہے اور اِن کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں سو وہ اسناد کی حیثیت سے مردود ہیں اور معانی کے لحاظ سے مقبول ہیں، حافظ (ابن حجر) نے تلخیص میں کہا ابن عبد البر نے اُن علماء کی تصیح پر تعاقب کیا ہے جنہوں نے حدیث البحر ھو الطھور ماءہٗ کی تصیح کی ہے پھر بایں ہمہ اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے کیونکہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے، سو اِس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے مردود اور معنیٰ کے لحاظ سے قبول کیا ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ حدیث الا ما غلب علیٰ ریحہ او طعمہ کے ضعیف کہنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ میں کہتا ہوں اور بایں ہمہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قلیل کثیر پانی جب نجاست پڑ کر رنگ یا بُو یا مزہ کو بدل دے تو وہ پلید ہے، جس طرح ابن المنذر نے کہا ہے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ عامہ علماء کا قول یہی ہے میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کے درمیان اختلاف ہو، شوکانی نے کہا ہے کہ اہلِ حدیث اِس زیادت کے ضعف پر اتفاق کر چکے ہیں لیکن اِس کے مضمون پر اجماع ہے جس طرح کہ ابن المنذر اور ابن الملقن نے نقل کیا ہے، سو اب جو لوگ اجماع کے حجت ہونے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک اس زیادت کے مفاد پر اجماع ہی دلیل ہے اور جو لوگ اجماع کے حجت ہونے کے قائل نہیں اُن کے ہاں یہ اجماع اِس زیادت کے صحیح ہونے کا مفید ہو گا۔ اِس لئے کہ یہ زیادتی ایسی ہو گئی جس کے معنیٰ پر اجماع ہو چکا ہے اور قبولیت کی نظر پڑی ہے، سو ان کا استدلال اِس زیادت سے ہے نہ اجماع سے، اور سخاوی نے شرح الفیہ میں کہا ہے جب اُمت ضعیف حدیث کو قبول کر لے تو مذہب صحیح یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے یہاں تک کہ وہ یقینی اور قطعی حدیث کو منسوخ کرنے میں متواتر حدیث کے رتبہ میں سمجھی جائے گی اور اِسی وجہ سے شافعی نے حدیث لا وصیۃ لوارث کے بارے میں یہ فرمایا ہے اِس کو اہل حدیث ثابت نہیں کہتے لیکن عامہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے اور اُس

پر عمل رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو آیتِ وصیت کا ناسخ قرار دیا ہے، امام ترمذیؒ نے صـ۱۸۴، صـ۲۲۱، صـ۳۰۷ وغیرہ کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے مگر اس پر اہلِ علم کا عمل ہے۔ امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی صـ نواب صدیق حسن خاں نے الروضۃ الندیہ صـ پر اسی اصول کو لکھا ہے۔ ان اقتباسات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ اگر کسی حدیث کی سند کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہو لیکن اُس کے مضمون کو اُمت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو تو اس پر عمل ضروری ہو جاتا ہے۔ خود اس کو ضعیف کہنے والے محدثین بھی اسی پر عمل کرتے ہیں۔

حضرات ناظرین پانی کے پاک ناپاک ہونے کا مسئلہ وضو کی بنیاد ہے اور یقیناً تراویح سے زیادہ اہم ہے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعیف حدیث بھی مقبول ہے وارث کے لئے وصیت کا منع ہونا بظاہر قرآن پاک کی آیتِ وصیت کے خلاف ہے اور قرآن کی بظاہر مخالفت مسئلہ تراویح سے بہت اہم ہے مگر پھر بھی اُمت نے اس کو قبول کیا سند کے ضعف کو جھٹک دیا اور آیت قرآنی کو اس سے مخصوص یا منسوخ مان لیا یہ اُمت کے فقہاء اور محدثین کا مسلّمہ اصول ہے۔ کسی پرائمری سکول کے ماسٹر کی خانہ ساز بات نہیں۔ جب ان اہم مسائل میں عام علماء کی تلقی بالقبول سے ضعیف احادیث درجہ متواتر تک پہنچ گئی ہیں تو وہ حدیث جس کو مہاجرین و انصار اور خلفائے راشدین کی تلقی بالقبول نصیب ہے وہ ان سے اعلیٰ درجہ کی صحیح و مقبول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس حدیث کے موافق عمل کر کے خلفائے راشدین، مہاجرین، انصار، تابعین تبع تابعین اور باقی اُمت نہ بدنام ہوتی نہ حماقت کی تو بیچاری حنفیت اس سے کیسے بدنام ہوتی اور کیا حماقت کی؟ ہاں ساری اُمت کو بدنام یا احمق کہنا شاید کہنے والے کی حماقت یا بدنامی ہی ہو گی۔

اس تلقی بالقبول کی بحث کے بعد سند کی بحث کی ضرورت نہیں تاہم اس میں غیر مقلدین کی ناانصافی بتانا ضروری ہے۔ اس کی سند یوں ہے۔ حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس جب یہ حدیث ہم پیش کرتے ہیں تو غیر مقلدین ورق کے ورق سیاہ کرتے ہیں کہ ابراہیم بن

عثمان ابو شیبہ سخت ضعیف ہے۔ اس سند کو پیش کرنا بدنامی ہے حماقت ہے۔ پرائمری سکول کے ماسٹر کا کام ہے۔

حضرات غیر مقلدین کے ہاں نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا کم از کم سنت مؤکدہ ہے اُس کی دلیل میں حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص۳۴۳ پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ) صلوٰۃ الرسول کی تعریفیں کرنے والے حافظ محمد گوندلوی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا نور حسین گھرجاکھی، مولانا عبد اللہ ثانی امرتسری، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد داؤد غزنوی، ترجمان دہلی، نوائے وقت لاہور، فاران کراچی، نور توحید لکھنؤ، نوائے ملت مردان، الاعتصام لاہور، الحرا، لاہور، نوائے پاکستان لاہور، زمیندار لاہور، احسان لاہور، صحیفہ کراچی، آفاق لاہور، انقلاب لاہور، ڈان کراچی ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی یہی ہے ابراہیم بن عثمان عن حکم عن مقسم عن ابن عباس (ابن ماجہ) ظاہر ہے کہ صلوٰۃ الرسول کی تعریفیں لکھنے والے مذکورہ حضرات میں سے ایک بھی پرائمری سکول کا ماسٹر نہیں، لیکن نہ ان حضرات کے استدلال سے فرقہ اہل حدیث بدنام ہوا نہ ان علمائے اہلحدیث کی حماقت کا ترانہ گایا گیا، جنازہ میں فاتحہ کا مسئلہ تراویح سے زیادہ اہم مسئلہ ہے کیونکہ غیر مقلدین اسے فرض کہتے ہیں، تراویح کو آج تک کسی نے فرض نہیں کہا، جس راوی کی حدیث سے فرضیت ثابت کرنا حماقت اور بدنامی نہیں ہے اُس راوی کی حدیث سے سنیت ثابت کرنا کیوں حماقت ہے۔ اِس جنازہ والی حدیث کے خلاف نہ کوئی ورق سیاہ کئے گئے نہ چیلنج بازی ہوئی۔

فرق: حالانکہ بیس تراویح اور نماز جنازہ میں فاتحہ کی حدیث کی سند ایک ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا فرق ہے کہ بیس رکعت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے مگر نماز جنازہ میں فاتحہ مدینہ میں بالکل متروک تھی، امام مالکؒ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ہمارے شہر مدینہ میں کوئی دستور نہیں (المدونۃ الکبریٰ) سند دونوں کی ایک، عمل میں دونوں میں فرق، تراویح میں تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعف ختم ہو گیا مگر

پھر بھی استدلال حماقت، فاتحہ کی بحث میں متروک العمل ہونے کی وجہ سے ضعف اور بڑھ گیا مگر اس سے استدلال جائز اور درست۔ ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے۔

راوی کا حال: کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لئے بنیادی طور پر دو ہی باتیں ضروری ہیں۔ اُس کا حفظ ثابت ہو اور عادل ہونا ثابت ہو۔ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کو حافظ ابن حجر نے الحافظ کہا ہے اور کسی نے اُس کے حافظہ پر جرح نہیں کی۔ رہی اُس کی عدالت اُس کے بارہ میں امام شعبہ نے جرح مفسّر کی ہے اور امام یزید بن ہارون نے تعدیل مفسّر کی ہے۔ شعبہ کی جرح کا ذہبی نے مذاق اڑایا ہے۔ باقی جارحین صرف شعبہ کے مقلد ہیں۔ تہذیب میں لکھا ہے کہ شعبہ ہمیشہ ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابو شیبہ سے شعبہ روایت لیتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شعبہ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہو گا۔ اگر رجوع مان لیا جائے تو راوی ثقہ درجہ صحیح میں ہو گا۔ اگر رجوع ثابت نہ مانا جائے تو راوی مختلف فیہ ہو گا درجہ حسن میں آ جائے گا اسی لئے میں نے سندہ حسن لکھا تھا۔

اِس حدیث کو نہ ماننے کا دوسرا بہانہ یہ ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ کے خلاف ہے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول نصیب ہو وہ اگر قرآن کی آیت کے بھی خلاف ہو تو عمل جائز ہے چہ جائیکہ کسی مضطرب خبرِ واحد کے خلاف ہو۔ اور یہاں تو اختلاف بھی نہیں کیونکہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارہ میں ہے یہ تراویح کے بارہ میں۔ کل کو آپ یہ کہنا شروع کر دیں کہ عصر کے چار فرض اور مغرب کے تین فرض کی احادیث میں تعارض ہے۔ اگر بفرضِ محال یہ ایک ہی نماز کے بارہ میں ہوتیں تو بھی آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ تین دفعہ اعضائے وضو کو دھونے والی حدیث ایک یا دو دفعہ دھونے والی حدیث کے خلاف ہے۔ تین کپڑوں والی حدیث ایک کپڑا پہننے کے خلاف ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ شامل ہیں، تحقیق تراویح ص۱۰۰۔ یہ بھی لکھا ہے ہم اُن کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ص۱۰۴۔ اگر بیس رکعت تراویح حدیث صحیح کے خلاف ہے تو آپ کو اعتراض کیوں نہیں۔ اگر خلاف نہیں تو بات ختم ہوتی۔

نوٹ: ایوب صابر اور ان کے شیخ الحدیث صاحبان کی ایک عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ ان کو وکیل اہلِ حدیث ہند کی ایک نصیحت یاد کرا دوں۔ انہوں نے بڑے دردِ دل سے فرمایا ہے "جو شخص سچا اہل حدیث رہنا چاہتا ہے وہ اِس نوٹ کو ملاحظہ کرے اور اس پر کاربند ہو ورنہ مطلق تقلید سے متنفر ہو کر اعتزال نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور دہریت میں جا پڑے گا۔ امام شافعیؒ نے اتباع قول صحابہ کا نام تقلید رکھا ہے اور ابن القیم نے بھی اس محاورہ کو مسلّم رکھا ہے۔ امام شافعی اور حافظ ابن القیم کے یہ اقوال فرقۂ اہل حدیث کے اُن جہلا اور بعض علماء پیروانِ خواہشِ جہلا کے لئے ایک عبرت خیز و ہدایت انگیز تازیانہ ہے جو لفظ تقلید و مقلد کے نام سے چونک اٹھتے ہیں اور یہ الفاظ سُنتے ہی ایسے چڑتے اور جلتے ہیں جیسے دیہاتی سکھ بانگ سُننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے سے (اشاعت السنۃ ص۱۲۶، ج ۴)

دیکھئے مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند نے تقلید کو اذان اور کلمہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے اور تقلید سے چڑنے والوں کو دیہاتی سکھوں اور متعصب ہندوؤں سے۔

تقلید سے تو آپ کو چڑ تھی ہی، اب تو حدیث سے بھی چڑ ہو گئی ہے کہ جس حدیث کو اُمت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اُس کے خلاف گستاخانہ لہجہ اختیار کیا ہے یہ صرف ایوب صابر یا سلطان محمود کا ہی شیوہ نہیں بلکہ اپنے بڑوں سے احادیث کو رد کرنے کی عادت وراثت میں ملی ہے چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے زمانہ کے غیر مقلدین کو نصیحت فرماتے ہیں۔ علماء کو یہ لائق نہیں کہ ہر ایک حدیث خصوصاً احادیث طبقہ رابعہ سے بلا تحقیق صحت تمسک کریں اور نہ عوام کو یہ زیبا ہے کہ جو حدیث کسی کی زبان سے سُن لیں یا تراجم کتب حدیث میں دیکھ لیں اُس سے بلا تحقیق صحت و مراجعت علماء لپٹ جایا کریں اور اتنی ہی بساط پر اہل حدیث کہلائیں اور مطلق تقلید کو بالفاظ قحبہ زال وغیرہ وغیرہ صلوٰتیں سنائیں اور مقلدین مذاہب مجتہدین کو بُرائی سے یاد کریں ایسے اندھا دُھند احادیث پر عمل کرنے والے محققوں اور مذاہبِ مشہورہ کے مقلدوں میں سرِ مُو فرق نہیں ہے،

ہاں فرق یہ ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین مسلّم الاجتہاد کے مقلد ہیں اور یہ غیر مجتہدین کے مقلد یہ مقلد نام کے محقق جیسے احادیث غیر صحیحہ کے تسلیم میں بے ضبطی کر رہے ہیں ویسے ہی احادیث صحیحہ وحسنہ لائق عمل کو رد کرنے میں بے ضبط ہو رہے ہیں بہت سی احادیث کو جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے نزدیک مانی ہوئی اور لائق عمل قرار دی گئی ہیں، یہ صرف اُن کے بعض راویوں کو مجروح و مطعون دیکھ کر ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ جو مسئلہ اس حدیث سے فلاں امام یا مجتہد نے نکالا ہے اُس کی کوئی اصل نہیں (اشاعۃ السنۃ ج ۱۱)

مولانا عبد الجبار غزنوی اور مولانا عبد التواب ملتانی فرماتے ہیں،

"اور ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور در حقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں۔ جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں اُن کو ادنیٰ سی قدح اور کمزور سی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور اُن پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشا وکلا، اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں، اور ملت حنیفیہ کی بنیادوں کو کھنہ کرتے ہیں اور سنتِ مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیثِ مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور اُن کے دفعہ کرنے کے لیے سو حیلہ بناتے ہیں کہ جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے"

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۸، ج ۷)

یہ غیر مقلد علماء کی شہادتیں ہیں اور قرآن پاک کے مطابق دو شہادتوں سے بات ثابت ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ نیا بنا ہے۔ ان کا مشن حیلے بہانوں سے صحیح احادیث کو رد کرنا ملتِ حنیفیہ کی بنیادیں کھودنا اور سنت نبویہ کو مٹانا ہے آج اسی مشن کے علمبردار سلطان محمود جلال پوری ہیں۔

دور فاروقی ۱۵ھ میں باقاعدہ نماز تراویح باجماعت کا اہتمام کیا گیا۔ بخاری ص۲۶۹ ج ا، مسلم ص۲۵۹ ج ا۔ اُس وقت لوگ باجماعت کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۲) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی شھر رمضان بعشرین رکعة قال و کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکئون علی عصیھم فی عھد عثمان رضی اللہ عنہ من شدة القیام (بیہقی ص۴۹۶ ج ۲)

حضرت سائب بن یزیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ (اور حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

اس روایت کے بارہ میں خود ایوب صابر صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی سند بلاغبار صحیح ہے (تحقیق تراویح ص۱۵) البتہ یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس میں فی عہد عثمان کے الفاظ مدرج ہیں۔

(۳) وروی مالك من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة (فتح الباری ص۲۱۸ ج ۴)

امام مالکؒ نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے سائبؓ بن یزید سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح تھیں۔

(۴) وفی الموطا من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انھا عشرون رکعة (نیل الاوطار ص۲۹۵ ج ۲)

ترجمہ مثل سابق

یہ سند مالک عن یزید بن خصیفہ عن السائب بخاری ص۳۱۲ ج ا و ص پر موجود ہے۔

ان دونوں روایات کی سند پر تو صابر صاحب اعتراض نہیں کر سکے، ہاں انکارِ حدیث کے جذبے نے جوش کیا تو یہ لکھ دیا کہ یہ حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے اور شوکانی نے اُس کی تقلید کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ۸۵۲ھ میں فوت ہوتے۔ اُس وقت سے چودہویں صدی کے اختتام تک تقریباً ساڑھے پانچ صدیاں گزر چکیں۔ اس زمانہ میں سینکڑوں محدثین گزرے فتح الباری نایاب کتاب نہیں تھی سب کی نظر سے گزری اور موطا بھی نایاب نہ تھی۔ اتنی

صدیوں میں کسی مسلّمہ محدث نے اِس حدیث کو وہم قرار دیا ہو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں ورنہ سوائے انکارِ حدیث کے جذبہ کے اِس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، موطا امام مالکؒ کے سولہ نسخے ہیں جن میں سے ہمارے پاس صرف دو ہیں، امام یحییٰؒ والا اور امام محمدؒ والا۔ اِن دونوں میں بھی روایات کم و بیش ہیں تو جب ابن حجر اور شوکانی کے نسخہ میں یہ موجود ہے تو یہ اختلاف نسخہ اور زیادت ثقہ ہے جو اجماعاً مقبول ہے۔

(۵) عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر (معرفة السنن بیہقی صـ۳۶۷ کنز العمال صـ۲۶۴ ج ۸)

حضرت سائبؓ بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح (باجماعت) اور وتر پڑھتے تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المہذب)، علامہ سبکی، سیوطی اور ملا علی قاری نے اس کو صحیح فرمایا اور نیموی نے اس تصحیح کو نقل فرمایا ہے (آثار السنن صـ۵۵ ج ۲) ان اہل فن محدثین کی تصحیح کے بعد بیچارے ایوب صابر کی کیا حیثیت ہے ہاں جیسا کہ فتاویٰ علمائے حدیث سے گزرا کہ حیلے بہانوں سے احادیث کا انکار ان کی عادت قدیمہ ہے۔

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں۔

(۶) روی الحارث بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة (سنده صحیح)

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھتے تھے۔

(۷) عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمرؓ بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة ویوترون بثلاث (قیام اللیل صـ۱۵۷)

حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں باجماعت بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۸) عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرین رکعۃ (موطا امام مالک صہ ۴۰)

یزید بن رومانؒ سے روایت ہے کہ سب لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۹) عن یحیی بن سعید عن عمر بن الخطاب انه امر رجلاً ان یصلی بهم عشرین رکعۃ (ابن ابی شیبہ صہ ۳۹۳ ج ۲)

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

(۱۰) عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بهم عشرین رکعۃ۔ (نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب صہ ۱۴۲۹)

امام حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کو تراویح کا امام مقرر کیا وہ بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس حدیث میں ابوداؤد کے دو نسخے ہیں۔ بعض نسخوں میں عشرین رکعۃ ہے۔ اور بعض میں عشرین لیلۃ ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی کسی آیت کی دو قرآتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہیئے۔ ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن حیلے بہانوں سے انکارِ حدیث کے عادی سلطان محمود جلال پوری نے اس حدیث کا انکار کردیا اور الٹا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا کہ انھوں نے حدیث میں تحریف کی ہے حالانکہ یہ حدیث الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشرعیہ و دراسات الاسلامیہ جامعۃ ام القرٰی مکۃ المکرمہ نے بھی اپنی کتاب الهدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح صہ ۵۶ پر نقل کی ہے بلکہ دیوبند کا مدرسہ بننے سے صدیوں پہلے علامہ ذہبیؒ نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاً صہ ۴۰۰ ج ۱ پر ابوداؤد کے حوالہ سے عشرین رکعۃ نقل فرمایا ہے۔ احادیث کا انکار کرنے کے لئے دوسروں پر تحریف کے الزام لگانا یہ غیر مقلدوں کے شیخ المحدثوں اور پیشہ ور واعظوں کا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ امام اعظم سے بغض کی نحوست ہے کہ اب احادیث کا کھلم کھلا انکار ہو رہا ہے۔

(۱۱) عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بھم عشرین رکعۃ

(کنز العمال ص۲۶۴، ج ۸)

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاؤں۔

(۱۲) عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وتمیم الداری علی احدی وعشرین رکعۃ۔ الحدیث

(عبدالرزاق ص۲۶۰، ج ۴)

حضرت سائب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو خود ابی بن کعب اور تمیم داری پر جمع فرمایا وہ لوگوں کو اکیس رکعت پڑھاتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث فرأی اکثر من العلماء ان ذالک ھوالسنۃ لانہ قام بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر (فتاوی ابن تیمیہ قدیم ص۱۸۶ ج۱، جدید ص۱۱۲ ج ۲۳)

یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے مہاجرین (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور انصار (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور کسی منکر نے بھی (بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

ایوب صابر صاحب نے بڑے چیلنج سے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی کوئی ایسی عبارت نہیں ہے۔ اس لئے اب ہم نے اصل عربی عبارت بھی لکھ دی ہے اور دو ایڈیشنوں کا

حوالہ دیا ہے۔ اب ایوب صاحب اپنے شیخ الحدیث سلطان محمود اور اُستاد محمد رفیق کو لے کر کسی پرائمری سکول میں داخل ہو جائیں تاکہ حرف شناسی کے بعد حوالہ تلاش کرنے کی بصیرت حاصل ہو جائے۔ ان گیارہ روایات سے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قولاً فعلاً تقریراً تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی۔ ایسے ہی حضرت عثمانؓ سے بھی فعلاً، تقریراً اور تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی جس سے بیس رکعت کا سنت خلفاء راشدین ہونا واضح طور پر ثابت ہو گیا، ہمارا چیلنج ہے کہ دور فاروقی و دورِ عثمانی سے لے کر دورِ برطانیہ تک کسی ایک بھی سنی محدث یا فقیہ یا مورخ نے دور فاروقی و دور عثمانی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت کا انکار نہیں کیا نہ ہی دورِ برطانیہ سے قبل کسی مستند اسلامی کتاب میں اس مواظبت کے خلاف کوئی احتجاج ہے۔

غیر مقلدین کو احادیث کے انکار کی جو لت پڑ گئی ہے اس کے موافق ایوب صاحب نے پہلے تو انکار کے حیلے بہانے شروع کئے۔ مثلاً روایت ۵ کے بارہ میں کہا کہ ابو عثمان بصری مجہول ہے مگر اس کا حوالہ اہل فن اسماء الرجال کی کتب سے پیش نہ کر سکے جب کہ علامہ سبکی، سیوطی، نووی، ملا علی قاری جیسے اہل فن محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے تو جاننے والے اہل فن کے مقابلے میں انجان نااہل کی بات کا کیا وزن۔ حدیث نمبر ۷۔۸۔۹ کے بارہ میں انقطاع وارسال کا شور مچایا، حالانکہ اُسے خوب معلوم ہے کہ احناف کے ہاں خیر القرون کے ارسال کو جرح ہی نہیں مانا جاتا۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ تو مرسل کو ویسے ہی حجت مانتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور ان کی تقلید شخصی میں غیر مقلدین معتضد کو حجت مانتے ہیں۔ دیکھو مبارک پوری کی تحقیق الکلام ص ۔ یہ سب مراسیل معتضدہ ہیں۔ ان کے حجت ہونے کا کوئی مسلمان محدث یا فقیہ منکر نہیں ہے۔ صرف ایک مستند حوالہ تحریر کریں۔ ایوب صابر صاحب نے ان روایات کو صرف اس لئے رد کر دیا کہ فلاں راوی حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ۲۳ سال بعد پیدا ہوا اس لئے روایت مردود ہے۔ اس طرز سے بیچارے عوام تو سمجھیں گے کہ بہت بڑی تحقیق ہے مگر جن کی کتب حدیث پر نظر ہے وہ بیچارے کانپ اٹھیں گے کہ دیکھو انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا، جذبات اور تعصب سے بہٹ

کہ آپ غور فرمائیں کہ عیسائیوں اور نیچریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر معجزات کا انکار اسی بناء پر کیا کہ فلاں معجزہ روایت کرنے والا صحابی تو اُس وقت ابھی مسلمان بھی نہیں ہوا تھا یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا، منکرین حدیث نے بھی اکثر احادیث کا انکار اسی اصول پر کیا کہ فلاں صحابی واقعہ کا عینی شاہد نہیں ہے اس لئے سند متصل نہیں مگر علماء محدثین نے ان سب باتوں کا ایک ہی اصولی جواب دیا کہ مراسیل صحابہ باجماع اُمت حجت ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے محدثین کے اس اجماعی ضابطہ کو قبول کر لیا وہ انکار معجزات اور انکار حدیث سے بچ گئے اور جو جذبات اور تعصب کی رَو میں بہہ گئے وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور کتنے ہی سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ صحابہ کے بعد خیر القرون کی مرسلات کے بارہ میں اختلاف ہوا۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ نے ان مرسلات کو بھی قبول فرمایا اگر راوی ثقہ ہو۔ امام شافعیؒ نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرمایا مگر انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس طرح تو بہت سے ذخیرہ حدیث کا انکار ہو جائے گا تو انہوں نے بعض تابعین کی مراسیل کو تو مطلقاً قبول فرما لیا اور بعض کے قبول میں یہ شرط لگا دی کہ اگر اُس مرسل کی تائید دوسری سند سے یا تعامل سے ہو جائے تو وہ مقبول ہو گی ایسی مرسلات کو مراسیل معتضدہ کہا جاتا ہے۔ جس طرح مراسیل صحابہ کے ماننے پر اُمت کا اجماع ہے، ایسے ہی مراسیل معتضدہ کے ماننے پر اُمت کا اجماع ہے۔

عیسائیوں اور نیچریوں نے مراسیل صحابہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سے معجزات و احادیث کا انکار کر دیا۔ غیر مقلدین نے اجماع اُمت کے خلاف مراسیل معتضدہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سی سنتوں کا انکار کر کے خود بھی گمراہ ہوتے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر غیر مقلدین اس اجماع کو نہیں مانتے تو وہ قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث سے ثابت کر دیں کہ مراسیل صحابہ گو حجت ہیں لیکن مراسیل معتضدہ حجت نہیں۔ اور مطلق مراسیل خیر القرون کے بارہ میں تینوں اماموں کا قبول کرنا فلاں حدیث کے خلاف ہے اور امام شافعیؒ کا مرسل غیر معتضد کو رد کرنا فلاں حدیث کے موافق ہے۔ اور عجیب بات تو یہ ہے کہ جن کتابوں پر یہ مدار رکھا ہے کہ فلاں راوی کب پیدا ہوا [illegible]

جو ان راویوں سے سینکڑوں سال بعد لکھی گئیں۔ ۲۰ سال کا انقطاع تو حجت نہیں ۸۰ سو سال کا انقطاع حجت ہے۔ یہ ہی کسی حدیث سے ثابت فرمادیں اور یہ بھی ثابت فرمائیں کہ خیر القرون پر اعتماد نہ کرنا بعد میں آٹھویں صدی والوں کو ارباباً من دون اللہ بنا کر مان لینا بلا چوں چرا اُن کی باتوں سے ایسی احادیث کو بھی رد کر دینا جن پر پوری اُمت عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔ چونکہ بیس رکعت کے بارہ میں جو مراسیل ہیں وہ معتضدہ ہیں اس لئے خود امام شافعیؒ نے بھی بیس تراویح کا انکار نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا احب الی عشرون (قیام اللیل) اور امام شافعیؒ کے متقدمین میں سے بھی کسی نے دور فاروقی کی بیس رکعت تراویح کا انکار نہ فرمایا بلکہ بیس تراویح کو بالاتفاق سنت مانا۔ چنانچہ امام نوویؒ کتاب الاذکار ص۱۸۱ میں فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مرسل معتضد کا حجت ہونا غیر مقلدین میں سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص اور عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تحقیق الکلام ص پر تسلیم کر لیا ہے۔ ابن القیم کی زاد المعاد ص۳۰۱ ج۱ پر بھی ہے۔ جب اُس کا دل اس جواب سے مطمئن نہ ہوا تو ان گیارہ احادیث (جو محکم ہیں اور جن پر مواظبت ساری اُمت تسلیم کرتی ہے) کے معارضہ میں ایک مضطرب اور ایسی روایت پیش کی جس کے بارہ میں اہل سنت والجماعت محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ یا تو وہم ہے یا اُس پر مواظبت نہیں ہوئی۔ اس لئے بیس کے سنت ہونے پر اس معارضہ کا کوئی اثر نہیں۔

خود ایوب صاحب نے اہل فن محدثین علامہ زرقانی، علامہ ابن عبدالبر اور امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ پہلے گیارہ کا حکم تھا پھر بیس کا ص۹۷، ۹۸۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ گیارہ پر مواظبت نہیں ہوتی اس لئے وہ سنت ہرگز نہیں اور ۲۳ پر مواظبت ہوتی ہے وہی سنت ہے۔ پوری اُمت کے مقابلہ میں ایوب صاحب بلا کسی مستند حوالے کے اپنا وسوسہ یوں بیان کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ پہلے بیس ہوں پھر گیارہ مگر افسوس کہ ایسا ہوا نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان دونوں مبارک زمانوں میں حضرت عائشہؓ بھی حیات تھیں

اور یہ حدیث بھی روایت کرتی تھیں کہ جس نے دین میں بدعت جاری کی وہ بدعت مردود ہے۔ اُن کے دل میں سنّت کی محبت اور بدعت سے نفرت یقیناً غیر مقلدین کی نسبت ہزاروں گنا زائد تھی لیکن انہوں نے کبھی تہجد والی حدیث کو اُن کے خلاف پیش نہ فرمایا غیر مقلدین جواب دیں کہ آخر کیا وجہ تھی، یا تو حضرت عائشہؓ کو اتنی سمجھ ہی نہ تھی کہ اس حدیث کو بیس رکعت کے خلاف پیش کیا جا سکتا ہے یا سنت نبوی کے مٹنے اور بدعت کے جاری ہونے پر اُنھیں کوئی ملال نہ تھا اور اُن میں دینی غیرت غیر مقلدوں جتنی بھی نہ تھی (معاذ اللہ) اور اس دور میں مدینہ میں حضرت جابرؓ بھی زندہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے یہ حدیث سُن چکے تھے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے مگر اُن کے سامنے رمضان کے مقدس مہینے میں مسجدِ نبوی میں کھلم کھلا سنت نبوی کی مخالفت شروع ہو گئی بدعت جاری ہو گئی مگر حضرت جابرؓ نے کوئی حدیث اُن کے سامنے پیش نہ کی

دورِ مرتضوی

دورِ فاروقی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ بیس رکعت پر تمام مہاجرین و انصار نے مواظبت فرمائی۔ اُس کے خلاف گیارہ کی روایت کو وہم قرار دیا گیا اور پوری اُمت کا اجماع ہے کہ مواظبت تو اس پر یقیناً نہیں ہوئی دورِ عثمانی میں بھی بیس رکعت تراویح پر ہی مواظبت ہوئی۔ کسی مسلّمہ محدث کسی فقیہ اور کسی مؤرخ سے اِس کا انکار ثابت نہیں، اور آٹھ رکعت کا اس دور میں وہمی سند سے بھی کوئی نشان نہ ملا۔ نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کسی مستند تاریخ میں یہاں غیر مقلدین بھی صُمٌّ بُکمٌ ہو گئے ہیں۔

(۱۳) عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علیؓ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلاً یصلی بالناس عشرین رکعۃ و کان علیؓ یوتر بہم۔

(بیہقی ص۴۹٦، ج ۲)

ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علیؓ خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(۱۴) عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج۲۔

ابوالحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے۔

(۱۵) عن ابی الحسناء ان علی بن ابی طالب امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔

(بیہقی ص۴۹۷ ج۲)

ابوالحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

(۱۶) حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنھم انہ امر الذی یصلی بالناس صلاۃ القیام فی شہر رمضان ان یصلی بھم عشرین رکعۃ یسلم فی کل رکعتین و یراوح ما بین کل اربع رکعات فیرجع ذوالحاجۃ ویتوضأ الرجل وان یوتر بھم من آخر اللیل حین الانصراف۔

(مسند الامام زید ص۱۳۹)

امام زید اپنے والد امام زین العابدینؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت امام حسینؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اُسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھاتے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے ہر چار رکعت کے بعد آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھاتے۔

ان چاروں روایات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں اور کتنے ہی اختلاف ہوتے ہوں مگر تراویح میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا، سب نے بیس رکعت تراویح پر مواظبت فرمائی۔ حضرت علیؓ خود یہ حدیث روایت فرماتے تھے کہ حرم میں بدعت ایجاد کرنے والے کے نہ فرض قبول ہیں نہ نفل (بخاری ص۱۰۸۴ ج۲) آپ کو بدعت سے اتنی نفرت تھی کہ ایک مؤذن کو دیکھا کہ اذان کے بعد تثویب کر رہا ہے آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو (البحر الرائق ص۲۶۱ ج۱)

ایک شخص کو عیدگاہ میں نمازِ عید سے قبل نفل پڑھتے دیکھا تو اُسے منع فرمایا، اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نماز پر مجھے سزا دیں گے۔ فرمایا عید سے پہلے نوافل کا ثبوت نہیں اس لئے یہ عبث ہے حرام ہے مخالفت رسول ہے اس پر اللہ تجھے سزا دے گا (کذا فی الجنۃ صـ۱۹۵) جو حضرت علیؓ دو نفل کی بدعت تو برداشت نہیں کر سکتے وہ خود بلا ثبوت بارہ زائد رکعات کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ کسی مسلّمہ محدث فقیہ یا مورخ نے دورِ مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پورے دور میں کسی وہی یا ضعیف ترین سند سے آٹھ رکعت تراویح کا نشان ملا۔ نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کتب تاریخ میں۔ غیر مقلدین کی پوری جماعت یہاں کشتی ڈبو کے بیٹھی ہے۔ امام بیہقیؒ نے اثر علیؓ کو اثر شتیر بن شکل کی قوت کے لئے روایت کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ صـ۲۲۴ ج ۲ پر اس سے استدلال کیا ہے اور علامہ ذہبی جیسے ناقدِ فن نے اُس پر المنتقیٰ صـ۵۴۲ میں سکوت فرمایا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا قول ہے جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے مروی کہ بیس رکعات پڑھنی چاہئیں اور یہی قول امام سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح پایا ہے کہ سب لوگ بیس رکعات پڑھتے ہیں صـ۱۳۹ ج ۱۔ ایوب صابر کو اس دور میں آٹھ تراویح کے بارے میں ہر طرف اندھیر نظر آیا تو مارے حسد کے ان روایات کے انکار پر اُتر آیا۔ یہ تو اس کی جماعت کی پرانی عادت ہے، کبھی تو یہ شور مچایا کہ ابوالحسناء غیر معروف ہے حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ احناف کے ہاں تو خیر القرون کی جہالت و تدلیس وارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہوگئی۔ کیونکہ حضرت علیؓ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابوالحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسینؓ اور امام ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ بھی یہی روایت کرتے ہیں۔ حماد بن شعیب کی صرف وہ روایت ضعیف ہے جس میں اُس کا کوئی متابع نہ ہو نہ شاہد ہو، یہاں تین سندیں اُس کے شواہد میں ہیں اور محدثین کے نزدیک تعدد طرق سے ایسے ضعف بالکل ختم ہو جاتے ہیں، عطاء بن سائب پر آخر عمر

میں خلطِ حفظ کی جرح کی ہے جو شواہد و متابعات سے بالکل ختم ہو جاتی ہے اس لئے ایک بھی جرح موثر نہیں تمام جروح مردود ہیں۔ الحاصل خلافتِ راشدہ میں بلانکیر بیس رکعت تراویح پر عمل جاری رہا اور قرآن پاک میں ہے کہ دورِ خلافت میں وہ دین مضبوطی سے پھیلے گا جس سے خدا راضی ہے (النور)

دیگر صحابہ کرام اور تابعین کا تعامل

(۱۷) امام حسن بصری عبدالعزیز بن رفیعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج ۲)

(۱۸) عن زید بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود يصلی لنا فی شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلی عشرين ركعة

(قيام الليل ص۹۱)

زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں رمضان شریف میں تراویح پڑھاتے تھے۔ امام اعمش فرماتے ہیں کہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔

(۱۹) عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة بالوتر (ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج۲) اسناده حسن۔

حضرت عطاءؒ م ۱۱۴ھ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے پایا ہے۔

(۲۰) ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم ان الناس كانوا يصلون خمس ترويحات فی رمضان۔

(کتاب الآثار ابو یوسف ص۴۱)

امام ابوحنیفہؒ امام حماد سے وہ امام ابراہیم تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ سب لوگ (صحابہ و تابعین و تبع تابعین) رمضان میں بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔

۱۷-۱۸ مراسیل معتضدہ سے ہیں جو اجماعاً حجت ہیں۔ ۱۹-۲۰ کی سند بالکل صحیح ہے۔

(۲۱) عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علیؓ انه کان یؤمهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث (بیہقی ص۴۹۶ ج ۲ والجهالة فی خیر القرون لا یضر۔

حضرت شتیر بن شکلؒ جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(۲۲) عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات ویوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج ۲)

ابو البختری م ۸۳ھ یہ بھی اصحاب علیؓ سے تھے اور بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے شعبہ سے شعبہ راوی ہے وھو لا یروی الا عن ثقة (تہذیب ص۱۴۹ ج ۳)

(۲۳) عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة (بیہقی ص۴۹۶ ج ۲ اسنادہ حسن۔ آثار السنن ص۵۵ ج ۲)

ابو الخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہؒ م ۸۱ھ ہمیں رمضان شریف میں پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے،

(۲۴) عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکه یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (رواہ ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج ۲ واسنادہ صحیح آثار السنن ص۵۶ ج ۲)

نافع بن عمر سے روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہؒ م ۱۱۷ھ ہمیں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۲۵) عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعه کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج ۲ اسنادہ صحیح)

سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ (جو کبار تابعین سے تھے) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۲۶) حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرہؒ (جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے، تہذیب ص۱۴۸ ج ۶)

وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵۸)

(۲۷) حضرت سعید بن ابی الحسن جو حضرت علیؓ کے خاص شاگرد تھے (تہذیب ج ۴ ص ۱۶) وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵۸)

(۲۸) عمران العبدی حضرت علیؓ کے خاص شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے (قیام اللیل ص ۱۵۸)

یہ خیر القرون کا تعامل ہے، پورے خیر القرون میں بیس رکعت کے خلاف کبھی کوئی شر کھڑا نہیں کیا گیا اور آپ حیران ہوں گے کہ اس پورے خیر القرون میں صرف آٹھ رکعت تراویح کا نام ونشان نہیں ملتا۔

نوٹ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تہجد اور وتر کی نماز اکٹھی پڑھا کرتے تھے اس لئے راوی ان سب کو ملا کر کبھی تہجد کے نام سے روایت کر دیتے ہیں کبھی وتر کے نام سے۔ مثلاً عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد ادا فرماتے اس کے ساتھ تین وتر ملا کر گیارہ ہو جاتیں، کبھی فجر کی سنتوں کو بھی ساتھ ملا کر بیان کر دیتے تو تعداد تیرہ ہو جاتی اور کبھی شروع کے دو نفل تحیۃ الوضو کے بھی راوی ساتھ ملا لیتا تو تعداد ۱۵ ہو جاتی، تو یہ صرف طرزِ روایت کا اختلاف ہے نہ کہ تعداد کا اختلاف اس سے جیسے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں ۱۵ پڑھتے تھے اسی طرح یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ وتر ۱۵ پڑھتے تھے غلط ہے۔ وتر ان میں تین ہی تھے اور فجر کی سنتیں دو ہی تھیں۔

اسی طرح اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد خانہ کعبہ شریف کا طواف کر لیتے تھے اہل مدینہ اس دوران چار نفل پڑھنے لگے تو بیس تراویح میں سولہ نوافل ملا کر روایت کر دیا گیا تو تعداد چھتیس ہو گئی اور چونکہ تین وتر بھی تراویح کے ساتھ ہی پڑھتے تھے بعض نے ان کو بھی ملا کر روایت کر دیا تو تعداد انتالیس ہو گئی اور بعض نے وتر کے بعد والے نوافل کو بھی شامل روایت کر لیا تو تعداد اکتالیس بیان کر دی۔ ہاں بعض لوگ چار یا آٹھ نفل ملاتے تو چھ یا سات ترویحے راوی بیان کر دیتا۔ الغرض یہ تعدادِ تراویح کی سنت

مقدار کا بیان نہیں بلکہ باقی نوافل وغیرہ ساتھ ملا کر روایت کردی گئی ہیں، صحابہ کی بلا نکیر مواظبت چونکہ بیس رکعت پر ہی ہے اس لئے سنت اس کو ہی کہا جاتے گا، باقی کوئی جتنے نفل چاہے پڑھے کبھی اس کے خلاف احناف نے نہ رسالہ شائع کیا نہ اشتہار نہ چیلنج نہ رمضان کے مقدس مہینہ میں زائد عبادت کرنے والوں کے خلاف کوئی شر کھڑا کیا بلکہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفائے راشدین کے مقدس طریقوں کی حفاظت و تدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا، اسی لئے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے، ان میں سے کسی امام کی فقہ کے کسی متن میں آٹھ رکعت تراویح کو سنت اور بیس کو بدعت نہیں لکھا گیا، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بیس کے قائل تھے اور امام مالکؒ ۲۰ تراویح ۱۶ نوافل ۳۶ کے قائل تھے (بدایۃ المجتہد صـ۱۵۲ ج ۱)

اجماع امت

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح با جماعت پر اجماع ہوا، حضرت ملا علی قاری مکی فرماتے ہیں (۱) اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ (مرقات صـ۱۹۴ ج ۳) (۲) وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمرؓ اخذ ابوحنیفۃ والنووی والشافعی واحمد والجمہور واختارہ ابن عبد البر (اتحاف سادۃ المتقین صـ۴۲۲ ج ۳) (۳) وثبت اھتمام الصحابۃ علی عشرین فی عہد عمر وعثمان وعلی فمن بعدھم (حاشیہ شرح وقایہ مولانا عبدالحی لکھنوی) (۴) ابن حجر مکی فرماتے ہیں صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں (انارۃ المصابیح صـ۱۸) (۵) ابن عبد البر فرماتے ہیں وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ (عمدۃ القاری صـ۲۴۶ ج ۵) (۶) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں۔ وھو المشہور من الصحابۃ والتابعین (فتاویٰ قاضی خان صـ۱۱۲) (۷ - ۱۳) ابن قدامہ مغنی صـ۸۰۳، ج ۱ میں، شمس الدین شرح مقنع صـ۸۵۲، ج ۱

میں، علامہ قسطلانی شرح بخاری میں، مولانا محمد زکریا صاحب اوجز المسالک ص۳۹۰ میں، علامہ عبدالحی لکھنوی التعلیق الممجد ص۵۳ میں، ملا علی قاری شرح نقایہ ص۱۰۴ میں، نواب صدیق حسن غیر مقلد عون الباری ص۳۰۷ ج ۲ میں اس اجماع کو نقل فرماتے ہیں۔

(۱۴-۱۵) امام نووی باتفاق المسلمین کے لفظ سے اور ابن تیمیہ فلما جمعھم عمر علی ابی بن کعب سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں (کتاب الاذکار ص۸۳۔ فتاویٰ ص۱۰۴ ج ۲) (۱۶-۱۷) علامہ طحطاوی ص۲۷۶ ج ۱ علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح ص۱۸۱ پر لفظ متوارث سے اجماع بیان کرتے ہیں (۱۸-۲۹) علامہ ابن الھمام فتح القدیر ص۴۰۷ ج ۱۔ علامہ انور شاہ عرف الشذی ص۳۰۳۔ علامہ ابن نجیم البحر الرائق ص۶۶ ج ۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ ص۲۱۷۔ علامہ شامی ردالمحتار ص۵۱۱ ج ۱۔ علامہ کاسانی البدائع والصنائع ص۲۸۸ ج ۱ علامہ سبکی المصابیح ص۱۲ علامہ سیوطی المصابیح ص۱۶ علامہ حلبی شرح منیہ ص۳۸۸ پر فھو استقر الامر علی ھذا وغیرہ الفاظ سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں، اور کسی اہل فن نے اس کا انکار نہیں کیا۔ ایوب صابر تمام غیر مقلدین کو ساتھ ملا کر بلکہ غیر مقلدیت کی ترقی یافتہ اقسام نیچریوں، قادیانیوں، چکڑالویوں اور اپنے محسنین برطانیہ کو ساتھ ملا کر کسی ایک حدیث کی کتاب یا متن فقہ کی مسلّمہ کتاب یا مسلّمہ تاریخ اسلام سے دکھا دیں کہ عہد فاروقیؓ میں بیس رکعت تراویح پر اجماع نہیں ہوا یا اس اجماع پر عمل جاری نہیں رہا، بلکہ عہد فاروقی میں اجماع صرف آٹھ رکعت پر ہوا اور ان آٹھ پر ہی اُمت کا تعامل و توارث بلا نکیر جاری رہا تو ہم انھیں اس محنت کے صلہ میں ایک دو ضب ناشتہ کے لئے پیش کر دیں گے جس طرح اہل فن نے کہا ہے کہ کل فاعل مرفوع اور کسی اہل فن نے اس کا انکار نہیں کیا تو تمام لوگ اس کو فن کا اجماعی مسئلہ مانتے ہیں۔ اگر کوئی نااہل اس کو نہ مانے تو اس سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور یہ تو ایوب صابر صاحب بھی جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں سبیل مومنین سے کٹنے والے کو اور حدیث میں اجماع اور سواد اعظم سے ہٹنے والے کو دوزخی کہا گیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ انور شاہؒ فرماتے ہیں۔ واما من اکتفیٰ بالرکعات الثمانیۃ وشذ عن السواد الاعظم وجعل یرمیھم بالبدعۃ فلیرعاقبتہ"۔

(فیض الباری صـ۱۸۱ ج ۲) یعنی جو آٹھ رکعات پر اکتفا کرکے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔ اور مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت پڑھنے والا سنتِ مؤکدہ کا تارک ہے (حاشیہ ہدایہ صـ۱۵۱ ج ۱)

مثال: جس طرح ظہر سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے اگر ان چار کے ساتھ کوئی شخص نفل ملا لے تو کوئی ملامت نہیں مگر چار رکعت سنت کی بجائے دو رکعت سنت پڑھنے والا یقیناً تارک سنت اور قابل ملامت ہے۔

ضروری تنبیہ: اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلیلوں کو مانتے ہیں کتاب اللہ۔ سنتِ رسول اللہ۔ اجماع امت، قیاس شرعی۔ اصول حدیث یا اصول فقہ یا اسماء الرجال کی کوئی کتاب خدا اور رسول کی لکھی ہوئی نہیں۔ اس لئے یہ اصول یا اجماعی ہوں گے یا اختلافی، ہم اجماعی اصولوں کو دلیل اجماع سے مانتے ہیں اور اختلافی اصولوں میں اصول احناف کے پابند ہیں، جس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ لازم العمل ہے اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں یہ اصول اجماعی ہے۔ مرسل معتضد حجت ہے یہ اصول اجماعی ہے، جس مسئلہ پر اجماع ہوا سے اسنادی بحثوں سے مختلف فیہ بنانا بھی اجماعی اصول سے انحراف ہے۔ ہاں خیر القرون میں ارسال، جہالت تدلیس کا مسئلہ اختلافی ہے، احناف اس کو جرح نہیں سمجھتے۔ اُن کو شوافع کے اختلافی اصول ماننے پر مجبور کرنا بھی خرقِ اجماع ہے۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہم صرف قرآن حدیث مانتے ہیں اس لئے وہ بتائیں کہ ان کو تو اجماعی اصول کے استعمال کا بھی حق نہیں چہ جائیکہ اختلافی اصول استعمال کریں وہ بھی اُن کے خلاف جو اُن کو مانتے ہی نہیں، اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین جو بیس رکعت کو بدعت اور آٹھ رکعت کو سنت کہتے ہیں اُن کی اصل دلیل جس کو بنیادی سمجھتے ہیں حدیث عائشہؓ ہے۔

(۱) لیکن اس سے استدلال کی بنیاد نماز تہجد اور نماز تراویح کا ایک ہونا ہے جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں۔

(۲) اُمت کے تمام محدثین نے اپنی احادیث کی کتابوں میں تہجد اور تراویح کے

الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں۔

(۱۳) امت کے تمام فقہاء نے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی کتب فقہ میں تراویح و تہجد کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں، گویا محدثین و فقہاء کا یہ قطعی اجماعی مسئلہ ہے۔

(۱۴-۱۵) امام مسلم، امام مالک، امام عبدالرزاق، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام مروزی، امام دارمی، صاحب بلوغ المرام صاحب مشکوٰۃ سب اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لاتے ہیں مگر باب تراویح میں نہیں لاتے۔

(۱۶) یہ تمام محدثین اس حدیث کو امام مالکؒ کی سند سے لاتے ہیں، امام مالکؒ نے کبھی اس سے تراویح پر استدلال نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو مع النوافل ۳۶ رکعات کے قائل و فاعل ہیں۔

(۱۷) امام محمدؒ، امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ اس کو قیام رمضان میں لاتے ہیں مگر یہ حضرات بھی تراویح اور تہجد کو ایک نہیں مانتے کیونکہ ان حضرات نے بھی تہجد کا باب تراویح سے الگ باندھا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ قیام رمضان میں تراویح اور تہجد دونوں پڑھنی چاہئیں چنانچہ امام بخاریؒ تراویح اور تہجد دونوں پڑھا کرتے تھے (تاریخ بغداد)

(۱۸) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے (ص ۳۳۲ ج ۶) اس حدیث عائشہؓ میں سارے سال والی نماز کا ہی ذکر ہے جو تہجد ہے۔

(۱۹) فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے، نماز تراویح میں جماعت شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو وہ تراویح نہ ہوگی (ص ۲۴۳ ج ۶) اس حدیث میں وہی نماز ہے جو آپ نے اکیلے پڑھی۔

(۲۰) اس حدیث کو خود حضرت عائشہؓ نے عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد علوی میں کبھی بھی بیس رکعت والوں کے خلاف پیش نہ فرمایا، ہم نے لکھا تھا کوئی ثابت کرے تو دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ہے کوئی زندہ دل غیر مقلد مگر جواب میں سب مردہ بن گئے

(۲۱) بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز والی احادیث بہت سے صحابہ سے مروی ہیں، کسی ایک صحابی نے بھی تہجد والی روایت کو بیس رکعت تراویح والوں کے خلاف پیش نہ کیا۔

(۲۲) صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی سب لوگ بیس تراویح اور بعض نوافل ملا کر ۳۶ پڑھتے رہے۔ کسی تابعی یا تبع تابعی نے اس تہجد والی حدیث کو اُن کے خلاف پیش نہ کیا۔

(۲۳) تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور اجماع اُمت کے خلاف غیر مقلدین کا سہارا ایک شاذ علمی قول ہے کہ زیلعی، ابن ہمام وغیرہ چند افراد نے حدیث عائشہؓ کو حدیث ابن عباسؓ کے معارض قرار دیا ہے۔ ان کی علمی بات کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیث ابن عباسؓ سنداً ضعیف ہے مگر تمام امت کا اجماعی تعامل بیس پر ہے اور حدیث عائشہؓ اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر عملی طور پر تراویح کے باب میں اجماعاً متروک العمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب حضرات ہمیشہ بیس رکعت ہی پڑھتے رہے، انھوں نے کبھی بیس کو بدعت نہیں فرمایا اُن کی شاذ و متروک العمل رائے کو پیش کرنا اور اجماعی اور معمول بہ مسئلہ کو چھوڑ دینا یہ نہایت قبیح علمی خیانت ہے۔

(۲۴) پھر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ تو صرف قرآن حدیث کا نام لیا کرتے ہیں، صحابہ تابعین کی بات ماننے کو تیار نہیں، ائمہ اربعہ تک کو ارباباً من دون اللہ میں شامل فرماتے ہیں، یہ لوگ بوجہ مقلد ہونے کے آپ کے نزدیک مشرک بھی ہیں، جاہل بھی، اندھے بھی۔ ان کے اقوال کو کیوں پیش کیا۔ اگر یہ کہو کہ ہم نے محض الزامی طور پر پیش کیا ہے تو آپ نے مان لیا کہ اس کی کوئی تحقیقی دلیل آپ کے پاس نہیں ہے ہاں الزام بھی درست نہیں کیونکہ الزام مسلمات خصم پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمارا مذہب متفقہ طور پر متون میں صرف بیس رکعت تراویح سنت ہے یہ شاذ قول ایسا ہی ہے جیسے متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرائتیں اور سنت متواترہ کے خلاف شاذ و متروک روایات اس لئے ہمارا اصول یہی ہے وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت

اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی باطل اور حرام ہے (در مختار ص۱۳ ج۱)

(۲۵-۳۰) خود غیر مقلدین کا بھی اِس حدیث پر عمل نہیں یہاں غیر رمضان کا لفظ ہے وہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھتے، یہاں چار چار رکعت کا ذکر ہے وہ دو دو پڑھتے ہیں۔ یہاں گھر میں نماز کا ذکر ہے وہ مسجد میں پڑھتے ہیں یہاں تین وتر کا ذکر ہے وہ ایک پڑھتے ہیں یہاں بلاجماعت نماز کا ذکر ہے وہ باجماعت پڑھتے ہیں یہاں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے وہ وتر سے پہلے نہیں سوتے، امید ہے کہ اِن تیس نمبروں کا جواب قرآن حدیث سے دیا جائے گا۔

دوسری روایت حضرت جابرؓ والی پیش کرتے ہیں، یہاں اِنھیں تین باتیں ثابت کرنا تھیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دوسری یہ کہ اس میں آٹھ رکعت پر مواظبت ثابت ہے۔ تیسری یہ کہ جب دورِ فاروقی و عثمانی و علوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت علی الاعلان مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھیں تو حضرت جابرؓ نے اِس حدیث کو اُن کے خلاف پیش کیا تھا اور اپنی مسجد آٹھ تراویح کے لئے کوئی الگ بنائی تھی، مگر ایوب صاحب اور ساری کمپنی اس میں بالکل ناکام رہی ہے۔

(۱) اس کا ایک راوی یعقوب بن عبداللہ القمی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ ایک روایت کے بعد لکھتے ہیں۔ وھذا الحدیث منکر جدا وفی اسنادہ ضعف ویعقوب ھذا ھو القمی وفیہ تشیع ومثل ھذا لا یقبل تفردہ بہ (البدایہ والنہایہ ص۲۸۵ ج۸) یہ حدیث سخت منکر ہے اس کی سند ضعیف اور یعقوب قمی شیعہ ہے ایسے مسائل میں اُس کا تفرد مقبول نہیں الغرض جہاں عظمتِ صحابہ یا مسلکِ صحابہ مجروح ہوتا ہو وہاں ایسے راوی کا تفرد مقبول نہیں اور اس تراویح والی روایت میں بھی یہ منفرد ہے اور اِس کی روایت اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔

(۲) دوسرا راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں اُس کے پاس منکر روایات ہوتی تھیں۔ امام نسائیؒ اُس کو منکر الحدیث اور متروک فرماتے ہیں۔ امام ابوزرعہؒ لاباس بہ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال ص۳۱۱ ج۲)

خود ایوب صابر نے بھی مانا ہے کہ یہ روایت بنیاد نہیں بطور شاہد ہے۔ اب شاہد

کے لئے پہلے بنیاد تو بتاؤ۔ پھر ایسی روایت جب اجماع کے خلاف ہو تو اس کے منکر ہونے میں کیا شبہ۔ خود یہ بھی کسی حدیث و فقہ میں ثابت نہیں کہ یہ دونوں راوی ساری امت کے خلاف اپنی الگ مسجد بنا کر آٹھ تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳) پھر اس میں مواظبت تو کیا ثابت ہوتی بعض کتابوں میں لیلۃً صرف ایک رات کی صراحت ہے جو مواظبت کی تردید ہے اجماع امت کے خلاف وقتی فعل کو سنت کہنا غلط ہے

تیسری روایت حضرت ابی بن کعبؓ والی پیش کرتے ہیں۔ یہاں بھی تین باتیں ثابت کرنا ضروری تھا۔ ایک یہ کہ یہ روایت صحیح ہے دوسرے یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ پر از خود مواظبت ثابت ہے تیسرے یہ کہ جب دورِ فاروقی و عثمانی میں لوگ برملا بیس رکعت پڑھتے تھے تو حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ روایت ان کے خلاف پیش کی تھی اور نہ ماننے کی صورت میں یہ الگ ہو کر صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے مگر یہ اس میں بالکل ناکام رہے ہیں۔

(۱-۲) یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں وہی یعقوب اور عیسیٰ ہیں۔

(۳) اس کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے جس کو خود ایوب صابر بھی ثقہ نہیں مانتا اس سے جان چھڑانے کے لئے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے کہ محمد بن حمید کاتب کی غلطی ہے مگر اس پر بارہ صدیوں میں سے کسی محدث کا حوالہ موجود نہیں۔ پھر یہ لکھا ہے کہ میزان الاعتدال اور طبرانی میں اس سند میں جعفر بن حمید ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے جعفر بن حمید پچھلی روایت جابرؓ والی کا راوی ہے جس میں حضور کی اپنی نماز کا ذکر ہے یہ حدیث وہ ہے جس میں ابی بن کعبؓ کے عورتوں کو نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔

(۴) اس میں یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ ضرور رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ مسند احمد اور طبرانی میں رمضان کا ذکر ہی نہیں۔ ابو یعلیٰ میں یعنی رمضان ہے جو فہم راوی ہے نہ کہ روایت راوی اور قیام اللیل میں رمضان کا لفظ ہے۔

(۵) اس میں مواظبت کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ مواظبت کے خلاف یہ جملہ ہے انہ کانت منی اللیلۃ شیء آج رات ایک عجیب بات ہو گئی۔

(۶) پھر دورِ فاروقی میں حضرت ابی بن کعبؓ خود بیس رکعت پڑھاتے رہے۔

(۷) پھر یہ روایت اجماعاً متروک العمل ہے وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَقَالَ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ الغرض آٹھ رکعت پر نہ مواظبتِ نبوی ثابت ہے نہ مواظبت صحابہ بلکہ یہ مواظبت اور اجماع کے خلاف ہے۔

غیر مقلدین مندرجہ ذیل امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۱) آج کل غیر مقلدین چاند رات سے نماز تراویح کی جماعت شروع کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی میں ایک بار بھی چاند رات سے یہ جماعت شروع نہیں کرائی یہ سنتِ نبوی نہیں بلکہ سنتِ خلفاءِ راشدین ہے۔

(۲) آج کل غیر مقلدین پورا ماہِ رمضان نماز تراویح باجماعت ادا کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آتے ہوئے لوگوں کو فرمایا تھا اپنے گھر نماز پڑھو یہ سارا مہینہ جماعت تراویح سنت نبوی نہیں بلکہ سنت خلفائے راشدین ہیں۔

(۳) آج کل غیر مقلدین ہر سال رمضان میں تراویح باجماعت ادا کرتے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک سال آخری عشرہ میں تین دن جماعت کروائی تھی۔ یہ بھی سنتِ نبوی ہرگز نہیں ہے بلکہ سنتِ خلفائے راشدین ہے۔

(۴) آج کل غیر مقلدین پورا مہینہ رمضان میں عشاء کے فوراً بعد نماز تراویح پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی ہرگز نہیں ہم تو اسے سنتِ خلفائے راشدین کہتے ہیں مگر مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد القادر حصاروی فرماتے ہیں، بہر حال نمازِ عشاء کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ عام طور پر مروج ہے نہ تعامل نبوی سے ثابت ہے نہ تعامل خلفائے اربعہ سے اس لئے یہ سنت نہیں جائز ہے (صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۵) آج کل غیر مقلدین سارا مہینہ مسجد میں نماز تراویح پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سنتِ نبوی ہرگز نہیں چنانچہ مولانا عبد القادر حصاروی تحریر فرماتے ہیں۔ مسجد میں جماعت سے عشاء کے بعد ہمیشہ نماز تراویح پڑھنا بدعت حسنہ ہے سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء اربعہ بھی نہیں ہے (حوالہ مذکور) نیز فرماتے ہیں گھر میں تراویح پڑھنے کے یہ فضائل

ہیں، فرضوں کے برابر ثواب ملنا۔ ہزار نمازسے زیادہ ثواب ملنا۔ گھر میں نورانیت پیدا ہونا، گھر میں خیر و برکت نازل ہونا۔ یہ عمل خدا و رسول کو محبوب ہونا وغیرہ (ایضاً)

نوٹ: حصاروی صاحب فرماتے ہیں، حضرت فاروق اعظمؓ کے اس فرمان سے بدعت کی دو قسمیں ثابت ہوئیں ایک حسنہ دوسری سیئہ۔ حسنہ وہ ہے جس کا ثبوت شارع سے ہو مگر اس کی ہیئت کذائیہ کا ثبوت نہ ہو۔ اور سیئہ وہ ہے جس کا ثبوت ہی شارع سے نہ ہو یا ثبوت ہو مگر صحابہ کرام نے اس ہیئت کذائیہ پر تعامل نہ رکھا ہو۔ ایسی بدعت سے بالدوام بچنا چاہیئے (ایضاً)

(۶) آج کل غیر مقلدین نماز تراویح باجماعت میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں حالانکہ نماز تراویح میں قرآن پاک کا ختم ہرگز سنت نبوی نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ ہے البتہ اد کاڑہ کے غیر مقلدین نے ایک اشتہار میں اب ختم قرآن کو بدعت لکھ دیا ہے۔

(۷) آج کل غیر مقلدین تراویح میں ختم قرآن کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ مولانا حصاروی لکھتے ہیں۔ کسی قرآن خوان کو امام بنا کر گھر میں جماعت کرا لیا کریں، اس طرح ختم قرآن اور جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا یا سورۃ قل ہو اللہ ہر رکعت میں تین بار پڑھ لیا کریں (ملخصاً ایضاً)

(۸) آج کل غیر مقلدین نماز تراویح کے بعد سو جاتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی نہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا آپ کمر کس لیتے اور پورا مہینہ رات کو نہ سوتے، عزیزی ص۱۲ ج ۳ بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔ ہاں صحابہ کرام کا سو جانا ثابت ہے عہد فاروقی میں والتی تنامون عنہا الحدیث۔ بخاری ص۲۶۹ ج ۱۔

(۹) صحیح بخاری شریف ص۲۶۹ ج ۲ پر ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے تھے جب کہ غیر مقلدین اپنی بیویوں کو بیدار نہیں رکھتے۔

(۱۰) آج کل غیر مقلدین تراویح میں قرآن پاک اس طرح دیکھ کر پڑھتے ہیں کہ اٹھایا ہوا ہے، ورق گردانی بھی ہو رہی ہے۔ رکوع کے وقت نیچے زمین پر رکھ دیتے ہیں اگلی رکعت میں پھر اٹھا لیتے ہیں۔ یہ طریقہ نماز تراویح میں ہرگز ہرگز سنت نبوی سے ثابت

نہیں ہے۔

ایوب صابر نے تحقیق تراویح ص۴۸ میں امام ابوحنیفہؒ کو ان احبار رہبان میں شامل فرمایا ہے جو اپنی طرف سے حرام کو حلال، حلال کو حرام کرتے تھے اور احناف کو اُن عیسائیوں میں شامل کیا ہے جو اپنے احبار و رہبان کے حلال و حرام کرنے کو خدا اور رسول کے مقابلے میں مانتے تھے۔ ایوب صابر کے شیخ الحدیث صاحب اساتذہ اور جماعت کو اس پر بہت خوشی ہو گی کہ کتنا بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے امام اعظم کو اُن احبار رہبان میں شامل کر دیا جو حرام خور جھوٹے تھے، اہلحدیث زندہ باد کے نعرے بھی لگے ہوں گے سب حنفی عیسائی، اہل حدیث زندہ باد۔ مگر جن لوگوں کی قرآن و حدیث پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث کے موافق یہ خارجیوں کا وطیرہ تھا کہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کیا کرتے تھے ص اور قرآن پاک کے مطابق یہود کا یہ وطیرہ تھا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ وہ کلماتِ خداوندی کو بے موقع استعمال کرتے تھے۔ ایوب صابر کا استدلال جب درست ہوتا کہ وہ اُن احبار و رہبان کا مجتہد ہونا قرآن حدیث سے ثابت کرتے پھر اس آیت کو مجتہد پر فٹ کرتے۔ اور یہ بھی مانتے کہ یہود کے یہ احبار و رہبان چونکہ مجتہد تھے اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اجر سے نوازا ہے، صواب پر دو اجر خطا پر ایک اجر۔ ایوب صابر نے قرآن کی آیت کا غلط استعمال کر کے مرزا قادیانی کی روح کو خوش کیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔

قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء دو قسم کے تھے ایک تو خدا پر جھوٹ باندھنے والے یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ جیسا کہ اس کا نقشہ آپ کو آپ کے مذہب کی مستند کتابوں نزل الابرار۔ بدور الاہلہ، عرف الجادی۔ ھدیۃ المھدی میں نظر آتے گا۔ ان حضرات نے یہ کتابیں اس دعویٰ کے ساتھ لکھیں کہ ان کتابوں کے مسائل صرف خدا اور رسول کے مسائل ہیں، مگر جس اتفاق اور یقین سے آج تمام غیر مقلدین نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ ان کتابوں میں خدا رسول پر جھوٹ ہیں اتنی صفائی سے شاید یہود و نصاریٰ نے بھی اپنے احبار و رہبان کے

خلاف بیان نہ دیا ہو۔ یہاں دو شہادتیں ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) **مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی شہادت**:- جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علما۔ کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور بعض پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لئے ایک نہایت گہری زمین دوز ([illegible]) تجویز کے تحت انگریزی پالیسی ([illegible]) تفرقہ ڈالو اور فتح کرو سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کرکے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصًا اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں (احیاء المیت صفحہ ۳۶)

(۲) **علامہ وحید الزمان کی شہادت**:- غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔

(حیات وحید الزمان صفحہ ۱۰۲ بحوالہ لغات الحدیث)

نصیحت:- کاش ایوب صابر کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود جلالپوری اور استاد محمد رفیق جلالپوری اپنے شاگردوں کو مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت کی یہ نصیحتیں یاد دلا دیتے، مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں "دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے" (داؤد غزنوی صفحہ ۸۹)

بنی اسرائیل میں دوسری قسم کے علما۔ وہ تھے جن کو قرآن پاک نے ربانی فرمایا ہے اور صحیح بخاری صفحہ ۱۶ پر ربانی کا معنی فقیہ لکھا ہے اور قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ کے ذکر کے بعد فرمایا ہے وجعلنا منھم ائمۃ

اور فقہا بھی تھے تو امام ابو حنیفہؒ جو امام اور فقیہ ہیں اُن کے لئے یہ آیات لکھنی چاہیئے
تھیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ میں خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہوں بلکہ
فرمایا اَلقِیَاسُ مُظۡهِرٌ لَا مُثۡبِتٌ یعنی خدا رسول کے وہ احکام جو عوام کے ذہن سے
پوشیدہ اور چھپے ہوتے ہیں صرف اُن کو ظاہر کرتا ہوں، نہ پوشیدہ حکم کی تلاش گناہ ہے
نہ اُس ظاہر شدہ حکم پر عمل گناہ ہے ہم بھی ائمہ مجتہدین کو شارع نہیں بلکہ شارح سمجھتے ہیں
وہ واسطہ فی التفہیم اور واسطہ فی البیان ہیں۔ ایوب صابر نے دو مثالیں بھی دی ہیں، ایک
یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب (خمر) کو حرام فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے خمر کو حلال کر دیا حنفی اب
خدا کی بات نہیں مانتے، امام ابو حنیفہ کی بات مانتے ہیں، حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اور تمام
احناف کے نزدیک خمر قطعاً حرام ہے اور پیشاب پاخانہ کی طرح نجاست غلیظہ بھی ہے
جب کہ غیر مقلدین خمر کو پاک کہتے ہیں۔ ایوب صاحب جھوٹ بہتان منافق کی نشانی ہے
نہ کہ اہل حدیث کی۔ دوسری مثال یہ دی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ
ضب (گوہ) حرام ہے، آپ نے فرمایا نہیں لیکن میں نہیں کھاتا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا
ضب مکروہ ہے، یہاں بھی ایوب صاحب اگر صحاح ستہ میں سے صرف ابو داؤد شریف
ہی دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ بعد میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضب سے
منع فرما دیا تھا۔ اب امام صاحبؒ کا علم کامل ہے کہ دونوں باتیں سامنے ہیں اور آخری
حدیث پر فتویٰ ہے اور ایوب کا علم ناقص ہے اور خواہ مخواہ ائمہ دین کا منہ چڑا رہا ہے۔
مولانا داؤد غزنوی کی یہ نصیحت یاد فرمالیں انہوں نے مولوی اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے
فرمایا تھا "مولوی اسحاق جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی
بد دعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابو حنیفہ ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے
تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے پھر اُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں
جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ
حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے
ہوں اُن میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے" (داؤد غزنوی ص ۱۳۷)

آپ کے بھی علماء نے ہاتھی، خچر، جنگلی بلے اور ہر سمندری جانور خواہ کتا ہو یا سؤر مینڈک ہو یا کچھوا حلال کہا ہے اور گدھ، کوے، چمگادڑ کو حلال کہا ہے بلکہ منی تک کا کھانا ایک قول میں حلال کہا ہے، اس بارہ میں کوئی قطعی نصوص آپ پیش کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کو حلت کی نصوص نہ ملیں اور آپ اپنے احبار و رہبان کے خلاف ان کو حرام کہیں تو ان کی حرمت کی نصوص تحریر فرما دیں ورنہ بتائیں کہ ان کی حلت و حرمت کن احبار و رہبان سے آپ نے لی ہے، آپ نے ائمہ اربعہ کو احبار رہبان والی آیت کا مصداق قرار دیا ہے آپ کے بھائی اہل قرآن تمام محدثین، معدلین اور جارحین کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں کیونکہ اُن کے سب اصول بھی قیاسی اور ظنی ہیں۔

آپ نے ابن حجرؒ، زرقانیؒ، زیلعیؒ، ابن ہمامؒ وغیرہ بہت سے علماء کے اقوال لکھے ہیں آپ اُن کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول یا اربابا من دون اللہ، آپ نے بہت سے سوال و جواب اپنے قیاسات سے گھڑے ہیں جب کہ آپ کے نزدیک قیاس کارِ شیطان ہے۔

آپ نے تحقیق تراویح پر قلم اٹھایا۔

(۱) آپ قرآن پاک سے نہ آٹھ رکعت تراویح کا سنت ہونا ثابت کر سکے نہ بیس رکعت تراویح کا منع ہونا۔

(۲) آپ کسی قولی حدیث سے آٹھ رکعت باجماعت بعد عشاء مسجد میں ختم قرآن کے ساتھ اس کا نہ حکم پیش کر سکے نہ قولی حدیث سے بیس کا منع ثابت کر سکے۔

(۳) آپ نے جو فعلی حدیث پیش کی نہ اُسے صحیح ثابت کر سکے نہ اُس پر مواظبت ثابت کر سکے ہاں اُس حدیث پر عمل سے انکار کر دیا جس کو تلقی بالقبول حاصل تھی۔

(۴) خلفائے راشدین سے نہ آٹھ کی کوئی غیر مضطرب روایت پیش کر سکے نہ مواظبت ثابت کر سکے کہ آٹھ کو سنتِ خلفاء ہی کہا جاتا ہاں اُس کے بالمقابل اُن احادیث کے انکار کا گناہ سر پر لیا جن پر امت کا توارث ہے۔

(۵) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی فقہ کے متن سے آٹھ کا سنت اور بیس کا بدعت ہونا ثابت نہ کر سکے۔ ہاں امام مالکؒ کی طرف بے سند قول اور ابن ہمامؒ کا شاذ قول پیش کر

جو آپ کے اصول پر شرک اور ہمارے اصول پر باطل اور خرق اجماع اور حرام ہے (در مختار)

(۶) بعض اُمتیوں کے اقوال وہ بھی شاذ اور غیر متعلق پیش کر کے اپنے مشرک ہونے کا ثبوت دیا۔ بعض باتیں محض بے سند لکھ کر اپنے اصول پر بے دین بنے بعض اپنے قیاسات لکھ کر شیطان بنے۔

(۷) آپ یہ فرمائیں کہ جو مسائل صراحۃً کتاب وسنت میں نہیں ملتے ہم اُن مسائل کو اجتہاد و تقلید میں دائر سمجھتے ہیں کہ مجتہدین اجتہاد کر لیں غیر مجتہدین تقلید۔ آپ کے نزدیک اجتہاد کرنا شیطان کا کام ہے اور تقلید کرنا مشرک کا، آخر آپ کے عوام کے لئے ایسے مسائل میں عمل کرنے کا کون سا راستہ ہے وہ عوام بیچارے دلیل تفصیلی کو سمجھ تو کیا سکیں اُس کی تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے علماء اجتہاد تو کیا کریں گے اجتہاد کی جامع مانع تعریف اور اُس کی شرائط بھی ہماری کتابوں سے چوری کئے بغیر نہیں بتا سکتے۔ آپ کے عوام اپنے علماء سے ایسے مسائل پوچھیں، بغیر تفصیلی دلیل جانے تو مشرک بنیں نہ پوچھیں تو ساری عمر جاہل بے عمل رہیں اور جاہل بے عمل ہی مریں، بہرحال اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے پیچھے جو سوالات گزرے ان کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے جو نہ آپ نے دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔ میں اپنی اس تحریر کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

محمد امین صفدر
اوکاڑوی

نمازِ جنازہ
میں
سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت

مؤلفہ

مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ
۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کی لازوال دولت سے نوازا۔ اور درود وسلام اس ذات مقدس پر جس کی شریعت کاملہ دونوں جہان کی کامیابی کی ضامن ہے اور کروڑوں رحمتیں نازل ہوں آئمہ مجتہدین پر جنہوں نے کتاب وسنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔

ناظرین کرام برصغیر پاک وہند میں دولت اسلام لانے والے بزرگ اہل سنت والجماعت حنفی ہی تھے اور بارہ سو سال تک اس علاقہ میں اتفاق واتحاد کا موسم بہار رہا۔ نہ نماز پر لڑائی تھی نہ وضو پر نہ جمعہ میں نہ عید میں۔ لیکن برطانوی سامراج کے منحوس قدم جونہی یہاں پہنچے! اختلافات کی آندھیاں اور نفاق کے طوفان ساتھ لائے۔ امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا گیا۔ مسلمان کو مسلمان سے بھڑا دیا گیا۔ امت مسلمہ میں لڑائی جھگڑا برپا کرنے میں سب سے بڑا کردار فرقہ غیر مقلدین نے ادا کیا۔ کیونکہ اس فرقہ کا خمیر ہی بدگمانی۔ بدزبانی اور فتنہ فساد سے اٹھایا گیا ہے۔ چنانچہ اس فرقہ نے مساجد کو میدان جنگ بنا دیا ہے۔ اِن کو مسلمانوں کا اکٹھا ہونا ایک نظر نہیں بھاتا۔ جہاں مسلمان اکٹھے ہوئے یہ نفاق اور فساد کی چنگاریاں بن کر رونما

ہوئے۔ اخوت و مودت کی حیات آفریں فضا کو ایسا مکدر کردیا کہ جو مسلمان جسدِ واحد کی طرح یک جان دو قالب کا مصداق تھے ان میں عداوت، نفرت اور بغض و عناد کے بیج بوتے کہ جسکا ثمرہ باہمی گالی گلوچ بلکہ دنگا فساد اور لڑائی جھگڑا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپ مسجد میں جماعت کے لیے اکٹھے ہوں وہاں پھوٹ ڈال دیں گے آپ جمعہ ادا کرنے کیلئے جمع ہوں چند سیکنڈوں میں لڑا دیں گے۔ آپ عید ادا کرنے اکٹھے ہوں۔ وہ فتنہ کھڑا کریں گے کہ الامان الحفیظ۔ حج کا عظیم اجتماع ان کی فتنہ پردازیوں سے قدرے محفوظ تھا لیکن گذشتہ سال وہاں بھی ایسا فتنہ کھڑا کیا کہ تاریخ عالم میں اتنا عظیم فتنہ نظر نہیں آتا۔ حرم شریف کو ناپاک کیا گیا۔ اور ۱۶ دن خدا کے بندے خدا کے گھر کے طواف سے محروم کر دیئے گئے۔ نماز جنازہ کا وقت۔ جو انتہائی غم و صدمہ کا وقت ہوتا ہے۔ سب لوگ اختلافات ختم کردیتے لیکن ان کا فتنہ اس موقعہ پر بھی دیدنی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے منہ میں زبانیں نہیں زہریلے ڈنگ ہیں بس فتویٰ بازی شروع ہو جاتی ہے تم سب بے نماز ہو تم میں سے کسی کی نمازہ جنازہ نہیں ہوئی تمہارے بارہ سو سال کے جتنے بزرگ قبروں میں دفن ہیں سب بلا جنازہ دفن ہیں۔ مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود معاذاللہ استغفراللہ۔ اس لئے خیال آیا کہ نماز جنازہ کا طریقہ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کر دیا جائے تاکہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے دلوں کو اطمینان نصیب اور شاید کسی غیر مقلد کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اللہ تعالے نے نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وصلِّ علیہم ان کی نماز جنازہ ادا کر۔ اس سے تو فرض ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن جب ایک جنازہ آیا جس کے ذمہ قرض تھا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی لیکن صحابہ کو فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ فرض عین نہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی ترک نہ فرماتے۔ اسی لئے اہل سنت وجماعت نماز جنازہ کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

شرائط جنازہ

۱۔ اسلام: نماز جنازہ ادا کرنے کی پہلی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کبھی کافروں کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہو کر اُن کے لئے دعائے مغفرت کرو (التوبہ) اس لئے کسی کافر، مرزائی، قادیانی، لاہوری، منکر قرآن منکر حدیث کی نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں۔

۲۔ طہارت:۔ میت کو غسل دینا فرض ہے تاکہ وہ نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہو جائے اس طرح ضروری ہے کہ جسم کی طرح اس کا کفن بھی پاک ہو اور جس چارپائی وغیرہ پر جنازہ رکھا جائے وہ بھی پاک ہو۔ اس پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔

۳۔ جنازہ کا سامنے ہونا:۔ نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ میت کا کل بدن یا اکثر بدن جنازہ پڑھنے والوں کے سامنے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ ادا فرماتے تو جنازہ سامنے

رہکھتے آپ کے بہت سے صحابہ مدینہ منورہ سے باہر فوت ہوئے
لیکن آپ نے کبھی کسی صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی اسی
طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سے صحابہ مدینہ منورہ
سے باہر رہتے تھے جب کوئی صحابی مدینہ منورہ میں فوت ہوتے تو کسی
جگہ بھی ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی مسلمانوں کو جو عقیدت خلفائے
راشدین ۔ عشرہ مبشرہ ۔ اصحاب بدر ۔ اصحاب احد ۔ اصحاب بیت رضوان
امہات المومنین ۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا ۔ حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے ساتھ تھی اور ہے وہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں لیکن ان میں
سے کسی ایک کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی ۔ اگر کوئی صاحب ان
میں سے کسی ایک کی بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا صحیح سند سے ثابت کر
دیں تو فی حدیث ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا

حضرت نجاشی رضی کی نماز جنازہ :۔ حضرت نجاشی مسلمان تھے آپ فوت
ہوئے تو وہاں کوئی مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ تھا ۔ اور کسی
حدیث سے ثابت نہیں کہ حبشہ میں حضرت نجاشی رضی کی نماز جنازہ پڑھی
گئی ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ پر
بیت المقدس مکشوف فرما دیا تھا اسی طرح حضرت نجاشی رضی کا نماز جنازہ
آپ پر مکشوف فرما دیا ۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی فرماتے ہیں ہم سب
صحابہ بھی یہ خیال کر رہے تھے ۔ اِنَّ جَنَازَتَہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ کہ حضرت نجاشی
کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے لہ صحیح ابن حبان

فرماتے ہیں ہماری یہی رائے تھی کہ جنازہ ہمارے آگے ہے (صحیح ابو عوانہ)
وما نحسب الجنازۃ الا موضوعۃ بین یدیہ - ہمارا یہی گمان تھا کہ جنازہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا ہوا ہے (مسند احمد ۴۴۶/۴)
پس یہ آپ کا معجزہ تھا اور یہ جنازہ غائبانہ نہیں تھا کیونکہ نجاشی کا جنازہ
آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا۔ بہر حال کسی کا غائبانہ جنازہ پڑھنا کسی صحیح
سند سے ثابت نہیں ہے۔

نماز جنازہ در اصل دعا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم. قال اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعا رواہ ابو داؤد وصححہ ابن حبان (بلوغ المرام ص ۱۰۷)	حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم مردہ پر نماز پڑھو۔ تو نہایت خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو

اس حدیث سے مراد وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر تیسری اور چوتھی
تکبیر کے درمیان پڑھی جاتی ہے (مرقات ص ۵۹ ج ۴ فتاوی سعدیہ ص عینی الہدایہ ص -)

دعا کا طریقہ :- حضرت فضالہ بن عبید رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا

اذا صلّی احدکم فلیبد أ بتحمید ربہ جلّ وعزّ والثناء علیہ ثم یصلّی علی النبی ثم یصلی بعد بما شاء	جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت وثنا بیان کرے پھر اللہ تعالےٰ کے نبیؐ پر

درود شریف پڑھے اور پھر جو …… بیہقی۔ نسائی۔ ترمذی) ابوداؤد ص ۱۸۷ ج ۱

چاہے دعا کرے۔ …… حاکم۔ احمد

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی ساتھ تھے۔ جب میں (تشہد کیلئے بیٹھا) تو

میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان …… بدأت بالثناء علی اللہ تعالےٰ ثم

کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود …… الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی۔ …… ثم دعوت لنفسی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ تیری دعا قبول ہوگی مانگ تیری دعا قبول ہوگی (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی مقبولیت کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے ثنا ہو پھر درود پھر دعاء۔ نماز جنازہ بھی چونکہ دعا ہے اس لئے اس کی ترتیب بھی یہی ہے تاکہ اللہ تعالےٰ قبول فرمائیں۔ آمین

طریقہ نماز جنازہ:۔ حضرت ابوسعید مقبریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں تو فرمایا میں جنازہ کے پیچھے چل کر جاتا ہوں پھر جب جنازہ نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ کبرت وحمدت اللہ و صلیت علیٰ نبیہ ثم اقول اللھم الخ موطا مالک ص۲۹ میں پہلی تکبیر کہتا ہوں پھر اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں۔ پھر نبی پر درود پڑھتا ہوں پھر میت کے لئے دعا مانگتا ہوں۔ حضرات دیکھئے حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ کا طریقہ بتا

اس میں سورت فاتحہ پڑھنے کا ذکر تک نہ کیا۔

مرکز اسلام مدینہ منورہ :۔

عن نافع ان عبد اللہ بن عمرؓ کان لا یقرأ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ (موطا امام مالک ص۷۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نماز جنازہ میں قرآن (فاتحہ) نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت سالمؒ جو ابن عمرؓ کے فرزند تھے اور فقہاء سبعہ میں سے تھے جن کا فتویٰ چلتا تھا فرماتے ہیں لا قرأۃ علی الجنازۃ (ابن ابی شیبہ ص۲۹۹ ج۳) نماز جنازہ میں کوئی قرأت نہیں نہ فاتحہ اور حضرت سالمؒ کے بعد مدینہ منورہ میں بلا شرکت غیرے امام مالکؒ کا فتویٰ جاری ہوا آپ فرماتے ہیں۔

قرأۃ الفاتحہ لیس معمولاً بہا فی بلدنا فی الصلوٰۃ الجنازۃ (عمدالقاری)

نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے پر ہمارے شہر میں عمل نہیں ہے۔

ابن بطال شارح بخاری فرماتے ہیں کہ جو صحابہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنے والوں پر انکار فرماتے تھے۔ ان میں حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام مالک ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے خلافت راشدہ سے لے کر ۱۷۹ھ تک مدینہ منورہ میں جو جنازے پڑھے گئے ان میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی۔ صحابہ تابعین۔ تبع تابعین میں سے مدینہ منورہ میں ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض کہتا ہو۔ اور اس نے یہ فتویٰ دیا ہو مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے قبرستان میں جتنے لوگ دفن ہیں۔ سب

جنازہ دفن ہیں۔ اور تو اور کوئی مائی کا لال یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ خلفائے راشدین۔ یا عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کے جنازہ میں فاتحہ پڑھی گئی ہو۔ دیدہ باید نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

دارالاسلام مکہ مکرمہ:۔ مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطا ابن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے خود جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ کے شاگرد تبع تابعی ہیں پورا خیر القرون ان کی نظر میں ہے آپ سے جب نماز جنازہ کی فاتحہ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ حیران ہو کر فرماتے ہیں ماسمعنا بھذا (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹ ج ۳) ہم نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا کبھی سنا ہی نہیں بلکہ طاؤس و عطا کان ینکران القرأۃ علی الجنازۃ (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹ ج ۳) حضرت طاؤس اور حضرت عطاء دونوں نماز جنازہ میں قرأت (فاتحہ پڑھنے) کا انکار فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے خیر القرون ہیں مکہ معظمہ میں ایک شخص بھی نماز جنازہ میں فرضیت کا قائل نہ تھا۔ سب جنازے بغیر فاتحہ کے پڑھے جاتے تھے اور فاتحہ نہ پڑھنے والوں پر کسی نے کبھی انکار نہ کیا اور ان کے لئے فاتحہ نہ درود مر گئے مردود کی پھبتی نہ کسی اور اگر کسی نے بھولے سے پڑھ لی ہو۔ تو اکابر علماء نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا چنانچہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی۔ چونکہ خیر القرون میں یہ ایک انوکھی بات تھی اسی وقت آپ کا بازو پکڑ کر پوچھا گیا کہ یہ کیا؟ آپ نے انھا سنۃ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ نماز جنازہ

پڑھنے کا ایک غیر معروف طریقہ ہے جسے عام صحابہ تابعین نہیں پہچانتے اس لئے آپ نے لفظ سنت کو نکرہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے بھی کبھی فاتحہ نہ پڑھی بلکہ جب آپ نے حضرت ابو حمزہؓ کو نماز جنازہ کا طریقہ سکھایا تو فرمایا تصلی علی الجنازۃ۔ تسبح وتکبر ولا ترکع ولا تسجد سندہ صحیح فتح الباری ص۲۷۶ ج۳ یعنی نماز جنازہ میں تسبیح وتکبیر ہے رکوع سجدہ نہیں قرأت کا ذکر تک نہ فرمایا۔

دار الاسلام کوفہ :- کوفہ حضرت فاروق اعظمؓ نے آباد کیا یہاں تقریباً ستر سو صحابہ قیام پذیر ہوئے یہاں کے پہلے شیخ القرآن والحدیث والفقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ آخر میں حضرت علیؓ نے اس کو دار الخلافہ بنایا یہ خلافت راشدہ کا آخری مرکز ہے آخری خلیفہ راشد حضرت علیؓ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو

یبدأ الحمد ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللھم الخ (ابن ابی شیبہ ص۲۹۵ ج۳)	پہلے خدا کی ثنا سے شروع فرماتے پھر درود پاک پڑھتے پھر میت کے لئے دعا فرماتے۔

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نہ خود جنازہ میں فاتحہ پڑھتے تھے بلکہ پڑھنے والوں پر انکار فرماتے تھے۔ دور تابعین میں امام شعبیؒ کا فتویٰ چلتا تھا یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا یہ بھی نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثنا دوسری کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے (ابن شیبہ ص۲۹۵ ج۳) اور امام شعبی اور نخعی فرمایا

کرتے تھے لیس فی الجنازۃ قرآۃ (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹ ج ۳) یعنی میں کوئی قرائت نہیں نہ فاتحہ نہ اور کچھ۔

پھر اس دار العلم کی سربراہی امام الائمہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رح کے ہاتھ آئی آپ کا فتوٰی ساری دنیا میں چل رہا ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراۃ نہیں ہے۔

الحاصل دار العلم کوفہ میں بھی پورے خیر القرون میں ایک نام بھی نہیں لیا جاسکتا جو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتا ہو اور یہ اعلان کرتا ہو کہ جو نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں ہوتی۔

بصرہ سے یمن تک :۔ آپ اکتا جائیں گے اس لئے میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ بصرہ جو خیر القرون میں اسلام کا گہوارہ تھا وہاں بھی علامہ محمد بن سیرین یہی فتوٰی دیتے تھے کہ نماز جنازہ میں قراۃ نہیں اور یمن کے طاؤس بھی یہی فتوٰی دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۹۹ ج ۳) لیکن بصرہ سے لے کر یمن تک پوری اسلامی دنیا میں ایک شخص نے بھی ان کی تردید نہ کہ سورۃ فاتحہ جنازہ میں فرض ہے تم فرض کے منکر ہو فرض سے روکتے ہو۔ تمہارے جنازے باطل ہیں۔ کیا ہے کوئی غیر مقلد جو خیر القرون میں ایک ہی اپنا ہمنوا تلاش کرلے۔

الحاصل :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ فرض ہے جس جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے جنازہ باطل ہے۔ دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں ایسی حدیث موجود نہیں ہے

اگر کوئی غیر مقلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا حکم دکھا دے تو ہم مبلغ دس ہزار روپیہ رائج الوقت انعام دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ تم اپنے اس محسن اعظم کو بھی ساتھ ملا لو جس نے تمہیں ان فتنہ پردازیوں کے لئے جاگیریں دیں اور خزانوں کے منہ کھول دیئے اور جس نے تمہیں اہلحدیث کا نام الاٹ کیا پھر بھی تم ایسی حدیث پیش نہیں کر سکو گے۔ آؤ ہمت کرو۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم یہ حکم نہ دکھا سکو اور قیامت تک نہ دکھا سکو گے تو کسی ایک خلیفہ راشد سے ہی فرضیت کا حکم دکھا دو اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پورے خیر القرون میں لاکھوں صحابہ کروڑوں تابعین و تبع تابعین میں سے صرف ایک نام ایسا پیش کر دو جو نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض اور دنیا بھر کے جنازوں کو باطل کہتا ہو۔ سنو میں تمہیں ببانگ دہل کہتا ہوں۔ عورتوں کی طرح نقاب میں نہ چھپ جانا گوہ کی طرح بل میں نہ گھس جانا بجو کی طرح عقب میں نہ سمٹ بیٹھنا۔ مردوں کی طرح ایسا حکم پیش کرو اور نہ ہو سکے تو ضد کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آجاؤ۔

فائدہ:۔ ان احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ نماز جنازہ کا مقصد میّت کے لئے دعا ہے سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثنا ہے یا اپنے لئے دعا ہے اس میں میّت کے لئے دعا کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اب نہ جانے غیر مقلد کس لئے اس کی فرضیت پر زور دے رہے ہیں جب کہ جنازہ کا اصل مقصد میّت کے لئے دعا اس میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ ہاں دعا سے پہلے ثناء پڑھنا سنت ہے اگر ثناء کی نیت سے

کر بھی پڑھے تو گنجائش ہو سکتی ہے۔

التنبیہ لایقاظ السفیہ:۔ غیر مقلد حضرات سے عرض ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تم کون ہو فرض کہنے والے کیا تمہیں ابن مسعودؓ کا وہ ارشاد عالی یاد نہیں کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرو اور نماز میں شیطان کا حصہ شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دائیں طرف سے پھرنا جو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل ہے لیکن ضروری اور فرض واجب نہیں اس کو ضروری سمجھنا بدعت اور شیطان کا حصہ ہے (بخاری)

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تو تمہارا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض قرار دینا اپنے جنازہ میں یقیناً شیطان کا حصہ شامل کرنا ہے۔ کیا ہم غیر مقلدوں سے یہ امید رکھیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ڈریں گے اور اپنے جنازوں کو شیطان کے دخل سے پاک کر لیں گے۔ ہاں دیکھنا شیطان کی طرح یہ پروپیگنڈہ نہ کرنا کہ فاتحہ کو شیطان کا حصہ کہہ دیا بلکہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینے کو حضور نے خود شیطان کا حصہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جنازے کی نماز سات۔ چھ۔ پانچ اور چار تکبیروں سے ہوتی رہی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس اختلاف کو ختم کیا گیا۔

فجمع عمر الناس علی اربع ما طول الصلوٰۃ رواہ البیھقی واسنادہٗ حسن فتح الباری

یعنی حضرت عمرؓ نے سب کو چار تکبیروں پر جمع فرما دیا کیونکہ بڑی نماز کی چار ہی رکعتیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں کوئی نماز دو رکعت ہے کوئی تین رکعت کوئی چار رکعت۔ ایک سلام سے چار رکعت سے زیادہ کوئی فرض نماز نہیں ہے اور نماز جنازہ کی ہر تکبیر ایک رکعت کے قائمقام ہے تو زیادہ سے زیادہ چار تکبیریں ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ بڑی سے بڑی نماز چار رکعت سے زائد نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ نماز جنازہ کی تکبیرات کو فرض نماز کی رکعات کے قائمقام جانتے تھے۔ تو اگر نماز جنازہ میں قرأت فرض یا واجب یا سنت بھی ہوتی تو نماز جنازہ میں چار دفعہ فاتحہ پڑھنی فرض ہوتی۔ کیونکہ چار رکعت نماز میں چار مرتبہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں مستقل فاتحہ تو چار تکبیروں میں بھی چار مرتبہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے لیکن سوائے ابن حزم کے پوری امت میں کوئی شخص بھی جنازہ میں چار مرتبہ فاتحہ کی فرضیت کا قائل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا جو لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں وہ اس کو قرأت کی نیت سے بالکل نہیں پڑھتے ثنا کی نیت سے پڑھتے تھے۔ کیونکہ چار رکعت نماز میں قرأت چار مرتبہ ہوتی ہے۔ اور ثنا ایک مرتبہ۔ چار رکعت میں جس کسی نے بھی صرف ایک

بہ نیتِ فاتحہ پڑھی وہ ثنا ہی ہے قرأت نہیں۔
کیا بہ نیت ثنا فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے :- ہمارے مسلک حنفی میں اصل ثناء سبحانک اللھم ہی ہے جو ہر نماز میں بطور ثنا پڑھی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ سورۃ فاتحہ بھی ثنا کی نیت سے پڑھ لے تو جائز ہے لیکن آج کل نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔
غیر مقلدین کی فتنہ پردازی :- غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہیں ہے ان کا کام فتنہ فساد اور عوام کو پریشان کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم فاتحہ پڑھ لیا کرو اگرچہ ثناء کی نیت سے ہی پڑھو پھر نماز جنازہ صحیح ہو گی۔

ان سے کوئی پوچھے کہ اگر ظہر کے چار فرض کوئی شخص فرض کی نیت سے نہ پڑھے نفل کی نیت سے پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ظہر ہو جائے گی۔ ایک آدمی زکوٰۃ نہیں دیتا وہ دس روپے کسی کو دے رہا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میری نیت زکوٰۃ کی نہیں صرف ہدیہ دے رہا ہوں تو کون جاہل کہے گا کہ اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ دوستو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
انما الاعمال بالنیات عمل کا دارو مدار نیت پر ہے جب ایک آدمی فرض کی نیت ہی نہیں کرتا بلکہ وہ صاف اس کے فرض ہونے کا انکار کر رہا ہے تو اس کا فرض کیسے ادا ہو جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے

کی جب انہیں کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ملتی تو بھروسہ
بجائے حنفی عوام کو دھوکا دینے کے لئے ثنا کے طور پر فاتحہ پڑھنے
کا مسئلہ سنا دیتے ہیں جس سے عوام تو دھوکہ کھاتے ہیں لیکن اہل علم
سمجھ لیتے ہیں کہ اب فرضیت کا انکار کر دیا ہے۔ غیر مقلدیت دم توڑ
گئی ہے۔ نہ قرآن نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا نہ حدیث صحیح فرضیت
کی ملی بے چارے کاسہ گدائی لے کر فقہا کی چوکھٹ پر بھی گئے لیکن
بھیک نہ ملی آخر فقہ کی چوکھٹ پر فاتحہ کی فرضیت کے عقیدہ کو ذبح
کر کے بطور ثناء فاتحہ پڑھنے کا وعظ شروع کیا۔

حنفی مذہب :۔ حنفی مسلک میں سبحانک اللھم بالاتفاق ثنا ہے
لیکن جنازہ میں فاتحہ اگر بہ نیت ثنا پڑھی جائے تو گنجائش ہے اگر قرأت
کی نیت سے پڑھی جائے تو مکروہ تحریمہ ہے چونکہ عوام کے لئے اس باریک
فرق کا لحاظ رکھنا مشکل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دَعْ مَا
یریبک الی مالا یریبک یعنی مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز پر عمل
کرو تو فاتحہ پڑھنے میں مکروہ تحریمہ ہونے کی وجہ سے گناہ کا خطرہ موجود
ہے اور سبحانک اللھم پڑھنے سے کوئی خطرہ نہیں اس لئے فاتحہ
سے پرہیز میں ہی احتیاط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ غیر مقلدین فاتحہ کو بلا دلیل فرض قرار دے
رہے ہیں اور بلا دلیل شریعت میں کسی عمل کو فرض قرار دینا نماز میں شیطان
کا حصہ شامل کرنا ہے تو جب غیر مقلدین اپنی نماز میں شیطان کا حصہ داخل

کر چکے اب فاتحہ کسی نیت سے بھی پڑھی جائے اس سے شیطان کی تائید ہو گی اس لئے اس سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے۔

دلائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز جنازہ باطل ہے۔ ظاہر ہے کہ فرضیت ثابت کرنے کے لئے دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت کی ضرورت ہے قطعی الثبوت کا یہ مطلب ہے کہ وہ یا آیت قرآنی ہو یا حدیث متواتر اور قطعی الدلالت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا معنی صاف یہ ہو کہ فاتحہ جنازہ میں فرض ہے جو نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بیکار ہے۔

لیکن غیر مقلدین جو دلائل بیان کرتے ہیں ان میں سے نہ کوئی قطعی الثبوت ہے یعنی نہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں نہ حدیث متواتر اور نہ ہی کوئی قطعی الدلالت ہے یعنی کسی حدیث کا یہ معنی نہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز جنازہ باطل اور بے کار ہے۔

وہ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ اس قدر ضعیف ہیں کہ فرض و واجب ہونا تو کجا ان ضعیف حدیثوں سے تو فاتحہ کا سنت یا مستحب ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱۔ عن ام عفیف قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب (طبرانی)۔ ام عفیف کہتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔

اس میں اولاً تو سرے سے نماز جنازہ کا ذکر ہی نہیں پھر یہ نہایت درجہ کی ضعیف ہے چنانچہ اس کی سند میں عبد المنعم ابو سعید ہے جو ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۳ ج ۳)

۲۔ عن ام شریکؓ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب (ابن ماجہ) یعنی ام شریک فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم عورتوں کو جنازہ پر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجر نے تلخیص الجبیر میں اس کی سند کو بھی ضعیف کہا ہے۔

۳۔ عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی الجنازۃ فاقرؤا بفاتحۃ الکتاب (طبرانی) حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو فاتحہ پڑھا کرو۔

اس کی سند میں معلیٰ بن حمران ہے جس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں پس حدیث ضعیف ہے۔

۴۔ عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب (ابن ماجہ ترمذی) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی۔

اس کی سند میں ابو شیبہ ہے جس کو غیر مقلدین بالاتفاق ضعیف کہتے ہیں۔

۵۔ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بام القرآن

بعد التکبیرۃ الاولیٰ (کتاب الام) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی۔

اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے جو متروک ہے۔

یہ پانچ روایات ہیں جو کہ سب ضعیف ہیں ان سے تو فاتحہ کا سنت ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

نیز پہلی تین حدیثوں میں عورتوں کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتیں جن پر جنازہ پڑھنا فرض نہیں ان کو آپ نے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن مرد جن پر جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے ان کو ایک مرتبہ بھی فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نُھینا عن اتباع الجنائز کہ ہم عورتوں کو جنازہ پڑھنا تو کجا اس کے ساتھ جانے سے بھی روک دیا گیا۔ چنانچہ کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ اس وقت عورتیں جنازہ گاہ میں جا کر جنازہ پڑھتی ہوں۔ پس یہ اس پہلے زمانہ کی حدیثیں ہیں جب عورتیں بھی جنازہ پڑھ لیا کرتی تھیں۔ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کا نہ حکم دینا ثابت ہے نہ خود پڑھنا اس لئے باوجود ضعیف ہونے کے ان احادیث میں منسوخ ہونے کا قوی شبہ ہے اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھنے سے تو ان ضعیف روایات کے منسوخ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

چار تکبیریں :۔ نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت حسن رضؓ، سب کی نماز جنازہ چار تکبیروں سے ہی پڑھی گئی (حاکم بیہقی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ اب جنازہ چار ہی تکبیروں سے پڑھا جائے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں چار تکبیروں سے ہی جنازے پڑھاتے رہے (کتاب الآثار محمد ص۴۷)

عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم كبّر علی جنازة فرفع يديه فی اوّل تكبيرة ثمّ وضع اليمنٰی علی اليسرٰی۔
ترمذی ص۱۲۶

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پر تکبیر کہی اور پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دایاں ہاتھ بائیں پر باندھا

عن ابی هريرة رضؓ قال من السنة وضع الكف علی الكف تحت السرة
ابوداؤد ص

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم كان يرفع يديه علی الجنازة فی اوّل تكبيرة ثم لا يعود دار قطنی ص۱۹۵ ج۲

حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

ثناء :۔ پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے پھر ہاتھ نیچے ناف کے نیچے

باندھے اور سبحانک اللھم پڑھے۔ جس طرح نماز میں ثناء پڑھتے ہیں۔

فتنہ:۔ غیر مقلدین کے پاس شور و شر فتنہ فساد کے سوا اور کچھ نہیں جب فتنہ برپا کرنے کا اور بہانہ نہ ملا تو ایک اشتہار شائع کیا اس میں ایک طرف سبحانک اللھم لکھا جس طرح ہم سب نماز میں پڑھتے ہیں۔ دوسری طرف سبحانک اللھم میں جل ثناءک زیادہ کر دیا ہے بس آسمان سر پر اٹھالیا

میں نے اس غیر مقلد سے کہا کہ جتنی ثناء آپ نے لکھی ہے خاص نماز جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی پڑھنی تم ثابت کر دو جل ثناؤک میں دکھا دوں گا۔ آج چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے وہ پریشان ہے اسے حدیث نہیں مل رہی وہ اپنے ضمیر اور اپنی ساری جماعت کو لعنت ملامت کر رہا ہے کہ ایسی حدیث تلاش کرو مگر کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔ ایک دوسرے غیر مقلد سے میں نے کہا کہ حنفی فقہ کی معتبر کتاب سے ہمیں یہ دکھاؤ کہ نماز جنازہ کی ثناء میں جل ثناءک ضروری ہے وہ بھی نہیں دکھا سکا پھر دیکھئے ایک خود بہتان تراشتے ہیں پھر خود ہی فتنہ کھڑا کرتے ہیں۔ اس لئے تو نواب صدیق حسن کو لکھنا پڑا کہ ان ھذا الا فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (الحطہ) یہ فرقہ خدا کی زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے کا ٹھیکیدار ہے۔

ہم تو یہ کہتے ہیں اگر کوئی جل ثناءک پڑھے تو رد کیں گے نہیں

اور اگر نہ پڑھے تو حکم نہیں دیں گے۔ کیونکہ مشہور احادیث ہیں جل ثناءک کا ذکر نہیں حافظ الحدیث ابن شجاع کتاب الفردوس میں حدیث لائے ہیں۔

عن ابن مسعودؓ من احب الکلام الی عزوجل ان یقول العبد سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کو یہ کلام بہت محبوب ہے۔ سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک۔

اسی طرح کی روایت ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے۔ دیکھئے غیر مقلدین ان دونوں حضرات کو کن کن القاب سے نوازتے ہیں۔ جبکہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی ان کو بدعتی نہیں کہا اور مناظرہ کا چیلنج نہیں دیا

دوسری تکبیر:۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے اور وہی درود شریف پڑھنا بہتر ہے جو ہم عام نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ لیکن ان فتنہ پردازوں نے یہاں بھی شرارت کھڑی کر رکھی ہے ٹکے ٹکے کی کتابوں سے یسرنا القرآن وغیرہ سے وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ کے الفاظ سنا کر چیلنج کرتے ہیں کہ یہ الفاظ کس حدیث میں ہیں اور بیچارے عوام کو پریشان کرتے ہیں۔ ان جاہلوں کو یہ بھی علم نہیں کہ مذہب حنفی مستند کتابوں میں درج ہے۔ اگر مذہب حنفی پر اعتراض کرنا مقصود ہے تو مذہب حنفی کی

مستند کتاب سے وہ مکمل درود شریف دکھاؤ کتنی ڈھٹائی ہے کہ یسرنا القرآن
سے عبارت نقل کر کے ہدایہ۔ درمختار اور خود امام ابو حنیفہ رح کے خلاف شر انگیزی
شروع کر دی جائے۔

ہاں ہم بھی غیر مقلدوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز جنازہ میں خاص یہ درود ابراہیمی مقرر فرمایا ہے یا یہ غیر مقلدوں
نے خود مقرر کر لیا ہے۔ اگر کوئی صحیح صریح حدیث آپ کے پاس ہے ک
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں لفظ بہ لفظ یہی درود ابرا
مقرر فرمایا ہے تو وہ حدیث لاؤ ہم مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے
اور اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مقرر کرنا نہ دکھا سکو تو تم کون ہو
ہو مقرر کرنے والے۔ جونسا درود کوئی چاہے پڑھے۔ اگرچہ افضل یہی
درود ابراہیمی ہے بلکہ حدیث شریف سے تو صاف ثابت ہے کہ کوئی
درود دعا مقرر نہیں۔

عن جابر قال ما اباح لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر فی شئی ما اباحوا فی الصلوٰۃ علی المیت یعنی لم یوقت (ابن ماجہ ص ۱۰۹ مسند احمد ص ۳۵۷ ج ۳)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول پاک ص، حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض نے نماز جنازہ کے لئے کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

نوٹ:- حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس حدیث کا ترجمہ یہ کیا
ہے کہ رسول پاک ص، ابوبکر صدیق رض اور عمر رض نے کبھی نماز جنازہ بلند آواز سے

پڑھی۔

غیر مقلدیت کے عناصر اربعہ کا فتویٰ

مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی فرماتے ہیں "میرے فہم میں یہ سب تشددات (یعنی بے جا سختی) ہے الفاظ ماثورہ (جو حدیث میں آئے ہوں) پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تلبیہ رسول میں لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل کے الفاظ زیادہ کر لئے۔ اسی طرح بہت مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور علمائے اسلام الفاظ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات (دعاؤں) میں بعض الفاظ زیادہ کرتے ہیں اور یہ تعامل بلا نکیر جاری رہا نماز میں بھی اگر ادعیہ ماثورہ (حدیث کی دعاؤں) پر زائد دعا پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے حمداً کثیراً والی غیر ماثورہ دعا پڑھی تو آپ نے فرمایا تیس سے کچھ زیادہ فرشتے اس کے لکھنے کو آئے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ماثور پر زیادت جائز ہے کیونکہ یہ دعا اس نے اپنی طرف سے زیادہ کی تھی ۔ ۔ ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اس کے نظائر بکثرت ہیں اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی غرضیکہ اس قسم کی زیادات بدعت سے نہیں بلکہ فمن تطوع خیراً فھو خیرٌ لہ (جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے میں داخل ہے فقط عبدالجبار عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

عبدالرحمٰن مبارکپوری ۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی ۔ فتاوی نذیریہ صفحہ ۲

عون المعبود شرح ابوداؤد ص ۲۰۹ ج ۴

ایسے غیر مقلدین کے ان چاروں علماء نے فیصلہ ہی کر دیا کہ درود

و دعا میں الفاظ حسنہ کی زیادتی صحابہ کرام سے لے کر آج تک بلا نکیر

جاری رہی ہے ۔ اب غیر مقلدوں کو سوچنا چاہیئے کہ جن باتوں پر صحابہ

کرام سے لے کر آج تک چودہ سو سال میں کسی نے انکار نہیں کیا آج تم

ان باتوں پر فتنے کھڑے کر کے مسلمانوں میں کیوں سر پھٹول کرا رہے ہو

کیا ہے کوئی غیر مقلد جو اپنے ان چاروں علماء کی قبریں اکھاڑے کہ تم

احادیث سے زیادت کا جواز ثابت کر کے ہماری فتنہ پردازیوں پر

کیوں پانی ڈالا ۔

تیسری تکبیر :۔ کے بعد بالغ مرد اور عورت کے لئے مشہور دعا ہے

اگرچہ غیر مقلدین نے اس دعا کے الفاظ میں تو اختلاف نہیں کیا لیکن یہ

بھی رگ شرارت رہ نہیں سکی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز جنازہ

میں ایک ہی دعا پڑھا کرتے تھے ۔ کبھی تین چار دعائیں اکٹھی کر کے نہیں

پڑھیں نہ ان کو ضروری قرار دیا لیکن آج روپڑی صاحب اپنی تقریر وا

ایک دعا پڑھ کر جنازہ ختم کرنے کو جھٹکا کرنا کہتے پھرتے ہیں ۔ دیکھئے

سنت رسول ؐ کے لیئے یہ مکروہ تشبیہ اور پھر بھی نام اہلحدیث ع برعکس

نہند نام زنگی کافور ۔ حالانکہ جماعت کی نماز میں تخفیف کو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے مستحب فرمایا ۔ اور تطویل کرنے کو فتنہ پردازی فرمایا ۔ أفتان

انت یا معاذ۔ لیکن غیر مقلدین کو فتان بننا ہی پسند آتا ہے۔

نابالغ میت:۔ ابن حزم غیر مقلد نے تو یہ لکھا ہے کہ نابالغ بچے کا جنازہ ہی نہیں پڑھنا چاہیئے اسے بلا جنازہ ہی دفن کرنا چاہیئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرۃ والرحمۃ (ترمذی وقال صحیح)

اس نابالغ کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے ماں باپ کے لئے رحمت اور بخشش کی دعا کی جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللھم اجعلہ لنا فرطاً و سلفاً واجراً (بیہقی)، امام حسن بصری بھی ایسی ہی دعا پڑھتے تھے۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء نے جو نابالغ کے لئے بالغ سے علیحدہ دعا لکھی ہے۔ ان کی دلیل یہی احادیث ہیں۔

چوتھی تکبیر:۔ چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام کہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے روایت فرمایا۔ سلم عن یمینہ وعن شمالہ (بیہقی) یعنی دائیں بائیں دو سلام کہے۔

حضرت عبداللہ بھی فرماتے ہیں التسلیم علی الجنازۃ کا التسلیم فی الصلوٰۃ (تلخیص الجبیر ص ۱۶۲ ج ۱) یعنی جنازے کا سلام نماز کے سلام کی طرح ہی ہے۔

نماز جنازہ آہستہ پڑھنی چاہیئے:۔ قبل ازیں یہ لکھا جا چکا ہے کہ نماز

دعا ہے اور دعا کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا عاجزی سے اور آہستہ کیا کرو اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں فرماتے ۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سراً فی نفسہ دل ہی دل میں پڑھا جائے اور فتاوی علمائے حدیث ص ۱۴۷ ج ۵ پر ہے کہ جب کوئی صحابی من السنۃ کذا کہے تو وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے ۔ پس کتاب و سنت کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لیکر تیرہ سو سال تک نماز جنازہ آہستہ پڑھی جاتی رہی یہاں تک کہ آخری تیرھویں صدی میں دہلی میں ایک غیر مقلد مولوی عبد الوہاب نامی ہوا ۔ جس سے انگریزوں نے سید احمد شہید کی تحریک کو فیل کرنے کے لئے امامت کا دعویٰ کروایا تھا (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۲/۵۳) اس مولوی نے سب سے پہلے دہلی میں بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھنے کی رسم ڈالی (مقدمہ تفسیر ستاری ص ۱۵) اس دن سے خود غیر مقلدین میں خانہ جنگی شروع ہے ۔ قاضی شوکانی نیل الاوطار ص ۲۹۸ ج ۲ میاں نذیر حسین صاحب فتاوی نذیریہ ص ۴۶۳/۴۶۴ ج ۱ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری فتاوی علمائے حدیث ص ۱۰۷ ج ۵ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں فاتحہ و سورۃ کا جہر مستحب نہیں یہ جمہور کا مذہب ہے ۔ ان کا مشہور اخبار الاعتصام لکھتا ہے کہ تعلیم کے لئے تو بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے لیکن اس کو عادت بنانا اور سنت سمجھنا صحیح نہیں جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۹ فتاوی علمائے حد[illegible] ۱۰۴

اس کے علاوہ آج کل کے عوام غیر مقلدین بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں اور اس پر بہت اصرار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو مولانا داؤد غزنوی کی نصیحت آویزہ گوش کرلینی چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "ایک مستحب امر بعض حالتوں میں مکروہ بن جاتا ہے جب کہ امر مستحب کو اس کے درجہ استحباب سے بڑھا دیا جائے .... جو شخص ایک امر مستحب پر اصرار کرے اور افضل صورت پر عمل نہ کرے سمجھ لو کہ شیطان اسے گمراہ کرنے کے درپے ہے کیونکہ اس نے ایک امر مستحب کو اسے رتبۂ استحباب سے بڑھا دیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے شیطانی عمل قرار دے کر اسے بدعت ہونے کی طرف اشارہ کیا جو شخص مرتکب بدعت پر اصرار کرے اور سنت کی راہ قبول کرنے سے گریز کرے تم سمجھ سکتے ہو کہ شیطان نے اس پر کس قدر قبضہ جما رکھا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ (فتاوی علمائے حدیث ص ۱۱۶ ج ۵) بہر حال نماز جنازہ آہستہ پڑھنا ہی کتاب وسنت پر صحیح عمل ہے۔ جن روایات میں جہر کا ذکر ہے ان میں صاف بیان ہے کہ وہ نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے تھا۔ سنت نہیں تھا۔ اب غیر مقلد سوچیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت پر عمل کریں گے یا مولوی عبدالوہاب دہلوی کی جاری کردہ بدعت پر اصرار کریں گے۔

غیر مقلد دوستوں سے چند سوالات

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث ہیں ہمارا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے چند مسائل عرض کئے جاتے ہیں جن کی احادیث

ہمیں نہیں ملیں براہ کرم وہ ہمیں اُن احادیث کی نشاندہی فرماکر ماجور ہوں۔

۱۔ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔ پس تنہا نماز کردن بر جنازہ صحیح باشد بدور الاہلہ ص۹۰ یعنی ایک ہی آدمی اکیلا نماز جنازہ پڑھ لے تو صحیح ہے یہ صحیح ہونا ایک شرعی حکم ہے اس کے لئے صحیح حدیث چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے جنازے اکیلے پڑھے آپ کے چار صاحبزادے تین صاحبزادیاں دو بیویاں وصال فرما گئیں۔ آپ نے ان میں سے کس کس کا جنازہ اکیلے پڑھا۔

۲۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ جنازہ پر چار تکبیروں سے زیادہ تکبیریں کہنا بدعت ہے بدور الاہلہ ص ۹۱/۹۲ اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں چار تکبیریں تو کم از کم ہیں زیادہ بھی جائز ہیں ص۲۰ کنز الحقائق ان دونوں میں سے کس کا مسلک درست اور حدیث کے موافق ہے۔

۳۔ نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ثناء (سبحانک اللھم) نہیں پڑھنی چاہیئے لیکن صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ رسول میں اور بہادر بیگ نے اپنے دو ورقے میں سبحانک اللھم کو مسنون جنازہ میں درج فرمایا ہے۔ ان دونوں میں سے حدیث کے موافق کس کا مسلک ہے۔

۴۔ نواب صاحب فرماتے ہیں قبر مربع بنانی افضل ہے اور اونٹ کی کوہان کی طرح بنانی جیسے آج کل سب بناتے ہیں یہ حدیث کے خلاف ہے۔ منکر امر ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسی قبر بنانے والوں پر انکار کریں بدور الاہلہ ص۹۵ کیا غیر مقلدین اپنی قبروں کو جو اونچی بنی ہیں

مٹا دیں گے اگر نہ مٹائیں گے تو واجب کے تارک ہوں گے۔ افسوس ہے کہ غیر مقلدین احناف سے فاتحہ کے وجوب پر تو بہت لڑتے ہیں۔ لیکن جب اپنی قبریں گرانے کا واجب حکم سنتے ہیں تو گونگے شیطان کا کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ بیمار کے مرنے سے پہلے بھی اس کی تعزیت کرنا جائز ہے (بدور الاہلہ ص۹۷) یہ جواز حکم شرعی ہے اس کی دلیل حدیث صحیح صریح مرفوع سے دکھائیں۔

۶۔ نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے آخر میں صرف ایک طرف سلام پھیرے (کنز الحقائق ص۴۱)

۷۔ غیر مقلد ابن حزم فرماتے ہیں کہ جب تک بچہ نابالغ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں (المحلی)، لیکن نواب وحید الزمان فرماتے ہیں کہ جو چار مہینے کا حمل ساقط ہو جائے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (کنز الحقائق ص۴۱) ان دونوں مسئلوں کے لئے صریح حدیث پیش کریں۔

۸۔ فتاوٰی علمائے حدیث ص۳۸ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی دنیوی پریشانی سے تنگ آکر کوئی موت کی تمنا نہ کرے یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے لیکن ص۴۰ پر ہے کہ خود امام بخاریؒ نے امیر خراسان سے تنگ آکر اپنی موت کی دعا کی۔ آخر کیا امام بخاریؒ نے صحیح حدیث کی مخالفت کی؟

۹۔ عورت کے جنازے پر کفن کے علاوہ ایک چادر ڈال لیتے ہیں مولانا

عبد الجبار عمر پوری غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس چادر کا احادیث میں کہیں پتہ ولتا
نہیں ملتا۔ اس کو مسنون خیال کرنا بالکل جہالت ہے یہ بدعت مردودہ
ہے لیکن مولوی علی محمد صاحب سعیدی کہتے ہیں کہ اگر احادیث اس کا
ذکر نہ بھی ملے تو یہ اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ اس چادر کے
بغیر میت بدنما معلوم ہوتی ہے (فتاوٰی علمائے حدیث ص۴۲) بتلائیے
اس جہالت اور بدعت مردودہ کے چھوڑنے کو بدنما کہنے والے کا
کیا حکم ہے۔

۱۰۔ محدث دہلی نے فتوٰی دیا کہ مال زکوٰۃ سے کسی میت کی تجہیز
وتکفین جائز نہیں — لیکن علی محمد سعیدی کہتے کہ جائز ہے (فتاوٰی علمائے
حدیث ص۴۴/۴۵ ج ۵)

۱۱۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت منہا خلقناکم الآیہ پڑھنا مستحب۔
مگر اس کی حدیث ضعیف ہے (فتاوٰی علمائے حدیث ص۴۱/۴۱ ج ۵

۱۲۔ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھائے اور پھر باندھ لے (فتاوٰی
علمائے حدیث ص۱۲۱/۱۲۲ ج ۵) اکثر جگہ غیر مقلدین اس پر عمل نہیں کرتے یہ کیوں
یہ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے مگر حدیث ضعیف سے ثابت ہے ص۱۵۶/۱۵۷ ج ۵

۱۳۔ جنازہ کو اٹھاتے وقت باری باری بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھنا۔ اس
کا کوئی ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا مگر پھر بھی مستحب ہے (فتاوٰی علمائے حدیث ص۲ ج

۱۴۔ نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا شرط ہے فرض سے بڑھ کر (بدور الاہلہ ۹۲) سنت ہے
(فتاوٰی علمائے حدیث ص۱۴۲/۱۴۲ ج ۵) غیر مقلد کس نیت سے پڑھتے ہیں فرض کو سنت یا سنت کو فرض
کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

نماز کے بارے میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں اور جھوٹ

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ / گوبند گڑھ گوجرانوالہ

نماز کے بارہ میں غیر مقلّدین کی بعض غلط بیانیاں

فرقہ غیر مقلدین نے دورِ برطانیہ میں جنم لیا اور اہل السنۃ والجماعۃ کی نمازوں کو باطل و بے کار قرار دیا اور یہ پروپیگنڈہ کیا کہ ہماری نماز کا ہر ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اجماع اور قیاس کی ہمیں ضرورت نہیں لیکن اپنی نماز کے بارہ میں ایسی ایسی غلط بیانیوں سے کام لیا کہ دیانت و شرافت سر پیٹ کر رہ گئیں۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک صد نقل کی جاتی ہیں۔

مسئلہ ۱ نماز میں ہاتھ باندھنا

جھوٹ ۱: سینے پر ہاتھ باندھنے کے لیے اس آیت سے استدلال کیا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (فتاویٰ علمائے اہلِ حدیث ص ۹۵ ج ۳، فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۳ ج ۱) اور اس کی بنیاد ایک باطل روایت پر رکھی۔

جھوٹ ۲: سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔ (ثنائیہ ص ۴۴۳ ج ۱، علماء حدیث ص ۹۱ ج ۳)

یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے لکھا کہ مسیح موعود کا چودھویں صدی کے سر پر آنا قرآن، احادیث اور کشوفِ اولیاء سے ثابت ہے۔ (شہادۃ القرآن)

جھوٹ ۳ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے

..... صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ (ثنائیہ ص ۴۵۷ ج ۱)

یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے مرزا نے کہا تھا کہ بخاری میں ہے کہ ھٰذا خلیفۃ المھدی کی آواز آسمان سے آئے گی۔

دھوکہ ۴ : مسند احمد ص ۲۲۶ ج ۵ پر یضع ھٰذہ علی صدرہ تھا۔ فتاوی ثنائیہ میں یضع یدہ علی صدرہ کر دیا۔ (ص ۴۵۸ ج ۱، ص ۴۴۵ ج ۱)

جھوٹ ۵ : ابن خزیمہ میں ایک حدیث اس سند سے تھی اخبرنا ابو طاھر نا ابوبکر نا ابوموسیٰ نا مؤمل نا سفین عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر الحدیث ص ۲۴۳ ج ۱ ۔ مگر اس ضعیف سند کو اتار کر مولوی عبدالرحمن مبارک پوری شارح ترمذی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور علی محمد سعیدی نے مسلم کی یہ سند لگا دی۔ عن محمد بن یحیٰی عن عفان عن ھمام عن محمد بن حجادہ عن عبدالجبار بن وائل عن علقمہ بن وائل ومولی لھم عن ابیہ (مسلم)

(فتاوی ثنائیہ ص ۴۴۴ ج ۱، فتاوی اہل حدیث ص ۹۱ ج ۳)

اس جھوٹ کی مثال قادیانی کے ہاں بھی نہیں۔

جھوٹ ۶ : مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (فتاوی ثنائیہ ص ۴۵۷ ج ۱)

حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۷ : فتاوی علماء اہل حدیث میں ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (ص ۹۵ ج ۳)

حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۸ : گوجرانوالہ کے ابو خالد نور حسین گرجاکھی نے اپنے رسالہ "اثباتِ رفع یدین" ص ۲۲ پر حضرت وائل بن حجر کی شہادت کے تحت صحیح مسلم ص ۱۷۳ ج ۱، ابن ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۰۷، دارقطنی ص ۱۱۸، ابوداؤد ص ۱۹۳ ج ۱، جزء بخاری ص ۱۴، مسند احمد ص ۱۴۷ ج ۳، جزء سبکی ص ۱۳، مشکوٰۃ ۹ کتابوں کے حوالہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث لکھی ہے۔

حالانکہ اس حدیث میں علیٰ صدرہ کا لفظ کسی ایک کتاب میں بھی نہیں ہے یہ ایک سانس میں ۹ جھوٹ مرزا بھی نہ بول سکا۔

جھوٹ ۹ : غیر مقلدین ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کسی اور جگہ ہاتھ نہیں باندھے۔ مگر وہ اس جھوٹ کو آج تک کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کر سکے البتہ جھوٹ بات بات پر بولتے ہیں۔

جھوٹ ۱۰ : ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۱۱ : سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے۔ (ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۱، شرح وقایہ ص ۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

جھوٹ ۱۲ : ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں، وہ قولِ علیؓ ہے اور ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ تینوں باتیں محض جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں جس کا یہ ترجمہ ہے۔

جھوٹ ۱۳ : مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب

قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ (ہدایہ ص ۲۵/ج ۱)
آپ حیران ہوں گے کہ صاحبِ ہدایہ کا وصال ۵۹۳ ھ میں ہو چکا تھا۔
جبکہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید ۱۱۱۱ ھ میں پیدا ہوئے۔ تو بارھویں صدی کے بزرگ کی نماز کا طریقہ چھٹی صدی ہجری کی کتاب میں کیسے آگیا؟
یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی منچلا کہہ دے کہ میاں نذیر حسین دہلوی میدانِ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔
صحیح احادیث سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

صحیح احادیث کا مذاق اڑانا

حدیث ۱: مصنف ابنِ ابی شیبہ ص ۳۹/ج ۱ کے صحیح نسخوں میں نہایت صحیح سند سے حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں زیرِ ناف ہاتھ باندھے۔

لیکن مولوی محمد حنیف غیر مقلد جھنگوی اس سنت کا یوں مذاق اڑاتا ہے:
"حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلۂ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں۔ (قولِ حق ص ۶۲)
اور غیر مقلد مولوی شمشاد سلفی آف نارنگ تقریر میں آلۂ تناسل پر ہاتھ رکھ کر کہا کرتا ہے یہ ہے حنفیوں کی نماز۔

حدیث ۲: مسندِ اہل بیت میں یہ حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام تمام انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں شامل رہے ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے رکھنا۔
مگر مولوی فیض عالم حبلمی غیر مقلد تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت کا یوں مذاق اڑاتا ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا ازار بند کھل

گیا۔ اس۔ نے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند باندھ لیا تو قاضی ابو یوسف رح نے فتویٰ دے دیا کہ آئندہ نماز میں ہاتھ زیرِ ناف باندھا کریں۔ (اختلافِ امت کا المیہ ص ۶۲)

احادیث اور سنتوں کا ایسا مذاق پادریوں اور پنڈتوں نے بھی نہیں اڑایا اور ایک مسئلہ میں اتنے جھوٹ اور فریب شاید سوامی دیانند نے بھی نہ کیے ہوں۔

مسئلہ ۲

۱۶ ۔ بجائے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ پڑھنا زیادہ تر صحیح ہے۔ (ابنِ ہمام شرح وقایہ ص ۹۴، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مولف کو شرح وقایہ میں ابنِ ہمام کا ذکر کیسے نظر پڑ گیا جب کہ صاحب شرح وقایہ کی وفات ۷۴۴ھ میں ہوئی اور ابنِ ہمام کی ولادت ۷۸۸ھ میں ہوئی۔ مؤلف تاریخ سے بالکل جاہل ہے۔

مسئلہ ۳

جھوٹ ۱۷: اِنِّیْ وَجَّهْتُ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے۔
(شرح وقایہ ص ۹۴، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شرح وقایہ میں مفتٰی بہ قول اس کے خلاف درج ہے۔ چوری اور سینہ زوری۔

مسئلہ ۴

جھوٹ ۱۸: لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب یہ حدیث بسندِ صحیح صحاح ستہ و سننِ دارقطنی میں مروی ہے۔ (ہدایہ ص ۳۶۱ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

ہدایہ میں نہ صحاح ستہ کا ذکر ہے نہ دارقطنی کا یہ محض مؤلف کا افترا ہے۔

جھوٹ ۱۹: ابنِ ہمام نے ثقلت القرآن والی حدیث کے راوی ثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔

(ہدایہ ص ۴۲۹ ج ۱ ، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ ہدایہ میں نہیں ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ میں ہوا اور ابنِ ہمامؒ کی پیدائش ۷۸۸ھ میں ہوئی۔ دو سو سال بعد پیدا ہونے والا قول ہدایہ میں کیسے درج ہو گیا۔

جھوٹ ۲۰: امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔

(شرح وقایہ ص ۱۰۸ ، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ شرح وقایہ کی اصل عربی عبارت متن کی پیش کی جائے۔

جھوٹ ۲۱: حضرت ابنِ عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۰۹ ، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے، باطل ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۱۰ ، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۳: اذا کبّر الامام فکبّروا حدیث ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۱۰ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۴: مشرکین نے قرآن سننے سے پرہیز کیا آپس والوں سے کہتے لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ "مت سنو اس قرآن کو" تو اللہ نے ان کو نصیحت کی فرمایا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا "جب پڑھا جائے قرآن تو سنو اور چپ رہو۔ (ہدایہ ص ۴۳۰ ج ۱ ، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

یہ ۲۱ تا ۲۴ چاروں باتیں بالکل جھوٹ ہیں۔ شرح وقایہ اور ہدایہ ...

اصل عربی عبارات پیش کریں۔

مسئلہ ۵

جھوٹ ۲۵: آمین مُہرِ قبولیت ہے۔ (ہدایہ ص ۳۶۴ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۶: احادیث آمین بالجہر کے اثبات میں ہدایہ ص ۳۶۵ ج ۱، شرح وقایہ ص ۹۷ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۷: مقتدی امام کی آمین سُن کر آمین کہیں۔
(درمختار ص ۲۲۹ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴)

جھوٹ ۲۸: ابنِ ہمام نے آہستہ آمین والی حدیث کو ضعیف کہ کر یہ فیصلہ دیا ہے کہ آمین درمیانی آواز سے ہونی چاہیئے۔ (ہدایہ ص ۳۶۳ ج ۱)

یہ ۲۵ تا ۲۸ تینوں جھوٹ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ پر درج ہیں۔ ان کتابوں میں یہ باتیں ہرگز نہیں اور جیسا کہ ص ۱۹ میں گزرا۔ ابنِ ہمام تو صاحبِ ہدایہ سے دو صدی بعد پیدا ہوئے ان کی بات ہدایہ میں کیسے؟ یہ جھوٹ رسالہ آمین بالجہر نور حسین گرجاکھی کے ص ۲۲، ۲۱ پر بھی درج ہیں۔

جھوٹ ۲۹: حافظ عبداللہ روپڑی صاحب نے شوکانی غیر مقلد کے حوالہ سے نقل کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف میں جو آپ کے نزدیک ہوتے سُن لیتے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابنِ ماجہ نے۔ اور ابنِ ماجہ نے کہا ہے کہ پہلی صف سُن لیتی، یہاں تک کہ بہت سی آوازوں کے ملنے سے مسجد ... جلہ ہو جاتا۔ نیل الاوطار میں ہے اس حدیث کو دارقطنی نے بھی ...

روایت کیا ہے اور کہا ہے اسناد اس کی اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے حسن صحیح ہے۔ (اہل حدیث کے امتیازی مسائل ص۷۶)

یہ جھوٹ ہے۔ دارقطنی، حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت ہی نہیں کیا چہ جائیکہ اس کو حسن صحیح وغیرہ کہا ہو۔ افسوس غیر مقلدین کا مذہب بھی کتنا یتیم ہے کہ جھوٹ کے سوا اس کا کوئی سہارا نہیں۔

جھوٹ نمبر ۳۰: مستری نور حسین گرجاکھی اپنے رسالہ آمین بالجہر ص۲۲ پر سرخی لکھتے ہیں "یہود کا آمین بالجہر پر حسد کرنا" اور اس کے تحت دس نمبر دیئے ہیں جن میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں اور جہر کا لفظ تو ان جھوٹی روایات میں بھی نہیں ہے۔ یہ ایک ہی سانس میں دس جھوٹ بولنا اہل حدیث ہونے کی علامت ہے یا منافق ہونے کی؟

جھوٹ نمبر ۳۱: مستری نور حسین صاحب لکھتے ہیں:

"اشعار در اثبات آمین بالجہر"

ایہہ آمین کرن دیاں لکھیاں اک سو پنج دلیلاں
مؤمن من نبیؐ دا کہنا منن کم اصیلاں
ستر پنج پچھتر وڈیاں ڈھیاں کھول کتاباں
تین سو کھول حوالہ کڈھیا گنتی وچ حساباں
سبھناں تھیں ایہہ ثابت ہویا سن تو یار گرامی
خوب آمین پکار نبیؐ نے آکھی عمر تمامی

(آمین بالجہر ص۳۱)

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر خوب بلند آواز سے

آمین کہی۔ اس کی ایک سو پانچ دلیلیں ہیں۔ حالانکہ دوام جہر کی ایک ضعیف حدیث بھی موجود نہیں ہے۔ یہ ہیں ایک ہی سانس ہیں ۱۰۵ سیاہ جھوٹ۔

مسئلہ ٦ : رفع یدین پر غیر مقلدین کا عمل

غیر مقلدین چار رکعت نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ اسی طرح رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور سجدوں میں جاتے اور اٹھتے وقت کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ ان کا عمل ہے۔

اس عمل پر وہ مندرجہ ذیل دعوے کرتے ہیں۔ جو کہ بالکل جھوٹ ہیں۔

جھوٹ ۳۲ : غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنتِ مؤکدہ فرمایا اور ساری عمر یہ رفع یدین کرتے رہے نہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۳ : غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا اور اس رفع یدین کو حرام فرمایا اور اس جگہ رفع یدین کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۴ : ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا حکم دیا۔ اس کو سنتِ مؤکدہ فرمایا ہمیشہ اس پر عمل فرمایا اور نہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۵ : ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں

جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے سے منع فرمایا، اسے حرام فرمایا، کبھی یہ رفع یدین نہ کی بلکہ کرنے والے کی نماز کو باطل فرمایا۔

جھوٹ ۳۶: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طریقہ جو ۳۲ تا ۳۵ میں درج ہے۔ حضورؐ سے چار سو صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔

جھوٹ ۳۷: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہؓ ساری عمر اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے۔

جھوٹ ۳۸: مستری نور حسین کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طریقہ مسند احمد ص ۱۶۶ پر مالکؒ زہریؒ سالمؒ، ابن عمرؓ کے طریق سے مروی ہے۔

جھوٹ ۳۹

جھوٹ ۴۰: مسئلہ رفع یدین پر مولوی عبدالرشید غیر مقلد نے کتاب الرسائل فی تحقیق المسائل" شائع کی۔ مولوی نور حسین نے کتاب "اثبات رفع الیدین" شائع کی اور اس کے بیٹے خالد گرجاکھی نے جزء رفع الیدین لکھی۔ ان سب نے یہ لکھا کہ ہماری نماز میں رفع یدین کا مکمل طریقہ ان صحابہؓ نے نبی پاکؐ سے باسنادِ صحیحہ روایت کیا ہے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت زیاد بن حارثؓ، حضرت عمروؓ بن العاصؓ، حضرت بریدہؓ حضرت عدی بن عجلانؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابومسعود بدریؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت عبداللہ بن جابرؓ، حضرت امام حسن بن علیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عمران بن

حصینؓ، حضرت نعمان بن ابی عیاش، حضرت بریدہؓ، حضرت نعمان بن بشیر۔
حالانکہ یہ جھوٹ ہے ایک ہی سانس میں ۲۶ صحابہؓ پر جھوٹ باندھ دینا اس کی جرأت پنڈت شردھانند اور ماسٹر رام چندر بھی نہ کرسکا، یہ غیر مقلدین کا ہی حوصلہ ہے۔

جھوٹ ۴۱: مولوی محمد یوسف جے پوری لکھتے ہیں: تصدیق احادیث رفع یدین قبل رکوع اور بعد رکوع۔ ہدایہ ص ۳۸۴ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۰۲

جھوٹ ۴۲: بیہقی میں ہے کہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضورؐ آخر تک رفع یدین کرتے رہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ہدایہ ص ۳۸۶ ج ۱

جھوٹ ۴۳: رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترکِ رفع کے قوی ہیں۔ ہدایہ ص ۳۸۹ ج ۱

جھوٹ ۴۴: رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص ۱۰۲

جھوٹ ۴۵: حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین صحیح ثابت ہے۔ ہدایہ ص ۳۸۶ ج ۱

جھوٹ ۴۶: جو رفع یدین کرے اس سے مناقشہ حلال نہیں۔ ہدایہ ص ۳۸۹ ج ۱

جھوٹ ۴۷:

یہ سب جھوٹ ہیں۔ محوّلہ کتابوں میں نہیں ان کتابوں کے متن کی اصل عربی عبارات پیش کریں۔

مسئلہ ۷

جھوٹ ۴۸: جلسۂ استراحت نہ کرنے کی حدیث میں ابن ایاس راوی

محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص۱۰۱

مسئلہ ۸

جھوٹ ۴۹: درمیانی قعدہ سے ہاتھ ٹیک کر اُٹھنے میں مضائقہ نہیں۔ ہدایہ ص۳۹۵ ج۱

مسئلہ ۹

جھوٹ ۵۰: انگلی سے حرکت دینا بھی جائز ہے۔ ہدایہ ص۳۹۱ ج۱

مسئلہ ۱۰

جھوٹ ۵۱: پہلی دوسری رکعت میں ایک سورت چھوڑ کر پڑھے تو مکروہ نہیں۔ ہدایہ ص۴۲۸ ج۱

مسئلہ ۱۱

جھوٹ ۵۲: بھولے سے ترتیب بدل جائے تو مضائقہ نہیں۔ درمختار ص۲۵۴ ج۱

مسئلہ ۱۲

جھوٹ ۵۳: رُکنے پر قرأت ایک جگہ سے پڑھ کر دوسری جگہ سے پڑھنا جائز ہے۔ درمختار ص۲۹۰ ج۱

مسئلہ ۱۳

جھوٹ ۵۴: جس غلطی سے معنی کفری پیدا ہوں تو نماز فاسد

ہوگی ورنہ نہیں۔ درمختار ص ۲۹۴ ج ۱

مسئلہ ۱۴ بعد فرض سنت پڑھنا

جھوٹ ۵۵: صبح کے فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے۔
ہدایہ ص ۵۴۲ ج ۱، شرح وقایہ ص ۸۴، منیۃ المصلی ص ۷

مسئلہ ۱۵ صبح کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا

جھوٹ ۵۶: صبح کی سنت پڑھ کر داہنی کروٹ لیٹے۔ درمختار ص ۳۱۶ ج ۱، ہدایہ ص ۵۴۱ ج ۱

مسئلہ ۱۶ نماز میں آیات کا جواب دینا

جھوٹ ۵۷: نماز میں آیات کا جواب دینا ثابت ہے۔ ہدایہ ص ۴۴۷ ج ۱

مسئلہ ۱۷ جوتے پہن کر نماز پڑھنا

جھوٹ ۵۸: جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ درمختار ص ۳۰۶ ج ۱

مسئلہ ۱۸ رفع یدین والی نماز

جھوٹ ۵۹: امیر کاتب اتمید متعصب حنفی تھا۔ رفع یدین والی نماز کو باطل کہتا تھا۔ مولانا عبدالحی نے اس کی تردید کی۔ عالمگیری ص ۸۱ ج ۱
عالمگیر کی وفات ۱۱۱۸ھ میں ہوئی اور مولانا عبدالحیؒ لکھنوی کی پیدائش ۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ تو کیا یہ ممکن بھی ہے؟

مسئلہ ۱۹ نمازِ قصر کی مسافت

جھوٹ ۶۰: تین میل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے۔ (شرح وقایہ ص۱۴۵)

یہ تمام حوالہ جات ۴۱ تا ۶۰ حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۱۹۵/۱۹۶ سے لیے ہیں

یہ سب جھوٹ ہیں۔ اگر غیر مقلدین میں جرأت ہے تو ان کتابوں کے متن کی اصل عربی عبارات لکھیں جن کا یہ ترجمہ ہے۔

مسئلہ ۲۰ رکعاتِ نمازِ وتر

جھوٹ ۶۱: وتر ایک رکعت بھی ہے۔

ہدایہ ص ۵۲۸/ج۱، شرح وقایہ ص ۱۲۵، منیۃ المصلی ص ۹۶، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹

یہ جھوٹ محض ہے۔ ان کتابوں میں تو اس کے خلاف لکھا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان سلام نہیں۔

جھوٹ ۶۲: ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (ہدایہ ص ۵۲۹/ج۱)

حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹

ہدایہ میں یہ نہیں۔ محض جھوٹ ہے۔

جھوٹ ۶۳: وتر ایک، تین، پانچ، سات رکعت ہیں۔

(ہدایہ ص ۵۲۶/ج۱، شرح وقایہ ص ۱۲۳) حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹

جھوٹ ۶۴: تین وتر کی روایت ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۲۲، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹)

مسئلہ ۲۱ بعد رکوع دعا قنوت

جھوٹ ۶۵: بعد رکوع کے دعا قنوت پڑھنے کی روایت جاری

خلفاء سے ہے۔ (شرح وقایہ ص۱۲۵) حقیقۃ الفقہ ص۱۹۹

جھوٹ ۶۶: ابن ہمام نے کہا کہ بعد رکوع قنوت پڑھنے کی نص صریح حدیث حسن بن علیؓ بروایت حاکم ہے (ہدایہ ص۵۳۰ ج۱) حقیقۃ الفقہ ص۱۹۹

جھوٹ ۶۷: دعائے قنوت اللھم اھدنی حدیث سے ثابت ہے۔ (درمختار ص۳۱۱ ج۱، عالمگیری ص۱۵۲ ج۱، ہدایہ ص۵۳۱ ج۱، شرح وقایہ ص۱۲۶، کنز ص۴۸) حقیقۃ الفقہ ص۱۹۹

مسئلہ ۲۲ نماز فجر میں قنوت پڑھنا

جھوٹ ۶۸: نماز فجر میں قنوت پڑھنا چاروں خلفائے راشدینؓ، عمار بن یاسرؓ، ابی بن کعبؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، براء بن عازبؓ، انسؓ، سہل بن سعدؓ، معاویہؓ، عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ثابت ہے اور اسی طرف اکثر صحابہؓ و تابعینؒ گئے ہیں۔ (ہدایہ ص۵۳۴ ج۱) حقیقۃ الفقہ ص۱۹۹

مسئلہ ۲۳ سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرنے والا

جھوٹ ۶۹: سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرنے والا بدعتی ہے۔ (ہدایہ ص۵۸۵ ج۱) حقیقۃ الفقہ ص۲۰۰

مسئلہ ۲۴ رکعات تراویح

جھوٹ ۷۰: تراویح بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے۔ (درمختار ص۵۶۳ ج۱، شرح وقایہ ص۱۳۳) حقیقۃ الفقہ ص۲۰۰

جھوٹ ۷۱: تراویح آٹھ رکعت کی حدیث صحیح ہے۔ (شرح وقایہ ص۱۳۳) حقیقۃ الفقہ ص۲۰۰

جھوٹ ۷۲: تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعت ثابت

ہیں۔ (ہدایہ ص ۵۶۳ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۱۳) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۱

جھوٹ ۷۳: مع وتر کے تراویح گیارہ رکعت سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیس خلفائے راشدین رض۔ (ہدایہ ص ۵۶۳ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۳۴)

جھوٹ ۷۴: تراویح آٹھ رکعت سنت اور بیس رکعت مستحب ہیں۔ (شرح وقایہ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۵

جھوٹ ۷۵: حالتِ خطبہ میں دو رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ (ہدایہ ص ۳۸۷ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۴۸)

حالانکہ وہاں اس کے خلاف ہے۔

جھوٹ ۷۶: حضرت ابوبکر رض کا قبل زوال خطبہ پڑھنا ثابت ہے۔ (شرح وقایہ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۲۶

جھوٹ ۷۷: دُعا کرنا دونوں خطبوں کے درمیان نامشروع اور بدعت ہے۔ (درمختار ص ۳۷۳ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۴۹)

جھوٹ ۷۸: حضرت عمار بن یاسر رض نے جب بشیر بن مروان کو دعا مانگتے دیکھا تو بددعا دی۔ (درمختار ص ۳۷۳ ج ۱)

جھوٹ ۷۹: اس دعا کی بدعت خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے پیدا ہوئی۔ (درمختار ص ۳۷۴ ج ۱)

جھوٹ ۸۰: دعا دونوں خطبوں کے درمیان مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار ص ۳۷۳

یہ تمام حوالہ جات ۶۱ تا ۸۰ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۱ میں دیئے ہیں جو بالکل جھوٹ ہیں۔ ان عبارات کی اصل عربی عبارت متون سے پیش کی جائے۔

مسئلہ ۲۷ تکبیراتِ عیدین

جھوٹ ۸۱: نماز عیدین کی بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔

(ہدایہ ص ۶۶ ج ۱، شرح وقایہ ص ۱۵۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جھوٹ ۸۲: دونوں رکعتوں میں قبلِ قرأت تکبیرات کہے۔ (قدوری ص ۴۰)

حالانکہ وہاں اس کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۲۸ غائبانہ نمازِ جنازہ

جھوٹ ۸۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ غائبانہ بادشاہ نجاشی اور معاویہ بن مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیارؓ پر پڑھی ہے۔

(شرح وقایہ ص ۱۵۷) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۲۹ بعد از دفن قبر پر قرآن پڑھنا

جھوٹ ۸۴: حضرت ابن عمرؓ دفن کے بعد قبر پر سورت بقرہ کا اوّل و آخر پڑھنا مستحب جانتے تھے۔ (در مختار ص ۴۲۱ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۰ مردے کی طرف سے اسقاط دینا

جھوٹ ۸۵: مردے کی طرف سے اسقاط دینا مذموم ہے۔ (در مختار ص ۳۳۶ ج ۱)

مسئلہ ۳۱ نماز کا منکر کافر ہے۔

جھوٹ ۸۶: نماز کا منکر کافر ہے۔ (ہدایہ ص ۲۵۱ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۲ غلس میں نمازِ صبح پڑھنا

جھوٹ ۸۷: غلس میں نمازِ صبح پڑھنے کی احادیث کا ثبوت۔ (ہدایہ ص ۲۶۸ ج ۱)

جھوٹ ۸۸: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دوام غلس پر تھا۔

(ہدایہ ص ۲۷۱ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۳ نمازِ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے

جھوٹ ۸۹: امام صاحب رح کی روایت کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔ لائق تصحیح ہے۔ (ہدایہ ص ۲۵۷ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۴ اذان میں ترجیع

جھوٹ ۹۰: اذان میں ترجیع حدیث سے ثابت ہے۔

(ہدایہ ص ۲۹۲ ج ۱، کنز ص ۳۰) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

حالانکہ وہاں ترجیع کا ردّ ہے۔

مسئلہ ۳۵ نماز کے لیے صلوٰۃ کہہ کر پکارنا بدعت

جھوٹ ۹۱: نماز کے لیے صلوٰۃ کہہ کر پکارنا بدعت ہے (سوا اذان کے)

(ہدایہ ص ۳۰۰، شرح وقایہ ص ۱۴۹، کنز ص ۳۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۶ زبان کے ساتھ نیت کرنا

جھوٹ ۹۲: نیت زبان کے ساتھ بدعت ہے۔ (ہدایہ ص ۳۲ ج ۱)

مسئلہ ۳۷ عمامہ پر مسح

جھوٹ ۹۳: عمامہ پر مسح جائز ہے۔ (ہدایہ ص ۱۰ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۸ گردن کا مسح

جھوٹ ۹۴: گردن کا مسح بدعت ہے اور اس کی حدیث موضوع ہے۔
(درمختار ص ۵۸ ج ۱، ہدایہ ص ۱۸ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

مسئلہ ۳۹ تیمم کا طریقہ

جھوٹ ۹۵: تیمم میں ایک ضرب کی احادیث صحیحین بطرق کثیرہ اور صحیح ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۴۲ ج ۱، شرح وقایہ ص ۵۷) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جھوٹ ۹۶: تیمم میں دو ضرب کی احادیث ضعیف ہیں اور موقوف بھی۔ (ہدایہ ص ۱۴۲ ج ۱، شرح وقایہ ص ۵۶) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جھوٹ ۹۷

مسئلہ ۴۰ جرابوں پر مسح

ٹ ۹۸: سوت سے بنی ہوئی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ (درمختار ص ۱۳۲)

جھوٹ ۹۹

مسئلہ ۴۱

جھوٹ ۱۰۰: پانی سے استنجا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادب تھا۔ باجماع صحابہؓ سنت ہوگیا۔ (در مختار ج۱ ص۵۲)

طہارت، وضو اور نماز کے یہ ایک صد مسائل ہیں جن پر کتاب کی جلد اور صفحہ کا نمبر بھی درج ہے اور ان کو فقہ حنفی کے مفتیٰ بہا مسائل بتا کر دعوتِ عمل دی گئی ہے مگر ایک حوالہ بھی صحیح نہیں۔

ع چہ دلاور ست دُزدے کہ بکف چراغ دارد

مولوی محمد یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں یہ سب جھوٹ اکٹھے کیے ہیں۔ ساری دنیائے غیر مقلدیت مل کر بھی ان محولہ کتابوں کے متون سے ان عبارات کی اصل عربی پیش نہیں کر سکتی۔ یہ لوگ نام قرآن و حدیث کا لیتے ہیں اور حوالے جھوٹے دیتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ
[illegible] گوجرانوالہ

مرد اور عورت

کی

نماز میں فرق

تالیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ ر گوبند گڑھ گوجرانوالہ

ابتدائیہ

ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا۔ آج کل مسلمان اس میں بہت سستی کر رہے ہیں۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کی جائے۔ الحمد للہ تبلیغی جماعت

[illegible]

اس پر رات دن محنت کر رہی ہے۔ لیکن لامذہب غیر مقلدین بے نمازیوں پر محنت کرنے کی بجائے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی۔ یہ لوگ عوام کے سامنے رات دن یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں لیکن جب سے (دورِ انگریزی) یہ فرقہ بنا ہے ان کی تحریروں اور تقریروں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ قرآن پاک سے ان کی قسمت میں صرف متشابہات آئی ہیں۔ یہ طریقہ قرآن پاک کے موافق کج دلوں کا ہے اور حدیث سے ان کے حصہ میں صرف متعارضات آئی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسی احادیث کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے امّت میں اختلاف شدید ہوتا ہے[1] ایسی متعارض

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص۲ ج۱

روایات میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ اُمت کے پاس محفوظ نہیں ہے اگر کوئی شخص ان میں سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیتا ہے تو یہ بھی اُمتی کا اجتہاد ہے اگر کوئی ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف کہتا ہے تو یہ بھی اُمتی کا اجتہاد ہے اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ ایسے موقع پر پہلے اجماع کو دیکھتے ہیں اگر متعارضات میں ایک طرف کی روایات پر اجماع ہے تو اُن پر عمل کرتے ہیں اور اگر اجماع نہ ہو تو اس رفع تعارض کے لیے مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حدیثِ معاذ رضی سے صراحتاً ثابت ہے کہ اگر فیصلہ کتاب و سنت سے نہ ملے تو اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا جو شخص خود اجتہاد کر سکتا ہے وہ خود اجتہاد کرے اور جو اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو وہ مجتہد کی تقلید کر کے راجح حدیث پر عمل کرے۔ ائمہ مجتہدین کا یہ اختلاف حق اور باطل کا اختلاف نہیں بلکہ صواب و خطار کا اختلاف ہے اور مجتہد نہ ہی معصوم ہے نہ ہی مطعون ہے بلکہ ہر حال میں ماجور ہے، خواہ دو اجر ملیں یا ایک اجر ملے عمل بہرحال مقبول ہے۔ اس لیے کسی وسواس کی ضرورت نہیں۔

اس کے برعکس لامذہب غیر مقلدین کا طرز ایسی روایات کے بارہ میں نہایت خطرناک ہے۔ ان کے مولوی اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے خود تو رُو پوش ہیں اَن پڑھ لڑکوں کو گلی بازار میں چھوڑا ہوا ہے۔ اُنکا طرز یہ ہے:

۱ ــــ جس سے ملتے ہیں اس پر پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ آپ کا فلاں عمل کس حدیث میں ہے اور شور مچاتے ہیں کہ تمھارے پاس کوئی حدیث نہیں؟ جب آپ اُن سے پوچھیں کہ آپ کے پاس اس عمل کے خلاف کونسی حدیث ہے تو خاموش۔

۲ ــــ اُن سے آپ پوچھیں کہ آپ جو فلاں عمل کرتے ہیں اس کی

حدیث سنائیں تو چونکہ ان کو حدیث نہیں آتی اس لیے فوراً کہتے ہیں کہ تم ہی حدیث سناؤ کہ کس حدیث میں یہ کام منع ہے؟

۳ ــــ جب انھیں دکھا دی جائے تو اس کو ہرگز نہیں مانتے بس یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ تمام احادیث کا کُھلّم کُھلّا انکار کرتے ہیں اور نام اہلِ حدیث رکھتے ہیں۔

۴ ــــ اگر سننِ اربعہ سے حدیث دکھائیں تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے بخاری مسلم دکھاؤ۔ اِس طرح سننِ اربعہ کی احادیث کے بھی منکر ہیں۔

۵ ــــ اگر صحاح ستہ سے کوئی حدیث دکھائیں تو فوراً اپنی طرف سے کوئی شرط لگا دیتے ہیں کہ حدیث میں فلاں لفظ ہو گا تو ہم مانیں گے ورنہ ہم نہیں مانیں گے گویا یہ فرقہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ حضرت اگر کوئی دینی مسئلہ بتانا ہو تو ہم سے پوچھ لینا کہ کن الفاظ میں مسئلہ بیان کریں اور کس شرط کے موافق بات کریں۔ اے اللہ تعالیٰ، اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے الفاظ میں کوئی مسئلہ بیان فرما دیا جو ہماری شرط کے موافق نہ ہو تو ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ یاد رہے کہ یہ لامذہب نہ خدا کی مانتے ہیں نہ رسولؐ کی، صرف اپنی شرط پر ایمان رکھتے ہیں۔

۶ ــــ اگر ایسی حدیث بھی پیش کر دی جائے جس میں وہی الفاظ ہوں اور ان کی شرط بھی پوری ہو جائے تو پھر بھی اس کو بالکل نہیں مانتے بلکہ بڑے زور و شور سے کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے، ضعیف ہے، ضعیف ہے تاکہ عوام سمجھیں کہ بڑا محدث ہے حالانکہ وہ سکول کا طالب یا دکاندار ہوتا ہے۔ الغرض انکارِ حدیث کے لیے یہ فرقہ ہر دھوکہ کرتا ہے۔

۷ ــــ یہ لوگ کہتے ہیں کہ احناف کی نماز غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ آپ کی

تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرتے ہیں۔ آپ بالترتیب ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھاتے جائیں تو بالکل تیار نہیں ہوں گے۔ حالانکہ احادیث لکھانا کوئی گناہ نہیں۔

۸ ـــــ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس کا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نماز بدنی افعال اور زبانی اذکار کا مجموعہ ہے۔ آپ اپنی نماز کے اعمال اور اذکار بالترتیب لکھ دیں۔ پھر ہر عمل اور ذکر کی ترتیب اور درجہ کہ یہ فرض ہے یا سنّت یا نفل وغیرہ حدیث صریح سے دکھاتے ہیں، اور ہر ذکر کے بارہ میں یہ فیصلہ کہ بلند آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ اس کی صریح حدیث دکھاتے جائیں اور ہر عمل اور ذکر میں بھول کا مسئلہ حدیث صریح سے بتاتے جائیں تو ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ کراچی، رحیم یار خان، کوہاٹ دہاڑی، لاہور، اوکاڑہ، ٹیل کروالی اور ہارون آباد میں وعدہ کر کے بھاگ گئے ہیں جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم نے اپنی مکمل نماز فلاں شہر میں ثابت کردی لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کیسٹیں لاؤ تو فوراً آکر کہتے ہیں کہ کیسٹیں ہمارے پاس موجود ہیں ہم نے خود سنی ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہمیں ان کیسٹوں سے مکمل مسائل حدیث سے سنادو تو وہاں تکبیر تحریمہ کے مسئلہ کی بھی پوری وضاحت نہیں ملتی۔

۹ ـــــ ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ نمازیوں کے دلوں میں وسوسے کیوں ڈالتے ہیں؟ کیونکہ قرآن پاک نے وسوسے ڈالنے والے کو خناس کہا ہے نہ کہ اہل حدیث۔ تو عوام کو کہتے ہیں کہ ہم تو تحقیق کرتے ہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ گناہ اور فتنہ فساد ہے کیونکہ یہ لوگ نہ تو محدّث ہیں نہ مجتہد۔ بلکہ بے علم اور نااہل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں بے علم لوگ فتویٰ دیا کریں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسرں

"ادا کریں گے۔ (بخاری) اور دوسری حدیث پاک میں ہے کہ "اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة (بخاری) کہ جب نااہل کی طرف معاملہ سپرد کیا جائے گا تو وہ قیامت ڈھائے گا" اور قیامت نام ہی فساد کا ہے وہ بھی دین میں فساد برپا کریں گے اور عجیب بات ہے کہ اس فساد کا نام تحقیق رکھا ہے اور یہ لوگ باوجود جاہل اور نااہل ہونے کے مجتہدین مثلِ ائمہ اربعہ اور محدثین مثلاً زیلعی، عینی، علی قاری، ابنِ ترکمانی، علامہ انور شاہ، حضرت بنوری وغیرہ پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ ان سے جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے وقت یہ شرط لیا کرتے تھے کہ ان لا ننازع الامر اهله (بخاری) "کہ ہم اہلِ فن سے منازعت نہیں کریں گے" یہ نااہل کی منازعت گناہ کبیرہ ہے لامذہبوں نے اس کا نام تحقیق رکھا ہے حالانکہ قرآنِ مجید میں ہے:

الفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

مرد اور عورت
کی
نماز میں فرق

لامذہب غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لامذہب غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن اور حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ اجماعِ امت اور احادیث کے خلاف محض ابنِ حزم ظاہری کی تقلید پر مبنی ہے۔

شریعتِ مطہرہ میں بعض احکام مرد عورت میں مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں فرق ہوتا ہے مثلاً:

ا۔۔۔۔۔ حج مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے مگر عورت کے لیے زادِ راہ کے علاوہ محرم کی شرط بھی ہے یا خاوند ساتھ ہو۔

۲۔۔۔۔۔ حج سے احرام کھول کر مرد سر منڈاتے ہیں۔ مگر عورت سر نہیں

منڈاتی ۔

۳ ـــــ حکم نکاح مرد عورت دونوں میں مشترک ہے مگر طلاق مرد کے ساتھ خاص ہے اس کا حق صرف مرد کو ہے اور عدت عورت کے ساتھ خاص ہے ۔

۴ ـــــ ایک مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے مگر ایک عورت کو ایک سے زائد مرد سے نکاح کی اجازت نہیں ۔

خود لامذہب غیر مقلدین بھی نماز کے بہت سے مسائل میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے ہیں ۔ مثلاً :

۱ ـــــ ان کی مساجد میں مرد تو امام اور خطیب ہیں لیکن کسی مسجد میں عورت نہ امام ہے نہ خطیب ۔

۲ ـــــ انکی مساجد میں مؤذن ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت کو کبھی مؤذن نہیں بناتے ۔

۳ ـــــ نماز باجماعت کی اقامت ہمیشہ مرد کہتے ہیں عورت سے اقامت نہیں کہلواتے ۔

۴ ـــــ ہمیشہ اگلی صفوں میں مرد کھڑے ہوتے ہیں، عورتوں کو اگلی صفوں میں کھڑا نہیں کرتے ۔

۵ ـــــ ان کے اکثر مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں مگر عورتیں نماز کے وقت دوپٹہ نہیں اتار پھینکتیں ۔

۶ ـــــ ان کے مردوں کی اکثر کہنیاں اور نصف پنڈلیاں نماز میں ننگی رہتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس طرح نماز نہیں پڑھتیں ۔

۷ ـــــ مرد اور عورت کے سترِ عورت میں بھی فرق ہے ۔

۸ ـــــ نمازِ جمعہ مرد پر فرض ہے عورت پر فرض نہیں ۔ اسی طرح نماز پنجگانہ کا باجماعت ادا کرنا مردوں پر لازم ہے نہ کہ عورتوں پر ۔

۹ ـــــ نماز میں کوئی بات پیش آئے تو مرد تسبیح کہے اور عورت ہاتھ سے کھٹکا کرے ۔ (ترمذی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان سب مسائل میں سُنتوں بلکہ فرائض تک کے مقابلہ میں عورت کے ستر اور پردہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے اسی لیے ائمہ اربعہ نے رکوع، سجود اور قعدے وغیرہ کی ہیئت میں بھی مرد اور عورت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اس میں اصل علّت اسی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔

ائمہ احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ یہ اُس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے اور سجدہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔ یہ اس کے پردہ کے زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں عورت کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ سمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ زیادہ باعثِ ستر ہے اور ساری نماز میں ستر کا اہتمام کرے۔

امام نوویؒ نے مجموع میں اسی طرح مذہبِ شافعی بیان کیا ہے۔

مالکیہ میں سے ابوزید قیروانی نے الرسالہ میں صراحت فرمائی ہے کہ ابنِ زیاد کی روایت جو صحیح ہے یہی ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔

حنابلہ کی معتبر کتاب مغنی ابنِ قدامہ میں بھی اس فرق کی صراحت موجود ہے۔

محدثین میں سے ابنِ دقیق العید نے شرح عمدۃ الاحکام میں اور ابنِ حجر نے تلخیص الحبیر میں اسی کو بیان فرمایا ہے بلکہ غیر مقلدین میں سے امیر یمانی نے سبل السلام میں، مولانا عبدالجبار غزنوی نے فتاویٰ غزنویہ میں اور مولوی علی محمد سعیدی نے فتاویٰ علمائے حدیث میں اسی طرح لکھا ہے بلکہ مولوی عبدالحق ہاشمی مہاجر مکی غیر مقلد نے اس فرق پر پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے نصب العمود فی تحقیق مسئلۃ تجافی المرأۃ فی الرکوع والسجود والقعود۔

مثال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اُسے غوطہ دے کر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجماعاً یہ علّت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دمِ مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے۔ اس لیے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا چنانچہ مچھر، جگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجماعاً چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب و سنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجماعاً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد اُن سے ساقط کر دیئے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

۱۔ عن وائل بن حجرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابنِ حجر اذا صلّیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ ترفع یدیہا حذاء ثدییہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابنِ حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے برابر ہاتھ اُٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے۔ (کنز العمال ص ۳۰۷ ج ۷)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا مرکزِ اسلام کوفہ میں امام حمّاد یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منبعِ اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اور امّ درداءؓ بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتیں۔

اسی طرح مجمع الاسلام مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ یہی فتویٰ دیتے تھے اور

فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ اٹھانے میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے[۱]
اور اس خیر القرون میں کسی ایک فرد نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا کیونکہ لا مذہب اس زمانہ میں نہ تھے۔

۲ استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحیؒ لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں:

وَاما فی حق النساء فاتفقوا علیٰ ان السنۃ لھن وضع الیدین علی الصدر۔ (السعایہ ص ۱۵۶/۲)	عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنّت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔

یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماعِ اُمّت کا مخالف بحکم قرآن و حدیث دوزخی ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین مرد بھی عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ ایک جگہ غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا۔ کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ نیا طریقہ دیکھ کر دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اس کو مرد بنایا مگر یہ نماز عورتوں والی پڑھتا ہے۔ دوسرے نے کہا اس نے نماز اپنی بے بے جی سے سیکھی ہوگی۔ اس لیے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔

۳ مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیئے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہیئے اور عورت کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی

[۱] ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹/۱

ں پشت پر رکھنا چاہیئے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہیئے۔ (شامی ص ۳۹۶ ج ۱)

عورت کے لیے اس طرح ہاتھ رکھنا بھی اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھنے کی روایات مختلف ہیں کسی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ کسی میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا۔ کسی میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھا۔ فقہا جو بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کے معانی زیادہ سمجھتے ہیں انھوں نے ایسا طریقہ سمجھایا کہ تمام احادیث پر عمل ہو گیا۔ ہتھیلی ہتھیلی پر بھی آگئی اگلی انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کو پکڑ بھی لیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں بازو پر بچھ بھی گئیں۔

۴۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیئے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیئے بلکہ صرف اس قدر کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (عالمگیری)

• اس میں بھی ستر کا زیادہ اہتمام ہے اور اس کے خلاف بھی کسی سے منقول نہیں۔

۵۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔ (عالمگیری)

کیونکہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

۶۔ مردوں کو حالتِ رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہئیں اور عورتوں

کو ملی ہوئی۔ (عالمگیری)

۷۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جُدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا ہوا۔ (عالمگیری)

۸۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اُٹھی ہوئی رکھنا چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں، عورتوں کو نہیں۔ (عالمگیری)

عن ابن عمرؓ مرفوعًا اذا جلست المرأة فی الصلوٰۃ وضعت فخذها علیٰ فخذها الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنها علیٰ فخذها کاستر ما یکون فان الله تعالیٰ ینظر الیها یقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها۔ (بیہقی ص ۲۲۳/۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو دایاں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان یتجافوا فی سجودهم خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے ان ینخفضن فی سجودهن کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کیا کریں۔ (بیہقی ص ۲۲۳/۲)

امام ابو داؤدؒ مراسیل میں روایت فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو فرمایا:

اذا سجدتما فضما بعض — جب تم دونوں سجدہ کرو تو ا...

اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذٰلک لیست کالرجل۔ (ص۵) | کو زمین سے ملا دو بے شک عورت اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اِذا سجدت المرأۃ فلتحتفز والتضم فخذیھا۔ (ابن ابی شیبہ ص۲۷۰ ج۱) | جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملالے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارہ میں سوال ہوا تو فرمایا:

تجتمع وتحتفز۔ (ابن ابی شیبہ ص۲۷۰ ج۱) | یعنی خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

اسی طریق پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مجاہد اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ص۲۷۰ ج۱)

دورِ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور ائمہ اربعہ کا بھی اس پر اجماع ہے۔

۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سُرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دینے چاہییں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور دائیں پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔ (عالمگیری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ پہلے چوکڑی بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔ (جامع المسانید امام اعظم ص۴۰۰ ج۱)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم

دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ (بیہقی ص ۲۲۲/ج ۲)

یہی تمام روایات اور امت کا اجماع بھی اسی کی تائید میں ہے۔

مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے والد امام عبد الجبار غزنویؒ سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیئے یا نہیں؟ آپ نے جواب پہلے مراسیل ابو داؤد والی حدیث نقل کر کے لکھا: "اسی پر تعامل اہلِ سنت مذاہبِ اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔" پھر چاروں مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں: "غرض کہ عورتوں کا انضمام و انخفاض نماز میں احادیث و تعاملِ جمہور اہلِ علم از مذاہبِ اربعہ وغیرھم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتبِ حدیث و تعاملِ اہلِ علم سے بے خبر ہے۔" (فتاوی غزنویہ ص ۲۷/۲۸۔ فتاوی علمائے اہلحدیث ص ۱۴۸/۱۴۹ ج ۳)

الغرض احادیثِ مذکورہ اور اجماعِ امت اس پر نص ہیں کہ ان مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ ابنِ حزم اور اس کے مقلدین کے پاس کوئی نص ہرگز موجود نہیں۔ فقہاء نے اجماعاً ان احادیث سے عموم مراد نہیں لیا اور معانی حدیث میں فقہاء پر ہی اعتماد اصل دین ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا

اعتراض : حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں عید کی نماز میں مردوں کے ساتھ شریک ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو۔ مگر فقہا نے حدیث کے بالکل خلاف عورتوں کو مسجد میں آنا، جماعت یا جمعہ یا عید کے لیے مکروہ قرار دے دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا مقابلہ ہے۔

جواب : جس طرح اہلِ قرآن نامی فرقہ یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں تبتل کا حکم ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمّل) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمادیا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهٰی عن التبتّل۔ (ترمذی ص ۲۹۸ ج ۱) اور قرآنِ پاک میں مسافر وغیرہ کے لیے حکم ہے: "وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ" کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیس من البر الصیام فی السفر" سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ یہ کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ اختلاف ہے نہ مقابلہ۔ یہ صرف آپکی کج فہمی ہے یہی حال ان غیر مقلدین کا ہے یہ حدیث اور فقہ میں مقابلہ ثابت کرنے

دھوکہ دیتے ہیں جس طرح اہلِ قرآن سے ہم کہتے ہیں کہ فہمِ قرآن میں جب [illegible] نبیِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منکرینِ حدیث اختلاف کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فہمِ قرآن پر اعتماد ہوگا نہ کہ منکرینِ حدیث کے فہمِ قرآن پر۔ اسطرح جب فقہاء اور غیر مقلدین کے درمیان فہم قرآن وحدیث میں اختلاف ہوگا تو بحکم اللہ تعالےٰ "لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" اور بحکمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رب حامل فقه غير فقيه" (الحدیث) اور بتحقیقِ محدثین "الفقهاء اعلم بمعاني الحديث" (ترمذی) فہمِ فقہاء پر اعتماد ہوگا نہ کہ اہلِ غیر مقلدین کی کج فہمی پر اعتماد ہوگا۔ زیرِ بحث مسئلہ میں نہ تو فقہاء نے کبھی یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مساجد میں نہیں جاتی تھیں نہ آپؐ کے حکم سے انکار کیا البتہ فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کا بھی ہر حکم ایک درجہ میں نہیں ہوا۔ امر کا صیغہ بعض اوقات وجوب کے لیے آتا ہے جیسے "أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ" کبھی استحباب کے لیے جیسے "وَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ" کبھی اباحت کے لیے جیسے "وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا" (القرآن)

فقہاء کا کہنا ہے کہ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم تاکیدی تھا۔ لیکن عورت کے لیے یہ حکم نہ استحباب کے لیے تھا نہ تاکید کے لیے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ان گھروں کو جلانے کا حکم دیتا جن کے مرد مسجد میں نہیں۔ (مشکوٰۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اجازت ضرور دی مگر ساتھ ہی فرمایا:

۱۔ عن امّ سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلّم خير مساجد النساء قعر بيوتهن (مستدرک حاکم ص ۲۰۹/۱)	حضرت امّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے ان کے نماز پڑھنے کی جگہوں میں سب سے بہتر جگہ انکے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

۲ ۔ حضرت ام سلمہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا اندر کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے ۔ (طبرانی مجمع الزوائد ص ۳۴ ج ۲)

۳ ۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتهن خیر لهن ۔ (مستدرک، حاکم ص ۲۰۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کے لیے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں ۔

۴ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے ۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے ۔ (یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق گندے خیالات اور وساوس ڈالتا ہے ۔) اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کوٹھڑی ہی میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے ۔ (الترغیب والترہیب ص ۱۸۸ ج ۱ بحوالہ طبرانی)

۵ ۔ اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ مسعودؓ سے بھی مروی ہے ۔ (مجمع الزوائد ص ۳۵ ج ۲)

۶ ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک عورت آئی اور بڑے ناز سے زینت کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو منع کرو ، زینت کا لباس پہن کر اور ناز کے ساتھ مسجد میں آنے سے ۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں ہوئی ۔ (یعنی اللہ کا غصہ ان پر نہیں اُترا) یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے بناؤ کیا اور مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہونے لگیں ۔ (ابن ماجہ مترجم ص ۲۷۶ ج ۳)

۷ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ مسجد کو جارہی

ہے اور خوشبو لگائے ہوئے ہے انھوں نے کہا اے اللہ کی بندی کہاں جارہی ہے؟ وہ بولی مسجد میں۔ ابوہریرہؓ نے کہا تونے خوشبو لگائی ہے؟ وہ بولی ہاں۔ ابوہریرہؓ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس عورت نے عطر لگایا اور مسجد میں گئی اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے۔ (یعنی خوشبو کو دھو ڈالے اپنے بدن اور کپڑے سے۔ (ابن ماجہ ص ۲۶۶/۲)

۸۔ حضرت ام حمیدؓ (جو آپؐ کے صحابی ابو حمید الساعدیؓ کی بیوی ہیں۔) فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلے کی عورتوں کو ہمارے خاوند مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کریں مگر ہمارے خاوند ہمیں اس سے منع کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا گھر کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا (میرے ساتھ مسجد نبویؐ میں) باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد ص ۳۴/۲)

اس کے بعد ام حمید نے حکم دیا کہ میرے گھر کے تاریک کمرے میں میری نماز کی جگہ بنا دو اور وہ وصال تک وہیں نماز ادا فرماتی رہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۳۴/۲)

۹۔ عن عائشۃؓ قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد۔ (بخاری ص ۱۲۰/۱، مسلم ص ۱۸۳/۱، عبدالرزاق ص ۱۴۵/۳)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس (آزادی) کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے ظاہر کی ہے کہ آپ انکو مسجد میں جانے سے ضرور منع فرمادیتے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجدوں سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ۔ تمھارے گھر تمھارے لیے بہتر ہیں۔
(مجمع الزوائد ص ۳۵ ج ۲)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہوکر عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکالتے (عمدۃ القاری ص ۲۲۸ ج ۳) یہ سب صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

۱۲۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ جب مسجد میں نماز کے لیے تشریف لاتے تو آپؓ کی بیوی عاتکہؓ بھی پیچھے ہولیتیں۔ حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے وہ اُسکے مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۳ ج ۲)

مندرجہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قبیلہ بنی ساعدہ کے لوگوں نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن خاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سختی سے مسجد میں آنے سے روکتے تھے کہ اب دَورِ فتنے کا آگیا ہے اور کسی صحابیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ان کو مخالفِ حدیث کہا۔

اب غیر مقلدین جو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عورتیں مساجد میں آکر جماعت جمعہ، عیدین میں شریک ہوں شاید یہ لوگ اپنے امام مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتے ہیں اور اپنی مسجد کو مسجد نبوی سے زیادہ مقدس خیال کرتے ہیں اور اپنے آج کے زمانے کو خیر القرون دَورِ نبوت اور دَورِ صحابہؓ سے بہترین زمانہ خیال کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کو صحابیاتؓ اور

تابعیاتؒ سے زیادہ عفیف اور پاک باز جانتے ہیں ۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر جس کام کی حضرت ﷺ نے تاکید نہیں فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شدید مخالفت کی آپ لوگ اس کو اتنا مؤکد کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کو گالی گلوچ دینے تک کو جائز سمجھتے ہو اور مسلمانوں کی مساجد میں فتنہ ڈالتے ہو حالانکہ فتنہ ڈالنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بتائیے اس فحاشی اور عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں کہ عورتیں خوشبو، پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہ کریں گی اور نگاہ نیچی رکھیں گی اور راستے میں فساق وفجار کی نگاہیں بھی نیچی رہیں گی۔

الغرض فقہاء نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا ہے۔ فتنے کا احساس جب خیر القرون میں ہی ہو گیا تھا تو اس دور میں فتنے کا انکار کون کر سکتا ہے اور کس آیت اور حدیث میں ہے کہ فتنہ کی حالت میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی تاکید ہے؟

نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا

مصنف

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبہ [illegible] گوجرانوالہ

[illegible]

نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا

مرتبہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر دامت برکاتہم العالیہ

ناشر
مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؏

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح قرآن پاک لفظی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اسی طرح آپؐ سے نماز عملی تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ مسلمان ہر ملک میں ہر گھر میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن جس طرح متواتر قرآن کے خلاف بعض شاذ قرآتیں کتابوں میں ملتی ہیں، مگر ان کو آج تک مسلمانوں نے تلاوت قرآن میں شامل نہیں کیا۔ اسی طرح اس متواتر عملی نماز کے خلاف بھی بعض شاذ روایات کتابوں میں ملتی ہیں مگر ان کو اہلِ اسلام نے اپنی متواتر نماز میں داخل نہیں کیا۔

مثلاً: قرآن پاک میں سب مسلمان یہ آیت پڑھتے ہیں واللیل اذا یغشٰی، والنہار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثیٰ (اللیل ۱-۳) مگر بخاری شریف میں ایک قرأت یوں ہے، واللیل اذا یغشٰی والنہار اذا تجلی والذکر والانثیٰ (بخاری ۲-۷۳۷) اب تمام مسلمان اسی متواتر قرأت کی تلاوت کرتے ہیں۔

اس ملک میں جس طرح قرآن پاک حنفی لے کر آئے اسی طرح حضور کی نماز بھی احناف کے ذریعہ یہاں پہنچی، اس ملک میں قرآن پاک قاری عاصم کوفی کی قرأت اور قاری حفص کوفی کی روایت کے مطابق پہنچا تو نماز بھی امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کی تدوین کے مطابق پہنچی اب کوئی شخص شاذ قرآتوں کے اختلاف سے اس قرآن پاک کے بارے میں وسوسے ڈالنے لگے اور اس قرآن کو کوفی قرآن کہہ کر اس کا انکار کرے تو یہ کوئی دینی خدمت نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض شاذ و متروک اور مرجوح روایات کی بناء پر اس متواتر نماز کے خلاف وسوسے ڈالے اور اسکو کوفی نماز کہہ کر غلط قرار دے تو یہ دین دشمنی ہے۔

اس ملک میں کافروں کو مسلمان احناف نے کیا اور ان کو نماز سکھائی تو سب لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے بارہ سو سال کے طویل عرصہ

میں کبھی یہ آواز نہیں اٹھی کہ نماز کا یہ طریقہ خلافِ سُنّت ہے۔ اس بارہ سو سال کے طو
عرصہ میں یہاں کے علما۔ اولیاء اللہ اور عوام حج اور تعلیم کے لیے حرمین شریفین کا سفر کرتے
رہے مگر وہاں بھی کسی عالم نے ان کو یہ نہ کہا کہ تم خلاف سُنت نماز پڑھتے ہو، پوری تاریخ
اسلام میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا۔

سن ۱۲۹۰ھ میں نہ مکہ مکرمہ میں نہ مدینہ منورہ میں نہ کسی اسلامی سلطنت میں بلکہ
ملکہ وکٹوریہ کے دور میں ہندوستان میں مولوی محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند
نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس متواتر عملی نماز کے خلاف آواز اٹھائی کہ ناف کے نیچے ہاتھ
باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سُنّت ہے، یہ اشتہار شہر شہر قریہ قریہ پھیلایا گیا۔ اس اشتہا
نے حکومت برطانیہ کی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو عملی جامہ پہنایا۔ اور برصغیر کی ہر
مسجد اور ہر گھر کو میدان جنگ بنا کر رکھ دیا۔ قرآنی حکم والفتنہ اشد من القتل کو پس
پشت ڈال کر مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ حکومت برطانیہ کی تعریف
اور اکابر اسلام پر سب و شتم کر کے لعن آخر هذہ الامۃ اولها کا غلغلہ بلند کیا۔

اب فطری بات تھی کہ اس متواتر نماز کے خلاف ان کے پاس کونسی متواتر
دلیل تھی۔ ان سے سوال ہوا کہ کیا سینے پر ہمیشہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی کوئی متواتر
دلیل آپ حضرات کے پاس ہے تو مولوی ثناء اللہ نے کہا

پہلی دلیل: قرآن پاک کی یہ آیت فصل لربک وانحر کے معنی یہ ہیں کہ نماز پڑھو اور سینے
پر ہاتھ باندھو، (فتاویٰ علمائے حدیث ۳-۹۵) اندازہ لگایئے کہ متواتر نماز کے خلاف
قرآن کے غلط ترجمہ میں بعض روافض کی تقلید کی گئی، جبکہ احادیث صحیحہ میں وانحر کی
تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے۔ تو کہنے لگے ہم سنیتوں کے موافق اس آیت کی تفسیر قربانی سے
بھی کرتے ہیں اور رافضیوں کے موافق سینے پر ہاتھ باندھنے سے بھی تو کہا گیا کہ جب اس
آیت میں نماز عید اور قربانی کا ذکر ہے تو آپ بھی عید کی نماز کے بعد جب قربانی کریں
تو ہاتھ سینے پر باندھ لیا کریں۔ دیکھیے متواتر نماز کے خلاف کس طرح قرآن پاک کی متواتر

...سط مطلب لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کی حفاظت فرمائیں۔
دوسری دلیل اس متواتر نماز کے خلاف غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ نے یہ لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے۔۔کی روایات بخاری، مسلم اوران کی شروح میں بکثرت ہیں (فتاوی ثنائیہ ۱-۴۴۳ فتاوی علماء حدیث ۳-۹۱) مگر افسوس کہ یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا کادیانی نے کہا تھا کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ نہ مرزا کی یہ بات بخاری میں ہے نہ مولوی ثناء اللہ کی بات بخاری مسلم میں ہے مرزا نے صرف بخاری پر جھوٹ بولا اور ثناء اللہ نے بخاری مسلم دونوں پر
تیسری دلیل اس متواتر نماز کے خلاف قرآن پاک، بخاری اور مسلم پر جھوٹ بولنے کے بعد ایک اور دلیل تلاش کی گئی۔ ابن ماجہ، ترمذی، دارقطنی اور مسند احمد میں دو جگہ ایک حدیث حضرت ہلب سے تھی، کہیں یہ الفاظ تھے کہ آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا، کسی میں تھا کہ ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا۔ مسند احمد میں ایک جگہ ھذہ علی ھذہ میں کاتب کی غلطی سے یوں ہوگیا یضع ھذہ علی صدرہ۔ یہاں صدرہ کاتب کی غلطی تھی کیونکہ مجمع الزوائد، کنز العمال اور جمع الجوامع میں یہ لفظ نہیں آیا جبکہ مسند احمد کی زیادات سب ان کتابوں میں درج ہیں، دوسرے ھذہ کو کاتب نے غلطی سے صدرہ کر دیا تھا، پہلے ھذہ کو مولوی ثناء اللہ نے یدہ سے بدل دیا (فتاوی ثنائیہ ۱-۴۵۸ مسند احمد ۵-۲۲۶) اور اس طرح تحریف لفظی کر کے متواتر نماز کو غلط قرار دینے پر زور لگایا گیا۔
چوتھی دلیل قرآن پاک کی تحریف معنوی، بخاری مسلم پر جھوٹ اور مسند احمد میں تحریف لفظی کرنے پر بھی مسئلہ ثابت نہ ہوا تو آخری سہارا صحیح ابن خزیمہ کو بنایا گیا۔ اس میں ایک حدیث حضرت وائلؓ سے ہے جس میں علی صدرہ کا لفظ ہے مگر سند یوں تھی مومل بن اسماعیل، سفیان، عاصم، کلیب، وائل ان میں پہلا راوی انتہائی ضعیف ...کے بعد کے تینوں راوی کوفی تھے ان کا عقیدہ ہے کہ عراقی ہزار حدیث بھی سنا دے تو نوسو نوے تو چھوڑ ہی دے اور باقی دس میں بھی شک کر (حقیقۃ الفقہ ص۱۰۱) نیز سفیان کو

یہ لوگ آہستہ آمین کی حدیث میں غلط کار قرار دے چکے ہیں، اور عاصم کو ترک رفع یدین کی حدیث میں ضعیف کہہ چکے ہیں اور کلیب کو بھی ترک یدین کی ایک روایت میں ضعیف کہہ چکے ہیں۔ ان چاروں راویوں میں سے ایک بھی کسی سند میں آجائے تو یہ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں تو جس سند میں یہ چاروں اوپر نیچے آجائیں وہ کیسے صحیح ہو سکتی تھی۔ آخر اس کا حل یہ تلاش کیا گیا کہ سند ہی بدل دی[1] اور حدیث سے ابن خزیمہ ۱-۲۴۳ کی سند اتار کر (مسلم ۱-۱۷۳) کی سند لگا دی۔ فتاویٰ ثنائیہ ۱-۴۴۳، فتاویٰ علمائے حدیث ۱-۹۱) ایک متواتر نماز کو غلط قرار دینے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر انگریز کو خوش کرنے کے لئے کیسی کیسی حرکتیں کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو اپنی حفاظت میں رکھیں۔

پانچویں دلیل: مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس متواتر نماز کو غلط ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کی تحریف معنوی کی بخاری مسلم پر جھوٹ بولا، مسند احمد کی حدیث میں تحریف لفظی کی، صحیح ابن خزیمہ کی سند تبدیل کی آخر تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ آخر گوجرانوالہ کے مستری نور حسین میدان میں نکلے۔ آپ نے اپنے رسالہ اثبات رفع یدین ۲۰/۱۹ پر حضرت وائل کی ایک لکھی جس میں علیٰ صدرہٖ کا لفظ لکھا اور صحیح مسلم ۱-۳-۱۷۰، ابن ماجہ ص۶۴ دارمی ص۱۰۷ دار قطنی ص۱۱۸ ابو داؤد ص۱۹۳ بخاری ص۱۰۴ مسند احمد ۳/۱۴۷ مشکوٰۃ آٹھ کتابوں کا حوالہ دیا، جبکہ ان میں یہ جملہ کسی ایک میں بھی موجود نہیں ہے۔ ایک ہی سانس میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ بڑے حوصلے کی بات ہے، اگرچہ حدیث پاک میں جھوٹ بولنا منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے، مگر اہلحدیث نے وہ ریکارڈ توڑ ڈالا کیونکہ ہمیں کسی ایسے منافق کا نشان نہیں ملا جس نے ایک ہی سانس میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ بول دیا ہو اگر کسی صاحب علم کو ایسا منافق معلوم ہو تو ہمارے علم میں ضرور اضافہ فرمائیں

فقہ پر جھوٹ: اب غیر مقلدین جب ہر طرف سے لاجواب ہو گئے تو بے چارے عوام کو گمراہ

[1] وہ سند یہ ہے کہ عفان عن ہمام عن محمد بن جحادہ عن عبدالجبار بن وائل عن علقمہ بن وائل عن ابیہ۔

کرنے کیلئے یوں لکھ مارا۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے (ہدایہ ۱۔ ۳۵۰) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ہدایہ ۱۔ ۳۵۰ شرح وقایہ ص۹۳ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے ح وقایہ ص۹۳ یہ چاروں حوالے محض جھوٹ ہیں کوئی غیر مقلد ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصلی عبارت پیش کر دے جس کا یہ ترجمہ ہو تو ہم دس ہزار روپے فی حوالہ انعام دیں گے۔ اور آخر میں آپ حیران ہوں گے یہ بھی لکھ دیا گیا کہ "حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر باندھنے کی دلیل کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے ہدایہ ۱۔ ۳۵۱" یہ بھی محض جھوٹ ہے کیا کوئی غیر مقلد ہے جو ہمت کر کے اس عبارت کی اصل عربی ہدایہ کے متن میں دکھا سکے اور دس ہزار روپے مزید انعام لے۔ اور یاد رہے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ میں ہو گیا تھا اور حضرت مظہر جانجاناں ان کے وصال کے ۵۱۸ سال بعد ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کا قول اور عمل صدیوں پہلے کی کتاب میں کیسے درج ہو گیا۔ یہ سارے جھوٹ حقیقۃ الفقہ ص۱۹۳ پر ہیں۔

نوٹ: فتاویٰ علمائے حدیث (۳-۹۳) پر حضرت وائل کی ایک روایت السنن الکبریٰ کے حوالے سے مذکور ہے، علامہ ابن ترکمانی نے اس پر تحریر فرمایا تھا کہ اس میں محمد بن حجر کے بارے میں امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے اس کی احادیث منکر ہے اور ام عبد الجبار مجہول ہے (الجوہر النقی ۲: ۳۰) علامہ تیموی فرماتے ہیں کہ اس سند کا راوی سعید بن عبد الجبار بھی ضعیف ہے۔ (کذا فی المیزان والتقریب، آثار السنن ۱-۶۹)

جھوٹ پر جھوٹ: فتاویٰ علمائے حدیث (۳: ۹۴) پر ہے کہ عینیؒ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اعتراف فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ عبارت عمدۃ القاری میں موجود نہیں ہے پھر ابن امیر الحاج کی شرح منیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں حضرت وائلؓ کی سینے والی حدیث کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے! یہ بات بھی شرح منیہ میں نہیں ملی۔ پھر فتاویٰ علمائے حدیث (۳-۹۵) پر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی شافعیؒ کی کتاب

عوارف المعارف سے نقل کیا ہے کہ وانحر کا معنی ہے ہاتھ سینے پر رکھو، حالانکہ عوارف المعارف عربی ص۳۰۹ پر تحت الصدر اور مترجم اردو ص۲۶۲ پر ہے کہ سینے کے نیچے رکھو، افسوس ہے کہ جھوٹ اور خیانت میں ان لوگوں نے سب کو مات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کا محافظ ہے۔ تاہم (فتاوی علمائے حدیث ۳-۹۲) پر یہ تسلیم کر لیا کہ "سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث نہ ائمہ اربعہ کو پہنچی نہ ہی صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اس پر عمل تھا تاہم یہ عمل نہ ہونا نسخ کی دلیل نہیں" حیرت ہے کہ باقی نماز تو بچوں تک کو پہنچ جائے مگر یہ نماز کی حدیث آئمہ اربعہ صحابہ اور تابعین کو خواب میں بھی نظر نہ آئے۔ اس سے بڑھ کر شذوذ اور کیا ہوگا۔

۱) عَنْ وائل بن حجر قال رأیتُ النبیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسلَّمَ یَضَعُ یمینہ علی شمالِہ تَحْتَ السُّرَّۃِ	حضرت وائل فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر زیر ناف رکھا۔
مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰ ، الشافعی استاد بخاری	اسکی سند نہایت صحیح ہے (آثار السنن ۱-۶۹)

مولوی محمد حنیف فرید کوٹی جھنگوی اس سُنّتِ رسول کا مذاق یوں اڑاتے ہیں "حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں (قولِ حق ص۲۱)

ے قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی	کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا گنجی
۲) عن علی قال سنۃ الصلوۃ وضع الایدی علی الایدی تحت السرر	حضرت علی سے روایت ہے کہ نماز کی سُنّت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔
مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۱ مسند احمد ۱/۱۱۰	

۳) سُنّت دائمی عمل کو کہتے ہیں غیر مقلد اگر ایک صحیح حدیث پیش کریں جس سے حضورؐ کے سینے پر ہاتھ باندھنے کو کسی خلیفہ راشد نے دائمی عمل یعنی سنت قرار دیا ہو تو ہم ان کو مبلغ پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔

۴) عن انس قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار و تاخیر السحور وضع الید	حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں سب نبیوں کے اخلاق میں ہیں جلد افطار کرنا، سحری میں

الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ — میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر زیر ناف رکھنا۔
(۲/۲۲ بحوالہ ابن حزم ۴/۱۱۳)

کیا کوئی غیر مقلد انبیاء علیہم السلام کا دائمی عمل سحر وافطار کی طرح سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

۴) عن ابی هریرة رضؓ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (الجوہر بحوالہ ابن حزم) — حضرت ابوہریرۃؓ نے کہا ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

غیر مقلدین میں جرأت ہے تو لاکھ سے زائد صحابہ کرام میں سے ایک صحابی کا قول پیش کریں کہ ہاتھ سینے پر باندھا کرو۔

۵) عن ابراهیم النخعی قال یضع یمینہٗ علیٰ شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ — حضرت ابراھیم نخعی نے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔
ابن ابی شیبہ ۱-۳۹۰۔

قال محمد وبہ نأخذ ، کتاب الآثار — امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔

۶) عن ابی مجلز- یضع باطن کف یمنیہ علی ظاهر کف شمالہ ویجعلهما اسفل من السرۃ (ابن ابی شیبہ ۱-۳۹۱) — ابومجلز تابعی فرماتے ہیں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اوران کو ناف کے نیچے رکھے۔

تمام صحابہ تمام تابعین تمام تبع تابعین میں سے کسی ایک سے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت نہیں اور قیامت تک کوئی ثابت بھی نہیں کرسکتا۔ بلکہ فتاویٰ علمائے حدیث ۳-۹۲ پر اسکا اعتراف کرلیا ہے کہ صحابہ وتابعین کا اس حدیث پر عمل نہیں تھا۔

(۷-۸) ابن حزم نے حضرت عائشہ رضؓ سے تعلیقًا اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ تین باتیں تمام انبیاء کرام کے اخلاق سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

آئمہ اربعہ جس طرح قرآن پاک سات قاریوں کی قرأت سے امت کو ملا ہے جو قرأت ان

ساتوں قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے قرآن ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس روایت پر آئمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے، سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک نہیں (نووی شرح مسلم ۲-۱۷۳) اور امام ترمذی اختلافات کا ذکر کیا کرتے ہیں انہوں نے ترمذی شریف میں کسی کا مسلک سینہ پر ہاتھ باندھنا نہیں بتایا۔ فتاویٰ علمائے حدیث ۲-۹۳ پر اعتراف کر لیا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث آئمہ اربعہ کو نہیں پہنچی۔

اجماع مولانا عبدالحئی لکھنوی فرماتے ہیں

اما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنۃ لهن وضع الیدین علی الصدر (السعایہ ۲-۱۵۶)

بہر حال علماء کا اتفاق ہے کہ عورتوں کے حق میں یہ سنت ہے کہ وہ ہاتھ نماز میں سینہ پر رکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماعی مسئلہ ہے اور اجماع کا مخالف قرآن وحدیث کے موافق دوزخی ہے۔

غیر مقلدین سنت کی دشمنی کے لئے اپنی مساجد میں اشتہار لگاتے ہیں ان میں ایک اشتہار ہے نماز میں سینہ پر ہاتھ۔ اس میں دائیں کونے پر اطیعوا اللہ لکھا ہے اور پھر اللہ کے حکم فصل لربک وانحر سے رافضیوں کی تقلید میں نماز عید کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنا لکھا ہے۔

حدیث اول کی سند بھی ضعیف ہے اس کا راوی سماک بن حرب ہے۔ اور حدیث کے ترجمہ میں ہے کہ آپ دونوں طرف سلام پھیرتے اور وہ ہاتھوں کو سینہ پر رکھتے تھے۔ یہ 'ہاتھوں' خدا جانے کس لفظ کا ترجمہ ہے، پھر ابن خزیمہ والی روایت نقل کی ہے جس کا ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے، پھر طاؤس کی مرسل اور ضعیف سند جس کا راوی سلیمان بن موسیٰ ہے، لکھی ہے یہ نہایت ضعیف حدیث ہے، محمد بن حجر ضعیف، سعید بن عبدالجبار ضعیف اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں پھر ابن عباس کا قول جو بالکل جھوٹا ہے نقل کیا ہے کیونکہ راوی روح بن المسیب جھوٹی احادیث بناتا تھا

یہ شاذ متروک ضعیف روایات بھی اس کے دعویٰ کی دلیل نہیں کسی ضعیف حدیث میں بھی سنت یعنی دائمی عمل کا مذکور نہیں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ کسی ایک صحابی، ایک

تابعی، ایک تبع تابعی آئمہ اربعہ میں سے کسی امام کا مذہب بھی وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثابت نہیں کر سکا ان شاذ روایات کو سنت کہنا ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی جاہل ساتوں قراتوں کے خلاف کسی شاذ اور متروک قرآت کو قرآن کا نام دے اور اس متواتر قرآن کے خلاف اشتہار بازی کرے۔ یہ حرکت پادری فانڈر، سوامی دیانند پنڈت رام چندر نے توکی تھی اب اہل حدیث بھی ان کی تقلید میں اسی حرکت پر اتر آئے ہیں۔

اہل سنت حضرات کو ان کے وساوس سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اور سورت والناس پڑھ کر ان پر دم کر دینا چاہئے کہ یا اللہ ان کے وسوسے ان ہی کے پاس رہیں۔ ہمیں ان وسوسوں سے محفوظ رکھنا۔ آمین یا الہ العالمین

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ بوقت اختلاف خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑنا۔ ہم نے اس مسئلے میں ان احادیث پر عمل کیا جن پر عمل کو خلیفۂ راشد حضرت علیؓ نے سنت کہا۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جو حدیثیں میری سنت کے خلاف ہوں وہ میری طرف سے نہیں (دار قطنی) اسی لئے ہم نے اس روایت پر عمل نہیں کیا جو خلاف سنت ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر مقلد سینے پر ہاتھ باندھنے کا سنت ہونا کسی خلیفۂ راشد سے ثابت کر دے تو ہم اسے بھی سنت مان لیں گے۔

سنت کا مذاق یہ فرقہ سنتوں کا دشمن ہے یہ سنت جو تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اس کے بارے میں غیر مقلد عالم فیض عالم صدیقی اپنی کتاب اختلاف امت کا المیہ ص ۸۲ پر لکھتے ہیں "مردوں کو ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں (کتب فقہ) یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں ازار بند کھل گیا۔ اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے"

بڑے سے بڑے منکرِ حدیث نے بھی حدیث کا ایسا مذاق نہ اڑایا ہوگا جیسا اس نام نہاد اہلِ حد
لے سنت کا مذاق اڑایا ہے، فقہ کا نام آتے ہی یہ لوگ سراپا استہزاء بن جاتے ہیں ذرا فقہ کا تھوڑا
سا تقابل دیکھئے۔

فقہ حنفی	فقہ غیر مقلدین
۔ منی ناپاک ہے	منی پاک ہے۔ عرف الجادی ص۱۰ کنز الحقائق ج۱۶
۱۔ دمِ سفوح (خون) ناپاک ہے	حیض کے سوا سب خون پاک ہیں (کنز الحقائق ج۳۰)
۲۔ خنزیر ناپاک ہے	خنزیر پاک ہے۔ اسی طرح اس کی ہڈی، پٹھے وغیرہ پاک ہیں (کنز الحقائق ص۱۳)
۴۔ الخمر (شراب) ناپاک ہے	الخمر (شراب) پاک ہے (کنز الحقائق ص۱۶)
۵۔ مردار نجس ہے	مردار نجس نہیں (عرف الجادی ص۱۰)
۔ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے	کتے کا جھوٹا اور پیشاب اور پاخانہ پاک ہے حق یہی ہے (نزل الابرار ۴۹/۱)

افسوس ہے کہ سنتوں کا انکار اور گندے مسائل کی اشاعت حدیث کے نام پر
جا رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کے قبول اور عمل و استقامت کی تو
عطا فرمائیں۔

غیر مقلّدین سے

مسائل قربانی کے بارے میں اکتالیس ۴۱ سوالات

مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

مکتبہ فاروقیہ ۸ ر گوبند گڑھ گوجرانوالہ

اہلِ حدیث حضرات کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا اور رسول کے سوا کسی کی بات کو دین میں حجت نہیں سمجھتے۔ اس لیے گزارش ہے کہ وہ قربانی کے بارہ میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں کسی اُمتی کا قول نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔ اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، بے سند باتیں لکھ کر بے دین نہ بنیں۔ اور جواب سے سکوت کر کے گونگے شیطان نہ بنیں۔

(۱) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل صریح حکم قرآن و حدیث سے تحریر کریں۔

(۲) اگر نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ نفل تو یہ تحریر فرمائیں کہ جن آئمہ فقہاء یا آئمہ محدثین نے اسے واجب یا سنت وغیرہ کہا ہے وہ قرآن حدیث کیمطابق کافر ہیں یا فاسق یا بدعتی

(۳) قربانی کرنے والے شخص میں کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ صریح آیت یا حدیث پیش فرمائیں۔

(۴) قربانی کے ضروری ہونے کیلیے کتنا نصاب ہونا ضروری ہے نصاب کا نامی ہونا بھی شرط ہے یا نہیں

(۵) زمین، مکان، دکان، بس، ٹرک وغیرہ کی قیمت سے نصاب کا حساب ہوگا یا آمدن سے۔

(۶) ضرورت کے کون کونسے سامان ہیں جنکا حساب نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

(۷) جو مسلمان وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے اُس کو کتنا گناہ ہے اس گناہ کی حد کتنے کوڑے ہے۔

(۸) جو بکری، گائے وغیرہ چار، چھ، آٹھ دانت والی ہو اُنکی قربانی کس حدیث کیمطابق جائز ہے۔

(۹) جذعہ کا کیا معنی ہے جو دو دانت والا نہ ہو خواہ ایک دن یا ایک ہفتہ کا یا ایک ماہ کا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۱۰) مسنہ کا مادہ کیا ہے یہ لفظ واحد ہے یا تثنیہ یا جمع۔

(۱۱) ثنی کا مادہ کیا ہے فقہاء اور شارحین حدیث نے قربانی کی حدیث میں کیا معنی کیا ہے۔ اس معنی پر اتفاق ہے یا اختلاف اور کیوں؟

(۱۲) بھینس کا گوشت، دودھ، گھی، مکھن، دہی، لسی، آپؐ نے استعمال فرمائی یا حکم دیا۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھینس، ہرن، گھوڑے کی قربانی کی تھی یا نہیں۔

(۱۴) بھینس، گائے میں قربانی کے کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟ ان میں کوئی مرزائی حصہ ڈالے تو اہل حدیث کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں۔

(۱۵) ایک گائے یا بھینس میں سات شخص شریک ہوئے ایک اہلِ حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مرزائی، شیعہ نے مل کر قربانی کر دی قربانی ہو گئی یا نہیں۔

(۱۶) ایک آدمی ۲۰ نصابوں کا مالک ہے وہ ایک ہی قربانی کرے یا بیس۔

(۱۷) ہاتھی، خچر، گھوڑے کی قربانی میں کتنے حصے شریک ہو سکتے ہیں۔

(۱۸) بجو، گوہ، گرلا، مینڈک، مرغ، مچھلی کی قربانی جائز ہے یا نہیں صریح حدیث سے جواب دیں۔

(۱۹) مرغی، بطخ، چڑیا، کچھوے کے انڈے کی قربانی جائز ہے یا نہیں صریح حدیث پیش کریں۔

(۲۰) زید فوت ہو گیا اس نے بیوی لڑکا اور گائے چھوڑی دونوں نے اسکی قربانی کر دی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۱) قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیئے یا اندازے سے بھی جائز ہے حدیث میں کیا حکم ہے؟

(۲۲) قربانی کا گوشت کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، بریلوی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۳) قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز

(۲۴) قربانی کے جانور میں جماعت المسلمین یا قادیانی کا حصہ شامل کرنا حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں۔

(۲۵) قربانی کا جانور کسی جماعت المسلمین والے سے ذبح کرانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲۶) قربانی کا جانور کوئی کافر بغیر بسم اللہ کہے ذبح کر دے تو قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۷) قربانی کی بجائے اسکی قیمت اپنے احباب میں تقسیم کر دے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں۔

(۲۸) اہلحدیث نے حنفی کے پیچھے نماز پڑھ کر قربانی کر لی یہ قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۲۹) نماز عید پڑھ کر قربانیاں کر لیں بعد میں پتہ چلا کہ عید کا امام بے وضو یا بے ... تھا

تو یہ قربانیاں ہوگئیں یا دوبارہ کرنا پڑیں گی۔

(۳۰) ایک شخص نے سرے سے عید کی نماز ہی نہیں پڑھی لوگوں کے ساتھ قربانی کر لی
یہ قربانی ہوگئی یا نہیں۔

(۳۱) ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا شرط ہیں اُن کی تعداد اور نام صحیح حدیث سے بیان فرمائیں

(۳۲) گائے کو قربانی کے لیے لٹانے لگے وہ ذبح سے پہلے گر کر لنگڑی ہوگئی یا کانی
ہوگئی اب اُس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

(۳۳) قربانی کی کھال یا قربانی کا گوشت امام مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳۴) قربانی کی کھال قصائی کو اجرت میں دے دی اب تلافی کی کیا صورت ہے۔

(۳۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قربانی عید گاہ میں کیا کرتے تھے
یا گھر اور گلی میں۔

(۳۶) آج کل لوگ گھر یا گلی میں قربانی کرتے ہیں اس کے جواز کی کوئی صریح حدیث
تحریر فرمائیں۔

(۳۷) آج کل کے غیر مقلد چوتھے دن قربانی کرنے کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں کیا کبھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زیادتی ثواب کی نیت سے چوتھے دن قربانی کی تھی۔

(۳۸) جو صحابہ تین دن قربانی کے قائل تھے وہ خلافِ حدیث اپنی رائے پر جمے
رہے یا اُن کے پاس بھی کوئی صحیح حدیث تھی۔

(۳۹) رات کو قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۴۰) قربانی کے دن گزر گئے، اب اس کی تلافی کی حدیث میں کیا صورت ہے۔

(۴۱) وقربانی کا جانور گم ہوگیا۔ دوسرا خریدا پھر پہلا بھی مل گیا۔ اب دونوں
کی قربانی کرے یا کسی ایک کی۔

غیر مقلدین کی فقہ کے

دو سو مسائل (۲)

از

مناظر اسلام حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ العالی

◎

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸ ، گوبند گڑھ گوجرانوالہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امّا بعد !

دینِ اسلام کی تکمیل بنص قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی اور اس دینِ کامل کو تمکین خلافتِ راشدہ اور جماعتِ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے ذریعہ نصیب ہُوئی اور باجماع اُمّت اس کی تدوین کا سہرا سب سے پہلے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر رہا۔ بقول امام شافعیؒ وہ اس باب میں (اب) اصل ہیں ۔ اور قیامت تک آنے والے اُن کی نسل ہیں ۔ یہ فقہ خیر القرون میں ہی مرتّب ہُوئی ۔ اور خیر القرون میں ہی تمام عالمِ اسلام میں بحیثیت قانونِ اسلامی نافذ ہوگئی ۔ ۱۷۰ھ میں قاضی ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا گیا۔ ایک آواز بھی خیر القرون میں اس فقہ کے خلاف نہ اُٹھی ۔

جس طرح قرآنِ پاک کی تفسیریں ہر دور میں لکھی گئیں۔ کتبِ احادیث کی شروح ہر دَور میں لکھی گئیں اسی طرح فقہ حنفی کی کتابیں بھی ہر دَور میں لکھی جاتی رہیں ۔ ان میں سے ایک کتاب "درمختار" ہے ۔ یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منامی اجازت (من رآنی فقد رای الحق) سے لکھی گئی ۔ مؤلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے ۔ اپنی مبارک زبان جو ما ینطق عن الھوٰی ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی ترجمان تھی چوسنے کا حکم دیا اور مؤلف نے یہ کتاب مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر بیٹھ کر تالیف فرمائی ۔ یہی وہ مقام ہے جو روضۃ من ریاض الجنۃ ہے اس کا وہ خاص ٹکڑا مبارک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف اور حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مواجہ شریف میں ہے ۔ وہی

رشکِ عرش، بخرا اس کتاب کی تالیف گاہ ہے۔

اس مبارک کتاب کو خدا تعالیٰ نے اہلِ حرمین اور تمام اہلِ عجم میں وہ شرفِ قبولیت بخشا کہ ہر دارالافتاء کی زینت بنی۔ شام اور مصر کے عرب علماء نے اس کتاب پر شروح و حواشی لکھے۔ جو عرب و عجم کے علماء میں مقبول ہیں۔ اہلِ حرمین کی طرف سے آج تک اس کی تردید میں کوئی کتاب شائع نہ ہوئی۔

پاک و ہند میں جب انگریز کے منحوس قدم آئے تو اس کافر حکومت کے زیرِ سایہ ایک غیر مقلد عالم نے اس کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "نزل الابرار من فقہ النبی المختار" رکھا۔ جس کا مطلب ہے کہ نبی مختار علیہ السّلام کی فقہ سے نیک لوگوں کی مہمان نوازی۔

بس اب کیا تھا سب کو یہ دعوت دی جانے لگی کہ "دُرِ مختار" اُمّتی کی فقہ ہے اور "نزل الابرار" نبیؐ کی فقہ ہے۔ اُمّتی معصوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کی فقہ میں خطاء کا احتمال ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے اس کی فقہ میں غلطی اور خطاء کا احتمال نہیں۔ مگر اس کتاب کو غیر مقلدین کے علاوہ کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ اس ہی کتاب کے دو سو مسائل نمونہ کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ خدا تعالیٰ جس شکل میں چاہے تجلّی فرما سکتا ہے۔ (ص ۳ ج ۱)

۲۔ عرش خدا کا مکان ہے۔ (ص ۳ ج ۱)

۳۔ خدا کا چہرہ، آنکھ، کان، ناک کندھا، پسلی، ٹانگ، پاؤں، انگلیاں سب کچھ ہے۔ (ص ۳ ج ۱)

۴۔ ہم اہلِ حدیث اسکے قائل ہیں کہ مردے قبروں میں زندوں کی پکار سنتے ہیں۔ (ص ۴ ج ۱)

۵۔ زندہ اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ (ص ۵ ج ۱)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلافی کرنا عقلاً ممکن ہے گو امتناع بالغیر ہے۔ (ص ۵ ج ۱)

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن اور تحت قدرت ہے امتناع بالغیر ہے۔ (ص ۵ ج ۱)

۸۔ ہمارے بعض اصحاب خلفِ وعید کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (ص ۶ ج ۱)

۹۔ (ص۶/ج۱)

۱۰۔ کراماتِ اولیاء حق ہیں۔ (ص۶/ج۱)

۱۱۔ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے۔ (ص۷/ج۱)

۱۲۔ اہلِ حدیث شیعانِ علی ہیں۔ (ص۷/ج۱)

۱۳۔ نماز، روزہ، تلاوت، صدقہ وغیرہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ (ص۷/ج۱)

۱۴۔ عامی کے لیے مجتہد یا مفتی کی تقلید لازمی ہے۔ (ص۷/ج۱)

۱۵۔ تمام مسائل میں خاص ایک امام کی تقلید بدعتِ مذمومہ ہے۔ (ص۷/ج۱)

۱۶۔ تقلیدِ شخصی شرک فی العبادت ہے۔ (ص۷/ج۱)

۱۷۔ ہمارا ایک نام ہے اہلِ حدیث۔ ان کو وہابی کہنے والے بدعتی ہیں۔ (ص۸/ج۱)

۱۸۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اگر نبیؐ کی بات کو امام کی بات پر مقدم سمجھیں تو یہ لوگ مسلمان ہیں اور اہلِ سنّت والجماعت میں شامل ہیں۔ (ص۹/ج۱)

۱۹۔ جسم پر مکھیوں کا پاخانہ لگا ہو تو دھونا ضروری نہیں۔ اس میں حرج ہے۔ (ص۱۲/ج۱)

۲۰۔ اہلِ بیت سے متواتر روایات سے ثابت ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے مسح کیا جائے۔ (ص۱۳/ج۱)

۲۱۔ اگر سر، موزہ، پٹی کو بے وضو آدمی نے برتن میں ڈال دیا تو مسح ہو گیا۔ (ص۱۳/ج۱)

۲۲۔ سر کی بجائے وضو میں پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (ص۱۳/ج۱)

۲۳۔ پگڑی پر مسح کرنے کے بعد پگڑی اُتار ڈالی تو اب سر پر مسح ضروری ہے۔ (ص۱۳/ج۱)

۲۴۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا مسافر کے لیے مکروہ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے اس کا ثبوت ہے۔ (ص۱۸/ج۱)

۲۵۔ خون، پیپ اور قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۱۸/ج۱)

۲۶۔ صحیح یہ ہے کہ قے کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (ص۱۹/ج۱)

۲۷۔ صحیح یہ ہے کہ (الخمر) شراب ناپاک نہیں ہے۔ (ص۱۹/ج۱)

۲۸۔ نماز میں بالغ آدمی قہقہہ لگا کر ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۱۹/ج۱)

۲۹۔ عورت کو مساس کرنے یا بے ریش لڑکے کو مساس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۱۹/ج۱)

۳۰۔ مرد، عورت ننگے ہو کر شرم گاہیں ملائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۱۹/ج۱)

۳۱۔ اگر انگلی پاخانہ کی جگہ داخل کی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۲۔ اگر شرم گاہ میں لکڑی داخل کی اگر خشک نکل آئی تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۳۔ اگر لوہے یا کسی اور چیز کا (ذکر بناکر) داخل کیا، وہ خشک نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۴۔ اگر لوہے اور لکڑی کا ذکر اندر ہی غائب ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۶۔ بواسیر کا موہکا باہر نکل کر خود بخود اندر چلا گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاتھ سے اندر کیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۷۔ کیڑا (چینونا) باہر نکلا پھر خود واپس دُبر میں داخل ہو گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص۲۰/ج۱)

۳۸۔ اگر کوئی شخص اعضأ وضو کو ہمیشہ ایک ایک بار ہی دھوتا رہے (دو بار اور تین بار اعضائے وضو دھونے کی احادیث کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہے) تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ (ص۱۶/ج۱)

۳۹۔ عورت کی شرم گاہ کا بیرونی حصّہ (فرج خارج) مثلِ انسان کے منہ کے ہے۔ (ص۲۱/ج۱)

۴۰۔ آنکھوں میں ناپاک سرمہ ڈالا تو آنکھوں کا دھونا غسل وضو میں فرض نہیں۔ (ص۲/ج۱)

۴۱۔ غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو مرد کو مردوں کے سامنے اور عورت کو عورتوں کے سامنے ننگے ہو کر غسل کرنا ضروری ہے۔ (ص۲۲/ج۱)

۴۲۔ عورت نے صحبت کے بعد غسل کر کے نماز پڑھ لی۔ پھر عورت کی باقی ماندہ مَنی باہر نکل آئی تو غسل اور نماز کا دہرانا نہیں ہے کیونکہ یہ مَنی بغیر شہوت کے خارج ہوئی ہے۔ (ص۲۳/ج۱)

۴۲۔ (ب) مرد نے مَنی نکلنے سے قبل عضوِ مخصوص کو زور سے پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ شہوت ختم ہو گئی۔ اب چھوڑ دیا اور مَنی باہر نکل آئی تو غسل فرض نہیں ہوا۔ (ص۲۳/ج۱)

۴۳۔ غیر مکلف (نابالغ) نے بالغ سے صحبت کی یا کروائی تو نابالغ پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۴۔ غیر مکلف (دیوانے) نے عاقل سے صحبت کی یا کروائی تو غیر مکلف پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۵۔ جن نے عورت سے صحبت کی عورت کو انزال نہیں ہوا۔ تو عورت پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۶۔ جانور کی شرمگاہ میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۷۔ جانور کی دُبر میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۸۔ آدمی کے پاخانہ کے مقام میں جماع کیا (لونڈے بازی کی) تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۴۹۔ مردہ عورت سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۵۰۔ قریب البلوغ لڑکے یا لڑکی نے صحبت کی یا کرائی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۵۱۔ امام بخاریؒ کے نزدیک عاقل بالغ مرد، عورت جماع کریں، انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۳ ج ۱)

۵۲۔ کسی نے اپنا آلۂ تناسل اپنی دُبر میں داخل کرلیا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۳۔ خنثیٰ مشکل نے کسی سے جماع کیا تو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۴۔ آلۂ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا۔ جماع کی لذت نہ آئی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۵۔ کسی عورت نے انگلی استعمال کی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۶۔ کسی عورت نے غیر آدمی کا آلۂ تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کرایا۔ تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۔ اگر کوئی عورت لکڑی (یا لوہے وغیرہ) کا ذکر بنا کر استعمال کرے، تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۵۔ مندرجہ بالا عورت اگر لکڑی، لوہے کا ذکر اس صفائی سے استعمال کرے کہ ذکر تو سارا اندر جاتا رہے مگر ہاتھ کی ہتھیلی اندامِ نہانی کو نہ لگے تو وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۔ گردہ عورت کسی مُردہ کا ذکر اپنی شرمگاہ میں داخل کرے تو بھی غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ ج ۱)

۶۰۔ پلیسوں کو جوڑ کر ذکر بنالے اور عورت استعمال کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ / ج ۱)

۶۱۔ اگر عورت نے لڑکے کا آلۂ تناسل داخل کرایا جو بالغ نہ تھا تو کسی پر بھی غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ / ج ۱)

۶۲۔ عورت نے کسی خسرے سے جماع کرایا تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ / ج ۱)

۶۳۔ اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا اور کنوار پٹی نہ ٹوٹی تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ / ج ۱)

۶۴۔ (غیر مقلد) مرد بھی اپنی دُبر میں لو ہے۔ لکڑی یا مُردے یا جانور کا آلۂ تناسل داخل کرے تو غسل فرض نہیں۔ (ص ۲۴ / ج ۱)

۶۵۔ حیض۔ نفاس والی عورت جنبی دُعا اور ثناء کی نیت سے قرآن ایک ایک کلمہ کرکے پڑھیں تو جائز ہے۔ (ص ۲۶ / ج ۱)

۶۶۔ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک بہ نیت تلاوت بھی حیض۔ نفاس والی اور جنبی کو قرآن پڑھنا جائز ہے۔ (ص ۲۵ / ج ۱)

۶۷۔ آخر اہلِ حدیث کے نزدیک بے وضو شخص قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (ص ۲۶ / ج ۱)

۶۸۔ قرآنی دعائیں پڑھنا حائضہ اور جنبی کے لیے مکروہ نہیں۔ (ص ۲۶ / ج ۱)

۶۹۔ قرآن پڑھنے والے بچے، پڑھانے والا اُستاد بے وضو قرآن کو پکڑ سکتے ہیں۔ (ص ۲۶ / ج ۱)

۷۰۔ قرآن پر غلاف ہو تو سر کے نیچے (تکیہ کی جگہ) یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں۔ (ص ۲۷ / ج ۱)

۷۱۔ فلسفہ، منطق اور کلام (عقائد) کی کتابوں سے استنجاء کرنا جائز ہے۔ (ص ۲۷ / ج ۱)

۷۲۔ پاخانہ پھرتے یا استنجاء کرتے وقت دل میں قرآن پڑھتے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ص ۲۷ / ج ۱)

۷۳۔ عرقِ گلاب سے وضو جائز ہے۔ (ص ۲۸ / ج ۱)

۷۴۔ پانی خواہ کتنا تھوڑا ہو جب تک نجاست سے اس کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے وہ پاک رہتا ہے۔ (ص ۲۹ / ج ۱)

۷۵۔ مستعمل اور غیر مستعمل پانی میں کوئی فرق نہیں۔ (ص ۲۹/ج ۱)

۷۶۔ انسان، خنزیر، کتے وغیرہ ہر جاندار کی کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے۔ (ص ۲۹/ج ۱)

۷۷۔ خنزیر یا کتے، بلی وغیرہ کے چمڑے کو دھوپ میں سکھائے تو بغیر رنگے پاک ہیں۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۷۸۔ جن جانوروں کی کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں (مثلاً آدمی، خنزیر، کتا، بلا وغیرہ) ان کو اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرلیا جائے تو پھر بغیر رنگے بھی ان کی کھال پاک ہوجاتی ہے۔ (ص ۳۲/ج ۱)

۷۸ (ب) حرام جانوروں کو ذبح کرنے سے سوائے خنزیر کے باقی سب کا گوشت اور چربی بھی پاک ہوجاتی ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۷۹۔ مردار جانور اور خنزیر کے بال، ہڈیاں، پٹھے، کھر اور سینگ پاک ہیں۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۰۔ کتا اور اس کا لعاب محققین اہل حدیث کے نزدیک پاک ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۱۔ کتے کو بیچا جاسکتا ہے۔ کرائے پر دیا جاسکتا ہے۔ کسی کا کتا مار ڈالا تو تاوان دینا پڑے گا۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۲۔ کتے کی کھال کا ڈول بنانا جائز ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۲ (ب)۔ کتے کی کھال کا جائے نماز بنانا جائز ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۳۔ کتا کنوئیں میں یا حوض یا پانی میں گر گیا۔ اگرچہ اس کا منہ پانی تک پہنچا تو بھی پانی پاک ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۴ ۔ بھیگے کتے کی چھینٹیں بدن یا کپڑوں پر پڑیں تو بدن اور کپڑا پاک ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۵۔ کتے نے کاٹا اگرچہ جسم یا بدن کو اس کا لعاب بھی لگ گیا تو بھی جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (ص ۳۰/ج ۱)

۸۶۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا پانی، دودھ وغیرہ بھی پاک ہے۔ (ص ۳۱/ج ۱)

۸۷۔ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔ (ص [illegible]/ج ۱)

۸۸۔ شراب کی میل آٹے میں گوندھ کر روٹی پکائی وہ پاک بھی ہے اور حلال بھی۔ (ص ۳۰ ج ۱)

۸۹۔ حرام دوا کا استعمال حالتِ اضطرار میں جائز ہے۔ (ص ۳۱ ج ۱)

۹۰۔ گدھا اور خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا تو وہ پاک ہے اور کھانا حلال ہے۔ (ص ۵۰ ج ۱)

۹۱۔ کتے کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ (ص ۵۰ ج ۱)

۹۲۔ ناپاک زمین خشک ہو جائے تو اس پر تیمم جائز ہے۔ (ص ۳۱ ج ۱)

۹۳۔ ایک شخص کو نجاست لگی ہے، پانی تھوڑا ہے وہ نجاست دھوئے تو وضو کے لیے نہیں بچے گا اور اگر وضو کرے تو نجاست نہیں دُھلے گی تو وہ نجاست نہ دھوئے بلکہ وضو کر لے اور نجاست سے نماز پڑھے۔ (ص ۳۲ ج ۱)

۹۴۔ حائضہ اور جنابت والا کو بسم اللہ اور قرآنی دُعائیں، ان کا اٹھانا، چھونا سب جائز ہے۔ (ص ۴۶ ج ۱)

۹۵۔ ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ (ص ۴۱ ج ۱)

۹۶۔ منی پاک ہے، خشک ہو یا تر، پتلی ہو یا گاڑھی۔ (ص ۴۹ ج ۱)

۹۷۔ ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے۔ (ص ۴۹ ج ۱)

۹۸۔ گندم، چنوں میں اتنا انسان کا پیشاب ڈالا کہ گندم اور چنے پھول گئے ان کو پانی میں ڈال کر نکال کے خشک کر لو تو پاک ہو گئے۔ (ص ۵۰ ج ۱)

۹۹۔ شراب جب سرکہ بن گئی تو اس کا کھانا حلال ہے۔ (ص ۵۰ ج ۱)

۱۰۰۔ اگر بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو جائز مع الکراہت ہے۔ (ص ۵۳ ج ۱)

۱۰۱۔ استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا مکروہ نہیں۔ (ص ۵۳ ج ۱)

۱۰۲۔ گندگی پر سو گیا۔ گندگی، کپڑے یا جسم پر ظاہر نہیں ہوئی تو جسم اور کپڑا پاک ہے۔ (ص ۵۴ ج ۱)

۱۰۳ چوہا شراب میں گرا۔ پھر وہ شراب سرکہ بن گئی تو پاک ہے۔ (ص ۵۰ ج ۱)

۱۰۴۔ اہل ذمہ کافروں اور فاسقوں کے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔ (ص ۵۴/ج۱)

۱۰۵۔ جانور کے گوبر، مینگنی یا جگالی میں جَو ہے تو دھو کر کھا لو۔ (ص ۵۴/ج۱)

۱۰۶۔ بچے نے گندگی کھالی پھر پانی وغیرہ پی لیا تو باقی پانی وغیرہ ناپاک نہیں۔ (ص ۵۵/ج۱)

۱۰۷۔ کھانا حاضر ہو تو کھانا کھانے سے پہلے جو نماز پڑھی وہ نماز نہیں ہوئی۔ (ص ۵۶/ج۱)

۱۰۸۔ آج کل اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔ (ص ۶۲/ج۱)

۱۰۹۔ نجاست لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی، صدیق حسن) (ص ۶۴/ج۱)

۱۱۰۔ جسم پر نجاست لگی تھی۔ اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہے۔ (شوکانی۔ صدیق حسن) (ص ۶۴/ج۱)

۱۱۱۔ پلید مرد عورت (جنبی) کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ (ص ۶۴/ج۱)

۱۱۲۔ شوکانی۔ نواب صدیق حسن فرماتے ہیں: کپڑا ہوتے ہوئے ننگے نماز پڑھی تو بھی نماز صحیح ہے۔ (ص ۶۵/ج۱)

۱۱۳۔ عورت کی آواز کا پردہ نہیں۔ (ص ۶۵/ج۱)

۱۱۴۔ شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ (ص ۴۹/ج۱)

۱۱۵۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ (ص ۶۸/ج۱)

۱۱۶۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ (ص ۶۹/ج۱)

۱۱۷۔ نماز کے تمام اذکار میں صرف تکبیر، فاتحہ، آخری تشہد اور سلام ہی ضروری ہیں۔ (ص ۸۴/ج۱)

۱۱۸۔ عورت اپنے ہاتھ پستانوں تک اٹھائے اور سجدوں میں سمٹ کر اور مل کر سجدہ کرے۔ (ص ۸۵/ج۱)

۱۱۹۔ اذان اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں جائز ہے۔ (ص ۸۶/ج۱)

۱۲۰۔ اس طرح نماز میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ ال ح م د ل ل ہ ر ب ال

ع ال م نان ۔ (ص ۱۶ / ج ۱)

۱۲۱۔ زمین پر کھڑا ہو کر سجدہ میز پر کرے تو درست ہے ۔ (ص ۸۶ / ج ۱)

۱۲۲۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبل سب مسلمان ہیں انکے پیچھے نماز جائز ہے ۔ (ص ۹۸ / ج ۱)

۱۲۳۔ نماز باجماعت میں مرد عورت ساتھ ساتھ ایک صف میں مل کر پڑھیں تو نماز فاسد نہیں ۔ (ص ۱۰۰ / ج ۱)

۱۲۴۔ امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا میں بے وضو تھا تو مقتدی نماز نہ دُھرائیں اُن کی نماز صحیح ہے ۔ (ص ۱۰۱ / ج ۱)

۱۲۵۔ امام نے نماز کے بعد کہا، میں کافر ہوں۔ مقتدیوں کی نماز صحیح ہے۔ دُھرانے کی ضرورت نہیں ۔ (ص ۱۰۲ / ج ۱)

۱۲۶۔ امام نے بعد نماز کہا، میں ناپاک ہوں مقتدیوں کی نماز صحیح ہے ۔ (ص ۱۰۳ / ج ۱)

۱۲۷۔ نماز پڑھتے ہوئے اشارہ سے پانی مانگا یا پانی خرید لیا تو نماز باطل نہیں ہوئی (ص ۱۰۴ / ج ۱)

۱۲۸۔ نماز پڑھتے ہوئے ایک ہاتھ سے اگال دان اٹھا کر تھوک لیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی ۔ (ص ۱۰۷ / ج ۱)

۱۲۹۔ عورت نماز پڑھ رہی تھی مرد نے شہوت سے اس کا بوسہ لیا اور چھوا (ص ۱۱۰ / ج ۱) تو نماز نہیں ٹوٹی ۔

۱۳۰۔ مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لے لیا تو نماز نہیں ٹوٹی ۔ (ص ۱۱۱ / ج ۱)

۱۳۱۔ نماز میں چوپائے کو بھگا دیا۔ یا چند قدم کھینچ لیا۔ اگر سینہ قبلہ سے نہ پھرا تو نماز نہیں ٹوٹی ۔ (ص ۱۱۱ / ج ۱)

۱۳۲۔ نمازی نے نماز پڑھتے ہوئے پتھر اُٹھا کر پرندے یا آدمی کو دے مارا تو نماز نہیں ٹوٹی ۔ (ص ۱۱۲ / ج ۱)

۱۳۳۔ نمازی لکھے ہوئے کو دیکھ کر سمجھتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی ۔ (ص ۱۱۳)

۱۳۴۔ نماز میں لڑائی کے لیے لشکر کی تیاری کا منصوبہ بناتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۱۱۳)

۱۳۵۔ نماز میں دینی مدرسہ کا نصاب وغیرہ سوچتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۱۱۳ ج ۱)

۱۳۶۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے سر سے ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے۔ (ص ۱۱۴ ج ۱)

۱۳۷۔ اگر نماز میں کلائی سے گھڑی آنکھوں سے عینک گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا لینا جائز ہے۔ (ص ۱۱۴ ج ۱)

۱۳۸۔ نماز میں جوئیں مارنا یا مکھیاں مارنا ناپسند ہے مگر نماز ہو جاتی ہے۔ (ص ۱۱۶ ج ۱)

۱۳۹۔ نماز پڑھتے ہنڈیا اُبل جائے تو نماز توڑ ڈالے۔ (ص ۱۱۶ ج ۱)

۱۴۰۔ حقہ سگریٹ پینے والے کو مسجد سے نکال دینا مستحب ہے۔ (ص ۱۱۷ ج ۱)

۱۴۱۔ مسجد کو کسی فرقے کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں جیسے مسجد احناف (مسجد اہلِ حدیث) (ص ۱۱۹ ج ۱)

۱۴۲۔ مسجد کی دیواروں پر کچھ نہ لکھنا چاہیئے۔ (ص ۱۲۱ ج ۱)

۱۴۳۔ مسجد میں ریاکاری کا خوف نہ ہو تو ذکر جہر مکروہ نہیں۔ (ص ۱۲۱ ج ۱)

۱۴۴۔ دو التحیات سے تین وتر پڑھنا منع ہیں۔ (ص ۱۲۳ ج ۱)

۱۴۵۔ جو شخص مؤکدہ سُنتیں ادا نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ص ۱۲۵ ج ۱)

۱۴۶۔ نماز تراویح کی رکعات کا کوئی خاص عدد معین نہیں۔ (ص ۱۲۶ ج ۱)

۱۴۷۔ اگر ایک ہزار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے۔ (ص ۱۳۱ ج ۱)

۱۴۸۔ نماز فرض رہ جائے تو اس کو قضا پڑھنا جائز نہیں۔ (ص ۱۳۴ ج ۱)

۱۴۹۔ ایک شخص نماز پڑھ کر مُرتد ہو گیا پھر اسی وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو دوبارہ نماز نہ پڑھے۔ (ص ۱۳۶ ج ۱)

۱۵۰۔ بوقت نکاح باجے بجانے واجب ہیں۔ (ص ۳ ج ۲)

۱۵۱۔ کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا۔ اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حلال ہیں۔ (ص ۲۱ ج ۲)

۱۵۲۔ بیٹے نے عورت سے زنا کیا، باپ کے لیے وہ عورت حلال ہے۔ (ص ۲۱ / ج ۲)

۱۵۳۔ سات سال کے لڑکے نے کسی عورت سے صحبت کی تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ص ۲۱ / ج ۲)

۱۵۴۔ سات سال کی لڑکی نے جوان مرد سے صحبت کرائی تو بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ (ص ۲۱ / ج ۲)

۱۵۵۔ کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے دیکھا، چھوا بلکہ شرمگاہیں ملائیں تو بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ (ص ۲۱ / ج ۲)

۱۵۶۔ ساس کا بوسہ لیا، اس کو کاٹا، گلے لگایا، بلکہ اس سے صحبت بھی کی تو نکاح قائم رہا۔ (ص ۲۸ / ج ۲)

۱۵۷۔ فقہاء حجاز کے ہاں متعہ کرنا جائز ہے۔ (ص ۳۵ / ج ۲)

۱۵۸: فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک عورتوں کا غیر فطری مقام استعمال کرنا جائز ہے۔ (ص ۳۵ / ج ۲)

۱۵۹۔ نکاح میں خمر یا خنزیر کا مہر مقرر کیا تو نکاح صحیح ہے۔ (ص ۴۸ / ج ۲)

۱۶۰۔ بیوی سے آلۂ تناسل کے علاوہ کسی اور عضو سے جماع کیا یا پتھر، لوہے، لکڑی کا ذکر بنا کر جماع کیا اور اس طرح وہ مر گئی تو مہر پورا دینا ہوگا۔ (ص ۵۷ / ج ۲)

۱۶۱۔ غیر عورت سے پتھر، لکڑی، لوہے کے آلۂ تناسل سے جماع کیا وہ مر گئی تو کوئی مہر نہیں۔ (ص ۵۷ / ج ۲)

۱۶۲۔ بعض صحابہ فاسق تھے مثلاً ولید، معاویہ، عمرو، مغیرہ، سمرہ۔ (العیاذ باللہ) (ص ۹۴ / ج ۳)

۱۶۳۔ پیشاب کی چھینٹیں جو نظر نہ آئیں ناپاک نہیں۔ (ص ۶۴ / ج ۱)

۱۶۴۔ موزہ اور جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے نجاست تر ہو یا خشک جسم والی ہو یا بغیر جسم۔ (ص ۴۹ / ج ۱)

۱۶۵۔ گوبر اور پاخانے کی راکھ پاک ہے۔ (ص ۵۰ / ج ۱)

۱۶۶۔ کپڑے کی کوئی ایک جانب ناپاک ہو گئی گیلا نہیں رہی کونسی تھی تو تحری سے ایک طرف دھولے۔ (ص ۵۰ / ج ۱)

۱۶۷۔ حائضہ عورت اور جنبی کو خانہ کعبہ کا غلاف پہننا جائز ہے۔ (ص ۲۸۵ / ج ۱)

۱۶۸۔ جنبی کو قرآن لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ مکتوب نہ چھوا جائے۔ (ص ۲۷ / ج ۱)

۱۶۹۔ شراب پینے والے کا جھوٹا ہر حال میں پاک ہے چاہے شراب پیتے ہی فوراً جھوٹا کرے (ص ۳۱ / ج ۱)

۱۷۰۔ اگر کیچڑ میں پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔ (ص ۳۴/ج ۱)

۱۷۱۔ اگر تیمم کی نیت سے زمین پر لوٹا جائے تو نماز ہو جائیگی کیونکہ حضورؐ نے عمارؓ پر انکار نہ فرمایا۔ (ص ۳۳/ج ۱)

۱۷۲۔ اگر کسی نے ضاد کو ظا پڑھا تو نماز درست ہے کیونکہ دونوں صفات میں متشابہ ہیں۔ (ص ۱۱۲/ج ۱)

۱۷۳۔ نماز جنازہ میں تیسرا رکن سورت الفاتحہ ہے۔ (ص ۱۶۳/ج ۱)

۱۷۴۔ نماز میں سلام وغیرہ کے لیے اشارہ جائز ہے۔ (ص ۱۱۳/ج ۱)

۱۷۵۔ اگر کسی کے درد کی وجہ سے نماز میں آہ یا اُف کہا تو نماز مکروہ ہے۔ (مفسد نہیں) (ص ۱۰۸/ج ۱)

۱۷۶۔ اگر نمازی کی زبان سے ہاں یا البتہ یا نہیں نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (ص ۱۰۹/ج ۱)

۱۷۷۔ نماز میں صرف چہرہ (قبلہ) سے پھیر لیا تو نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوگی۔ (ص ۱۱۱/ج ۱)

۱۷۸۔ بے وضو ہو جانے کے خیال میں قبلہ سے پھر کر چل دیا۔ مسجد سے نکلنے سے
پہلے یاد آگیا کہ میں بے وضو نہیں ہوا، تو واپس آجائے نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۱۱۱/ج ۱)

۱۷۹۔ قبلے کی طرف منہ کرکے آگے یا پیچھے کی طرف چلتا رہا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (ص ۱۱۱/ج ۱)

۱۸۰۔ کسی نے نمازی سے پوچھا کتنی رکعتیں ہوئیں اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتا دیا تو
نماز نہیں ٹوٹی۔ (ص ۱۱۵/ج ۱)

۱۸۱۔ ایک شخص نے چار رکعت نماز ایک ایک رکعت چاروں طرف تحری سے پڑھی نماز ہوگئی۔ (ص ۷۰/ج ۱)

۱۸۲۔ جو شخص مر گیا اسکے ذمہ نمازیں رہ گئیں اس نے وصیت کی تو ہر نماز کے بدلے مثل
صدقہ فطر کفارہ دے۔ (ص ۱۳۶/ج ۱)

۱۸۳۔ فجر کی نماز میں کبھی کبھی قنوت پڑھ لیا کرے اکثر چھوڑ دیا کرے۔ (ص ۱۲۳/ج ۱)

۱۸۴۔ کسی خطیب نے بغیر وضو کے خطبہ پڑھ دیا تو جائز ہے مع الکراہت۔ (ص ۱۵۶/ج ۱)

۱۸۵۔ جو خطیب سے دور ہو اس پر خاموش رہنا واجب نہیں درود و ذکر کرنا مباح ہے۔ (ص ۱۵۶/ج ۱)

۱۸۶۔ ذمی سے شراب اور مردار کی کھال کی قیمت کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ (ص ۲۰۶/ج ۱)

۱۸۷۔ اگر عورت کی طرف دیکھا اور تفکر کیا جس سے منی خارج ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۲۸/ج ۱)

۱۸۸۔ دبر میں لکڑی یا لوہا داخل کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۲۸/ج ۱)

۱۸۹۔ اگر مرد نے اپنی انگلی دبر میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۲۹)

۱۹۰۔ اگر عورت نے اپنی انگلی اپنی شرم گاہ میں داخل کر دی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۱۹/ ج۱)

۱۹۱۔ اگر عورت سے فرج کے علاوہ جماع کیا، انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۲۹/ ج۱)

۱۹۲۔ اگر عورت مرد نے قصداً جماع کیا تو مرد پر کفارہ و قضا دونوں لازم ہیں عورت پر صرف قضا لازم ہے۔ (ص ۲۳۱/ ج۱)

۱۹۳۔ اگر عورت سے زبردستی صحبت کی تو اس پر قضا بھی لازم نہیں۔ (گویا اسکا روزہ ٹوٹا ہی نہیں۔) (ص ۲۳۱/ ج۱)

۱۹۴۔ دو عورتیں آپس میں چپٹی لڑائیں۔ انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ص ۲۲۸/ ج۱)

۱۹۵۔ مرد نے عورت کی دُبر زنی کی انزال بھی ہو گیا تو مرد پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔ (ص ۲۳۱/ ج۱)

۱۹۶۔ پہلے بھولے سے جماع کر لیا روزہ یاد نہ تھا پھر قصداً جماع کر لیا کہ اب روزہ نہیں تو کوئی کفارہ نہیں۔ (ص ۲۳۰/ ج۱)

۱۹۷۔ حالتِ اعتکاف میں بغیر شہوت کے مباشرت کی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۲۳۸/ ج۱)

۱۹۸۔ حرم مدینہ میں کسی نے درخت کاٹا یا شکار کیا تو اسکے جسم پر جو کچھ ہے وہ چھین لیا جائے گا اور وہ چھیننے والے کے لیے حلال ہے۔ نہ جزا ہے نہ قیمت۔ (ص ۲۴۹/ ج۱)

۱۹۹۔ عورت کو سوگ میں سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ (ص ۱۸۵/ ج۲)

۲۰۰۔ جس نے جانور سے جماع کیا اس پر تعزیر ہے۔ (ص ۱۹۸/ ج۲)

حضرات آپکے دیکھنے کے لیے یہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد نے نبی کی فقہ مرتب فرمائی ہے۔ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں اس کتاب کا مطالعہ کرنا نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ (کنز الحقائق) غیر مقلدین سے درخواست ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ایک قرآن دو سو مسائل کی تلاوت کر لیا کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کیا سکھوں نے اپنے گرو یا مرزائیوں نے اپنے نبی کی طرف بھی کبھی ایسی خرافات منسوب کیں یا یہ صرف لامذہبوں کا ہی حصہ ہے۔

حضرات غیر مقلدین اگر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن حدیث کے موافق مسائل بیان کرتے ہیں تو ان مسائل کے موافق ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں اگر وہ ان مسائل کو حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں تو یہ اعتراف کر لیں کہ اہلِ حدیث کہلانے والے علماء حدیث کے خلاف مسائل لکھتے ہیں پھر ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھ کر ان مسائل کی تردید کر دیں اب تک تو یہ مسائل انکو مسلّم ہیں کیونکہ ابھی تک کسی غیر مقلد نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر کوئی صاحب اس پمفلٹ کا جواب لکھنا چاہیں تو ضرور لکھیں مگر قرآن حدیث سے جواب دیں جواب میں اپنا قیاس پیش نہ کریں کہ کارِ شیطان ہے نہ کسی امتی کا قول پیش کریں کہ شرک تقلید ہے، نہ مخالفین کو گالیاں دیں کہ یہ شرمناک شکست ہے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

ھو العلی العظیم

یاقیو

غیر مقلدین سے

۲۰۰ دو سو سوالات

مرتبہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

آج کل ہر باطل فرقہ کی طرف سے اہل حق پر سوالات کی بھرمار رہتی ہے لیکن انکے اکثر سوالات باطل ہوتے ہیں۔ اسلئے صحیح اور غلط سوالات کی پہچان ضروری ہے اصول مناظرہ میں یہ وضاحت ہے کہ مناظرہ میں دو فریق ہوتے ہیں مدعی اور سائل۔ مدعی اس کو کہتے ہیں جو کسی حکم شرعی کو ثابت کرنیکی کوشش کر رہا ہے اور سائل اسکو کہتے ہیں جو مدعی کے دعوی کا انکار کر رہا ہو اور سائل کی صرف تین ہی قسمیں ہیں۔ مانع۔ ناقض۔ اور معارض الغرض سائل کے سوالات ثلاثہ کا تعلق مدعی کے دعوی سے ہوتا ہے جب تک مدعی کا دعوی سامنے نہ آئے سوالات ممکن ہی نہیں۔ **مثال** انبیاء علیہم السلام دعوی نبوت کرتے تھے اب منکرین کو سوال کا حق تھا۔ مگر ان سوالات کا جو دعوی نبوت سے متعلق ہوں۔ لیکن کفار آپ سے ایسے سوالات کرتے تھے۔ جو دعوی نبوت کی بجائے دعوی الوہیت سے متعلق تھے کہ ہم پر آسمان گرا دو۔ ہمارے سامنے آسمان پر جاکر کتاب لاؤ وغیرہ یہ سوالات غلط تھے۔ کیوں کہ آپ کے دعوی کے مطابق نہیں تھے۔

مثال ایک شخص کا دعوی ہے کہ میں صرف قرآن کو مانتا ہوں سنت کو نہیں مانتا۔ تو ہم اُن سے سوال اس طرح کرینگے کہ قرآن پاک سے گدھے کا حلال یا حرام ہونا دکھلاؤ۔ صرف قرآن پاک سے مکمل نماز کا طریقہ دکھاؤ۔ تو ہمارے یہ سوالات درست ہیں۔ کیونکہ یہ اسکے دعوی کے مطابق ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں قرآن اور حدیث کو مانتا ہوں تو اس سے یہ سوال کرنا کہ مکمل نماز صرف قرآن پاک سے دکھاؤ یہ سوال غلط ہے کیونکہ اس کے دعوی کے خلاف ہے ان سے صحیح سوال یوں ہوگا کہ اپنی نماز کا ہر ہر مسئلہ جو ہم پوچھیں اور وہ آپ کے عمل میں ہو اس کا جواب صرف قرآن یا حدیث سے اگر آپنے کسی ایک جزئی مسئلے میں اجماع یا قیاس شرعی کا سہارا لیا اور امتی کے قول سے استدلال کیا تو آپکا دعوی جھوٹا ہو جائے گا ______ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے اکثر بلکہ تمام سوالات غلط ہوتے ہیں کیونکہ وہ فقہی مسائل میں یوں سوال کرتے ہیں کہ اس کا جواب قرآن یا حدیث سے دو حالانکہ جس نے اصول فقہ کی پہلی کتاب اصول الشاشی بھی پڑھی ہو وہ جانتا ہے کہ اصول فقہ چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی۔ اس لئے فقہی مسائل میں سوال کرنا کہ صرف قرآن یا حدیث سے دکھاؤ ایسا ہی غلط ہے جیسے غیر مقلدین کا یہ سوال

کرنا کہ تمام مسائل صرف قرآن یا حدیث سے دکھاؤ۔ اس لئے لامذہب غیر مقلدین کا یہ حق نہیں ہے کہ سوال ہمارے دعویٰ کے موافق اس طرح کیا کریں کہ اس فقہی مسئلہ کا ثبوت قرآن پاک یا سنت نبویہ یا اجماع امت یا قیاس شرعی سے دیں۔ ورنہ ان کا سوال ہی غلط ہوگا ــــ پہلے سوال کا حق کس کو ہے؟ اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ صرف قرآن کافی ہے تو سوال کا حق سنت کے ماننے والے کو ہے اور یہ حق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس لئے آپ کے بارے میں بالترتیب سوالات کرتے جائیں اور وہ صرف قرآن پاک سے ان کا جواب دے اگر مکمل نماز کے سوالات کا جواب اس نے قرآن سے دیدیا تو وہ سچا ہوگیا۔ نہ دے سکا تو اس کا دعویٰ جھوٹا ہوگیا اسی طرح ایک شخص دعویٰ کرے کہ نماز اور دین کے تمام جزئی مسائل صرف قرآن اور حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہیں۔ ہم اس دعویٰ کے منکر ہیں کیونکہ بہت سے مسائل ہمارے نزدیک صراحۃً قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ اجماع یا قیاس شرعی سے ثابت ہیں تو سوال کرنے کا حق ہمارا ہوگا ہم نماز کا اور دین کا ایک ایک مسئلہ اُن سے پوچھتے جائیں کہ وہ ہر مسئلہ کا ثبوت صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیتے جائیں اگر ان سب سوالات کا جواب وہ اپنے دعویٰ کے موافق دے گا تو ان کا دعویٰ سچا ہوگا ورنہ جھوٹا۔

اسی لیے ہم نے نماز کے بارہ میں زیادہ تر وہ سوالات لکھے ہیں جو اکثر غیر مقلد ہر نمازی کو پیش کرتے ہیں اہل سنت والجماعت سے درخواست ہے کہ اگر ان کا کسی منکر حدیث سے پالا پڑے تو یہی سوالات اس طرح کریں کہ ان کا جواب صرف قرآن سے دو انشاء اللہ العزیز اس کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوگا اور وہ ہرگز ان سوالات کے جواب قرآن سے نہ دے گا اور اگر آپ کا واسطہ کسی لامذہب غیر مقلد سے پڑے تو اسی ترتیب وار یہ سوالات اس طرح پوچھیں کہ ہر سوال کا جواب صرف قرآن کی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دے انشاء اللہ العزیز آپ مشاہدہ کریں گے کہ وہ لامذہب لاجواب اور جھوٹا ثابت ہوگا۔ اور اس کی ساری شیخی کرکری ہو جائیگی اور اس کا دعویٰ عمل بالحدیث ایسا ہی باطل ہوگا جیسے منکر حدیث کا دعویٰ عمل بالقرآن باطل ہو۔ اس کے بعد ان کو حق ہوگا کہ ہم سے مکمل نماز کے بارہ میں سوالات کریں کہ فلاں فلاں مسئلہ قرآن یا سنت یا اجماع امت یا قیاس شرعی سے ثابت کریں ہم انشاء اللہ العزیز ان کی خدمت کیلئے حاضر ہیں زیادہ تر سوالات نماز کے بارے میں ہیں۔ باقی دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) کیا قرآنِ پاک میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالترتیب و بالتفصیل موجود ہے؟

نوٹ:۔ بالتفصیل سے مراد شرائط، ارکان، واجبات، سنن مؤکدہ، مستحبات مباحات، مکروہات اور مفسدات ہیں۔ ان میں ہر ایک کی تعداد، ہر ایک کی تعریف ہر ایک کے عمداً اور سہواً چھوٹ جانے کا حکم صراحۃً موجود ہونا۔

(۲) کیا صحیح بخاری شریف میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۳) کیا صحیح مسلم شریف میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۴) کیا سنن نسائی میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۵) کیا جامع ترمذی میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۶) کیا سنن ابی داؤد میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۷) کیا سنن ابن ماجہ میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب موجود ہے؟

(۸) جب صحاح ستہ میں سے کسی ایک کتاب میں بھی نماز کے مکمل مسائل بالتفصیل و بالترتیب موجود نہیں ہیں تو یہ چھ محدثین نماز کس طرح پڑھا کرتے تھے؟

(۹) کیا کسی مسلمہ محدث نے کوئی نماز کی ایسی جامع کتاب مرتب فرمائی ہے جس میں نماز کا طریقہ مکمل بالتفصیل و بالترتیب ہو اس میں ہر ہر مسئلہ صحیح صریح غیر معارض احادیث سے پیش فرمایا ہو۔ اور اس کتاب کی صحت پر کوئی آیت یا حدیث صریح دلیل ہو؟

(۱۰) کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیرِ نگرانی کوئی ایسی کتاب مرتب کروائی

جس میں نماز کا مکمل طریقہ بالتفصیل و بالترتیب درج ہو اور وہ کتاب آج تک امت میں متداول ہو؟

(۱۱) کیا خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد نے اپنی زیر نگرانی کوئی نماز کی ایسی جامع کتاب مرتب کروائی جس کو آج تک امت میں تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو؟

(۱۲) اس امت میں سب سے پہلے کس نے نماز کو بالتفصیل و بالترتیب مرتب کروایا جن کی مرتبہ نماز آج تک امت میں متداول ہے؟

کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ قیامت کو فرائض کا حساب ہوگا، اور ان میں اگر کمی ہوئی تو نوافل سے پوری کی جائے گی اور کیا حضرت عمر رض نے اپنے خطبہ میں فرائض اور سنتوں کا بیان فرمایا ہے؟

نماز پڑھنے سے پہلے جو باتیں ضروری ہیں ان کو ائمہ مجتہدین شرائط نماز کہتے ہیں ائمہ اربعہ کی فقہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ نماز کی کچھ شرائط ہیں

آپ بتائیں کہ نماز کی شرائط قرآن و حدیث میں کتنی مذکور ہیں اور کیا کیا ہیں؟

آپ یہ بیان فرمادیں کہ نماز کے ارکان کون کتنے ہیں۔ رکن کی تعریف کیا ہے؟

آپ یہ بیان فرمائیں کہ نماز میں واجبات کتنے ہیں۔ نیز واجب کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟

آپ یہ بیان فرمائیں۔ نماز میں کتنی چیزیں سنت مؤکدہ ہیں اور سنت مؤکدہ کی تعریف بتائیں؟

آپ کے نزدیک نماز میں کتنے کام مستحب ہیں اور مستحب کی تعریف بھی بیان ہو

آپ کے نزدیک نماز میں کتنے کام مباح ہیں اور مباح کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟

آپ کے نزدیک کتنی چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ کی تعریف بھی بیان کریں؟

آپ کے ہاں نماز میں کتنی باتیں نماز کو فاسد کرتی ہیں. باطل اور فاسد کی تعریف بھی بیان فرمائیں؟

آپ کے ہاں فجر کی نماز کتنی رکعت ہے سنت اور فرض کا لفظ صراحۃً حدیث میں ہو؟

آپ کے ہاں نماز ظہر کی کتنی رکعات ہیں سنت فرض یا نفل کا لفظ صراحۃً حدیث میں ہو!

آپ کے ہاں نماز عصر کی کتنی رکعات ہیں سنت فرض کی صراحت حدیث میں ہو!

آپ کے ہاں نماز مغرب کتنی رکعات ہیں. فرض سنت کی تفصیل صراحۃً حدیث میں ہو!

آپ کے ہاں نماز عشاء کتنی رکعتیں ہیں فرض. سنت. نفل کی تفصیل صراحۃً حدیث میں ہو!

آپ کے ہاں جو مجتہدین. محدثین اور دیگر مسلمان نماز کی شرائط ارکان. واجبات سنن. مکروہات. مفسدات کے قائل ہیں وہ مسلمان ہیں یا کافر؟

نوٹ ہر بات کا جواب صرف قرآن پاک یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے! سند و توثیق رجال دیں؟

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں نہ تو خود قیاس کر کے شیطان بنیں نہ کسی امتی کی تقلید کر کے مشرک بنیں جس جواب میں قرآن کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض نہ ہو گی وہ جواب کالعدم ہو گا.

(۱) تکبیر تحریمہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب حکم صراحۃً آیت یا حدیث میں مذکور ہو

(۲) تکبیر تحریمہ امام کے لئے بلند آواز سے کہنا سنت ہے اور مقتدی کیلئے آہستہ آواز سے.

(۳) اکیلے نمازی کیلئے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے سنت ہے یا آہستہ آواز سے

(۴) تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین فرض ہے یا سنت مؤکدہ

(۵) تکبیر تحریمہ کے ساتھ اگر رفع یدین نہ کرے تو نماز باطل ہو گی یا مکروہ

(٦) بغیر تحریمہ کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنا فرض ہے یا سنت مؤکدہ۔

(٧) جو لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں ان کی نماز باطل ہے یا مکروہ۔

(٨) آپ کی کتاب ھدیۃ المھدی جلد اول صفحہ ١١٨ پر لکھا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے پر انکار جائز نہیں یہ مسئلہ کس آیت اور حدیث میں ہے۔

(٩) آپ کے فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ٥٣٢ اور فتاویٰ علمائے حدیث جلد سوم ص ٩٥ پر لکھا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نماز پڑھ اور سینے پر ہاتھ باندھ۔ کیا قرآن کا یہ معنی کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہے۔

(١٠) آپ کے فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ٤٤٣ اور فتاویٰ علمائے حدیث جلد سوم ص ٩١ میں لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث نہ بخاری میں ہے اور نہ مسلم میں کیا یہ ایسا ہی جھوٹ نہیں ہے جیسے مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا قرآن پاک احادیث اور کشوف اولیاء سے ثابت ہے (شہادت القرآن)

(١١) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے ... صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ ٤٥٧ جلد اول۔ حالانکہ بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث نہیں کیا یہ ایسا ہی جھوٹ نہیں جیسے مرزا قادیانی نے لکھا کہ بخاری میں ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی

١٢ حدیث سلب طائی ترمذی ص ٣٤ ابن ماجہ ص ٥٩ دار قطنی ص ١٠٧ ج اول اور مسند احمد بروایت وکیع ص ٢٢٦ ج ٥ پر تو علی صدرہ سرے سے ہے ہی نہیں ہاں مسند احمد ص ٢٢٦ ج ٥ بروایت یحییٰ بن سعید یضع ھذہ علی صدرہ تھا۔ مگر فتاویٰ ثنائیہ ص ٤٥٨ ج اول پر اس کے لفظ بدل کر یدہ علی صدرہ

مرزا قادیانی نے نسائی شریف
کروایا گیا یہ ایسا ہی دھوکا نہیں ہے۔ جیسے
نسخ کو دجالؒ بنادیا تھا.
کی حدیث نقل کرتے ہوئے رجالؒ

(۱۳) فتاوی ثنائیہ ۴۴۴ ج اول اور فتاوی علمائے حدیث ص۹۱ ج ۳ پر
صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے ایک حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے کی نقل کی ہے
مگر اس کی ضعیف سند اتار کر مسلم کی سند سے اتھ ملا دی ضعیف سند یہ تھی اخبرنا
ابو طاہر نا ابوبکر نا ابو موسیٰ نا مؤمل نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل
بن حجر (ابن خزیمہ ص۲۴۳ ج ۱) سند یہ لگا دی محمد بن یحییٰ عن
عفان عن ھمام عن محمد بن جحادہ عن عبدالجبار
بن وائل عن علقمہ عن ابیہ (مسلم ص۱۷۳ ج ۱) اتنا عظیم
فریب ہے کہ اس کی مثال ہمیں مرزا قادیانی. پادری فانڈر، سوامی دیانند
اور ماسٹر رام چندر کی کتابوں میں بھی نہیں ملی.

(۱۴) فتاوی ثنائیہ ص۵۴۷ ج ۱ پر لکھا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے.
حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے.

(۱۵) فتاوی علمائے حدیث ص۹۵ ج سوم پر لکھا ہے کہ حافظ نے بلوغ المرام
میں اس کو صحیح کہا ہے جو بالکل جھوٹ ہے.

(۱۶) الحاج الحافظ فرخ بن عیاض سبلی ٹنڈو الہ یار ضلع حیدرآباد نے فتاوی
فقہ حنفیہ ص۳ پر لکھا ہے. سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے (ہدایہ
ص۲۵۰ ج ۱ شرح وقایہ ص۹۳) یہ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح وقایہ پر صریح جھوٹ ہے.

(۱۷) اسی مولوی نے لکھا ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے
(ہدایہ ص۲۵۰ ج اول) یہ بھی صاحب ہدایہ پر سفید جھوٹ بلکہ سیاہ جھوٹ ہے.

(۱۸) غیر مقلدین کے مشہور مناظر مستری ابو خالد نور حسین گھرجاکھی نے اپنے رسالہ

اثبات رفع یدین ص۱۹ پر وائل بن حجر کی شہادت کی سرخی قائم کی ہے اور سینے پر ہاتھ
باندھنے کی ایک حدیث مسلم ص۱۷۳ ج اول ابن ماجہ ص۶۲ دارمی ص۱۰۷ دارقطنی ص۱۱۸ ج۱
ابو داؤد ص۱۹۳ ج اول جزء رفع الیدین بخاری ص۱۲ مسند احمد ص۱۲۷ ج ۲ اور مشکوٰۃ
کے حوالے سے نقل کی ہے حالانکہ یہ ان حدیث کی آٹھ کتابوں پر بالکل جھوٹ باندھا
ہے ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی یہ حدیث موجود نہیں ہے

(۱۹) غیر مقلدین کے مشہور مناظر محمد حنیف فرید کوٹی جھنگوی نے اپنے اخلاق
کا مظاہرہ یوں فرمایا ہے کہ یہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلہ تناسل
پر ہاتھ باندھتے ہیں (قول حق ص۲۱)

(۲۰) مشہور غیر مقلد مناظر فیض عالم صدیقی خطیب جامع مسجد اہلحدیث محلہ
ستریاں جہلم اپنی کتاب اختلاف امت کا المیہ ص۶۲ پر فرماتے ہیں کہ ناف
کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ابتداء ہارون الرشید سے ہوئی کیونکہ نماز
پڑھتے ہوئے اس کا ازار بند کھل گیا تھا۔ اس نے ہاتھ نیچے کر کے
ازار بند باندھ لیا تو قاضی ابو یوسفؒ نے فتویٰ دے دیا کہ اب ہاتھ ناف
کے نیچے باندھا کرو۔ سنت کا اس طرح مذاق شاید ہی کسی منکر حدیث
نے اڑایا ہو۔

(۲۱) نہایت قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں یہ حضرات جھوٹ پر
جھوٹ بولتے گئے مگر ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ صرف ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث
جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کو صراحتاً سنت مؤکدہ کہا گیا ہو پیش کریں
لیکن وہ نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

(۲۲) ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء پڑھنا آپ کے ہاں فرض ہے یا واجب
یا سنت صریح حدیث لائیں۔

۲۳

ثناء بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے یا آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے (امام کے لئے)

۲۴

کیا کسی حدیث پاک میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مقتدی نے دعائے استفتاح بلند آواز سے پڑھی تو آپ نے اسے خوشخبری سنائی کہ بارہ فرشتے تیری دعا کو لے جا رہے تھے۔ آخر غیر مقلد مقتدی اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے اور ثناء بلند آواز سے کیوں نہیں پڑھتے۔

۲۵

کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں مقتدیوں کو یہ حکم موجود ہے۔ کہ وہ ثناء آہستہ پڑھیں۔

۲۶

کیا کسی حدیث میں آتا ہے کہ صحابی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ثناء پڑھتے سنا جس سے امام کا یا منفرد کا بلند آواز سے ثنا پڑھنا ثابت ہو

۲۷

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثناء کے بارہ صیغے ثابت ہیں یہ سب دعائیں یاد کرنی ضروری ہیں یا ایک آدھ یاد کر لینا کافی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔

۲۸

ان دعاؤں میں سے سبحانک اللھم کے پڑھنے کا تو آپ نے حکم

دیا گیا ہی اور دعا کا بھی حکم دیا ہے۔

۲۹

آپ اور آپ کے خلفائے راشدین نے سبحانک اللھم کے سوا کسی اور دعا پر مواظبت فرمائی ہو تو اس کی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں

۳۰

اگر کوئی شخص ثناء نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۳۱

اگر کوئی شخص ثناء کی جگہ بھول کر التحیات پڑھ لے تو نماز دوبارہ پڑھے یا سجدہ سہو کرے

۳۲

کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں یہ صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثناء کے بعد متصلاً اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتے تھے۔

۳۳

یہ تعوذ پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

۳۴

یہ تعوذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز سے پہلے سکھایا یا صحابہ نے نماز میں آپ کو پڑھتے سنا تو نماز میں تعوذ کا بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے یا آہستہ آواز سے صریح حدیث لائیں

۳۵

کیا دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ

من الشیطٰن الرجیم سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

۳۶

کیا کسی حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جماعت کرائی اور تعوذ بلند آواز سے پڑھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے مقتدیوں کی یہ نماز صحیح ہوئی یا مکروہ حدیث صریح سے حکم بتائیں۔

۳۷

بعض غیر مقلدین کو جماعت کراتے دیکھا گیا ان کا امام تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتا ہے اور مقتدی آہستہ آواز سے کیا کسی صریح حدیث میں یہ فرق موجود ہے کہ امام کیلئے تسمیہ بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی کے لئے آہستہ آواز سے سنت ہے

۳۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ نے جہر تسمیہ پر مواظبت فرمائی یا سِر تسمیہ پر

۳۹

کیا کسی حدیث میں ہے کہ بسم اللہ بالجہر بدعت ہے اور صحابہ کو بدعت سے بہت بغض تھا کیا فعلِ رسول کو بدعت سمجھنے والے اور فعلِ رسول سے بغض رکھنے والے صحابہ کامل الایمان تھے

۴۰

کیا حضرت عبداللہ بن زبیر نے بسم اللہ بالجہر کو جنگلیوں کا فعل قرار دیا؟

۴۱

کیا سورت فاتحہ قرآن اور قرأت میں شامل ہے یا نہیں۔ جو غیر مقلد سورت فاتحہ کے قرآن یا قرأت ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان ہے یا کافر جواب صریح

صریح حدیث سے دیں۔

۴۲

جس طرح قرآن پاک میں قوموا للہ قانتین ۔ واركعوا ۔ واسجدوا سے قیام، رکوع، سجود کی فرضیت ثابت ہے کیا کسی آیت میں صراحۃً نماز میں سورت فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے۔

۴۳

کیا قرآن پاک میں کوئی ایسی صریح آیت موجود ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے جو نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور باقی ۱۱۳ سورتیں امام کے پیچھے پڑھنا منع اور حرام ہیں

۴۴

کیا بخاری اور مسلم میں کوئی ایک ہی صریح حدیث موجود ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور باقی قرآن منع اور حرام ہے. فاتحہ نہ پڑھنے والے مقتدی کی نماز باطل اور بیکار ہے

۴۵

آیت واذا قرئ القرآن کی تشریح حدیث واذا قرئ فانصتوا سے ہوتی ہے یا نہیں اور کیوں کیا کسی حدیث میں آیا ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن نماز کے بارے میں نازل نہیں ہوئی

۴۶

کیا کسی محدث نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ واذا قرئ القرآن نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۴۷۔ کیا کسی ایک صریح حدیث میں آیا ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن کا نزول کہ

لئے نازل ہوئی ہے مسلمان عمل کریں

۴۸

کیا کسی صحیح صریح حدیث میں آیا ہے کہ جن رکعتوں میں امام قرأت آہستہ کرتا ہے ان میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض اور باقی قرآن مقتدی کو پڑھنا حرام ہے۔

۴۹

کیا کسی صحیح صریح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی آخری نمازیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا فرمائیں ان میں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھی

۵۰

کیا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع میں شریک ہوا جس نے اس رکعت میں نہ تو سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی سنی کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ رکعت دہرانے کا حکم دیا۔

۵۱

جس طرح حدیث میں ہے لا جمعة الا بخطبة کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا پھر بھی ہر شخص اپنا علیحدہ خطبہ نہیں پڑھتا۔ بلکہ خطیب کا خطبہ ہی سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کسی کو خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے خواہ آنے والا خطبہ ختم ہونے کے بعد آکر جماعت میں شریک ہوا اس کی طرف سے خطبہ ادا ہو گیا۔ اسی طرح نماز باجماعت میں امام کی قرأت سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ خواہ امام کی آواز سنے یا نہ سنے یا بعد میں آکر رکوع میں ہی شامل ہوا ہو۔

(۵۲) ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ اکیلے نمازی

کے لئے آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے

۵۳

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے

۵۴

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقتدیوں کو چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنے کا حکم دیا ہو۔

۵۵

ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ پورے تیس سالہ دورِ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے صرف ایک دن آپ کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو۔

۵۶

ایک ہی صحیح صریح غیر معارض ایسی حدیث پیش کریں کہ پورے تیس سالہ دورِ خلافتِ راشدہ میں کسی ایک خلیفہ راشد یا ان کے ہزاروں مقتدیوں میں سے کسی ایک مقتدی نے صرف ایک ہی دن چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو۔

۵۷

ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ امام کے لئے آہستہ چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں

آہستہ آواز سے سنت ہے۔

۵۸

ایک ہی صحیح صریح غیر معارض حدیث ایسی پیش فرمائیں کہ کسی خلیفہ راشد نے امام بن کر ایک ہی دن آٹھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہی ہو۔

۵۹

ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ جو مقتدی اس وقت جماعت میں شریک ہو جب امام نصف سے زائد فاتحہ پڑھ چکا ہو اس کے لئے دو دفعہ آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ایک دفعہ اپنی فاتحہ کے درمیان بلند آواز سے اور ایک دفعہ اپنی فاتحہ کے بعد آہستہ آواز سے

۶۰

ایک صریح حدیث دکھلائیں کہ امام کے سلام کے بعد مقتدی جو رکعتیں پڑھے ان میں آمین آہستہ سنت ہے۔

۶۱

غیر مقلدین کے مشہور مناظر ماسٹر نور حسین گھرجاکھی اپنے رسالہ آمین بالجہر ص۱۸ پر لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ آمین بالجہر کہا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی کہا کرتے تھے کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو (بخاری ص۱۰۸ ج اول)۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے بخاری کی اس روایت میں جہر کا کوئی لفظ نہیں

۶۲

یہی مولوی صاحب ص۲۲ و ص۲۳ پر حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت

عائشہ رض اور حضرت معاذ بن جبل رض سے احادیث نقل کرتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں سے آمین بالجہر، ربنا لک الحمد اور سلام پر حسد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے نہ تو کوئی حدیث صحیح ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی میں آمین کے ساتھ جہر کا لفظ موجود ہے یہ اللہ کے نبی اور صحابہ پر جھوٹ ہے۔

۶۳

نماز مغرب نماز عشاء، نماز فجر کے وقت یہودی بازار میں نہیں ہوتے ظہر عصر میں وہ بازار میں ہوتے ہیں مگر ان دونوں نمازوں میں غیر مقلد آمین بلند آواز سے نہیں کہتے کہ یہودی ناراض نہ ہو جائیں

۶۴

لامذہب عورتیں گھروں میں بلند آواز سے آمین نہیں کہتی آخر وہ یہود کو کیوں ناراض کرنا نہیں چاہتیں۔

۶۵

حافظ عبد اللہ روپڑی مشہور غیر مقلد مناظر اپنی کتاب" اہل حدیث کے امتیازی مسائل ص۶۲ پر لکھتے ہیں

(ابو ھریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو آپ کے نزدیک ہوتے سن لیتے روایت کیا اس کو ابوداود نے اور ابن ماجہ نے اور ابن ماجہ نے کہا کہ پہلی صف سن لیتی یہاں تک بہت آوازوں کے ملنے سے مسجد میں رجلہ ہو جاتا۔ نیل الاوطار میں ہے اس حدیث کو دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد اچھی ہیں اور حاکم نے بھی

روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے ؟ شوکانی اور حافظ عبداللہ روپڑی نے اس روایت کے نقل کرنے میں تین دھوکے دیئے ہیں اور تین جھوٹ بولے ہیں ۔

(۱) ابن ماجہ میں اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں ترك الناس التامین جس سے معلوم ہوتا تھا کہ صحابہ تابعین کا اجماع تھا کہ وہ آمین بالجہر نہیں کہتے تھے یہ فقرہ حدیث کا نقل نہیں کیا

(۲) یہ نہیں بتایا کہ اس کی سند کا راوی بشیر بن رافع نہایت ضعیف ہے ۔

(۳) یہ نہیں بتایا کہ اس سند کا ایک راوی مجہول و مستور ہے

یہ **تین دھوکے** تھے اور تین جھوٹ یہ ہیں ۔

(۱) دارقطنی میں سرے سے یہ بر جلے والی حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی سند کو اچھا کہا ہو ۔

(۲) مستدرک حاکم میں سرے سے یہ حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اُسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہو ۔

(۳) بیہقی میں سرے سے یہ حدیث ہی نہیں چہ جائیکہ اسے حسن صحیح کہا ہو

۶۶

پاک و ہند میں بارہ سو سال سے اسلام آیا ہوا ہے یہاں کے سب بادشاہ تا منصف مفتی ، محدث ، مفسر ، علماء و عوام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا ان بارہ سو سال کے مسلمانوں کی نمازیں باطل ہیں یا مکروہ

۶۷

غیر مقلدوں کے مشہور مورخ امام خان نوشہری لکھتے ہیں

" مولانا شاہ فاخر الہ آبادی نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں

۱ ے

پھر اس مسئلہ پر حافظ عبداللہ روپڑی نے زور لگا جن کے بارہ میں میاں **شرف الدین** صاحب فرماتے ہیں کہ

وہ لاعلم۔ حاسد۔ خودغرض۔ کانگریسی۔ صراط مستقیم سے منحرف تھا۔
فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۱۱ ج ۲ ملخصاً

۲ ے

اگر امام ظہر یا عصر میں سورہ فاتحہ اور سورت بلند آواز سے پڑھ لے تو اس کی نماز فاسد ہو گی یا مکروہ

۳ ے

اگر فجر۔ مغرب۔ عشاء میں امام آہستہ پڑھ لے تو نماز باطل یا مکروہ۔
حدیث لائیں

۴ ے

اگر بھول کر پہلے قل ھواللہ بعد میں سورت فاتحہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں

۵ ے

سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانا فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل۔ حکم صریح حدیث میں ہو

۶ ے

قرأت کی کیا تعریف ہے۔ اور جہر اور سر کی کیا تعریف ہے حدیث صحیح صریح غیر معارض سے بتائیں۔

آمین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کی (نقوش ابوالوفا ص ۳۲)
اس سے معلوم ہوا کہ پہلی دفعہ آمین بالجہر انگریز کے دور میں ہوئی

۶۸

انگریز کے دور میں دوسری آمین بالجہر حافظ محمد یوسف پنشنر (انگریز ملازم) نے کی نقوش ابوالوفا ص ۳۲
یہ آمین ۱۸۶۰ء میں کہی گئی پھر یہ حافظ محمد یوسف مرزائی ہو کر مرا۔
اشاعۃ السنہ ص ۱۱۲ ج ۲۱

۶۹

مسئلہ آمین پر بانچ بازی کی ابتداء مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی وہ یہ بزرگ مرزا غلام احمد قادیانی کی بہت امداد کیا کرتے تھے اور ان سے دعا کرایا کرتے تھے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۹ کالم ۱ ۳۱ جنوری ۱۹۰۸)

۷۰

پھر اس مسئلہ پر ملک بھر میں فتنہ مولوی ثناء اللہ نے اٹھایا۔ جس کا مذہب یہ تھا کہ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے نماز جائز ہے چاہے شیعہ ہو یا مرزائی
اخبار اہلحدیث ص ۶ ۱۲ اپریل ۱۹۱۵ء

۷۷

بڑی سنتوں میں قرأت بلند آواز سے سنت ہے یا آہستہ آواز سے حدیث صریح ہو

۷۸

فجر کے فرائض اگر اکیلا پڑھے تو قرأت بلند آواز سے سنت ہے یا آہستہ آواز سے

۷۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات میں بعض خاص سورتیں پڑھنا ثابت ہے (ب) وہ سورتیں اُن نمازوں میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں اور اگر اُن کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لی تو یہ نماز خلاف سنت ہو گی یا نہیں جواب صحیح صریح حدیث سے عنایت فرمائیں

۸۰

نماز میں امام پر تین سکتات ایک فاتحہ سے پہلے ایک فاتحہ کے بعد ایک سورت کے بعد واجب ہیں یا نہیں۔ جو امام سکتات نہ کرے اس کے پیچھے نماز خلاف سنت ہے یا نہیں

۸۱

رکوع جانے سے پہلے رفع یدین کرنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت غیر مؤکدہ حدیث میں کیا حکم ہے

۸۲

جو شخص یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں صریح حدیث سے حکم بیان کریں

۸۳

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رفع یدین کی چار سو احادیث و آثار ہیں ان چار سو صحابہ کے نام بتائے جائیں۔

۸۴

جو غیر مقلدین کہتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک یہ رفع یدین کرتے رہے۔ عشرہ مبشرہ کی یہ روایت صحیح سند سے توثیق روایت پیش فرمائیں

۸۵

ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ امام کے لئے رکوع کی تکبیر بلند آواز سے سنت ہے اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ آواز سے سنت ہے

۸۶

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ رکوع کی تسبیحات آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

۸۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع میں سات اذکار مروی ہیں ان میں سے مواظبت کس پر فرمائی

۸۸

کیا آیت فسبح باسم ربک العظیم کے نازل ہونے کے بعد آپ نے سبحان ربی الاعلیٰ کے سوا رہ کچھ پڑھا

۸۹

اگر کوئی شخص بھول کر رکوع میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں

۹۰

اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیح بلند آواز سے پڑھ لے تو اس کی نماز باطل ہو گی یا مکروہ

۹۱

رکوع سے کھڑے ہو کر قومہ میں ہاتھ باندھنا سنت ہے یا ہاتھ لٹکانا صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۹۲

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ منفرد اور مقتدی کے لئے قومہ کا ذکر آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

۹۳

اگر کوئی مقتدی قومہ کا ذکر بلند آواز سے پڑھے تو اس کی نماز سنت کے موافق ہو گی یا خلاف سنت

۹۴

اگر کوئی شخص رکوع یا قومہ میں کچھ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو گی یا مکروہ صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۹۵

قومہ میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھنا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر سجدہ میں جانا کس حدیث میں ہے۔

۹۶

ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ سجدہ کی تکبیر امام کے لئے جہراً اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ سنت ہے۔

۹۷

ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا منع اور حرام ہے۔

۹۸

ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ سجدہ کی تسبیحات آہستہ پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے

۹۹

ایک حدیث لائیں کہ اگر سجدہ کی تسبیحات بلند آواز سے پڑھی جائیں تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۰۰

دونوں سجدوں کے درمیان جو دعا پڑھتے ہیں ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دکھائیں کہ اس دعا کا آہستہ پڑھنا سنت ہے

۱۰۱

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں کہ یہ دعا فرض ہے یا سنت۔ واجب یا نفل

۱۰۲

ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں اگر کوئی شخص یہ دعا جان بوجھ کر نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۰۳

یک حدیث صحیح صریح غیر معارض ایسی پیش فرمائیں کہ اگر کوئی سن
بدل کرنہ پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں

۱۰۴

کیا کسی حدیث میں ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان انگلی سے
اشارہ کرنا منع ہے۔ جس حدیث مسند احمد میں اشارہ کا ذکر ہے
اس کے موافق آپ اس کو سنتِ مؤکدہ سمجھ کر عمل کیوں نہیں کرتے

۱۰۵

کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسۂ استراحت سنتِ مؤکدہ
ہے۔

۱۰۶

کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ جلسۂ استراحت کی
حدیث صحیح ہے۔ اور نہ کرنے کی ضعیف ہے۔

۱۰۷

علامہ شعبیؒ تابعی فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمرؓ اور حضرتِ علیؓ جلسۂ
استراحت نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ) کیا ان خلفائے راشدین
کی نماز خلاف سنت تھی۔

۱۰۸

حضرت نعمان بن ابی عیاش رح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ
کو نماز پڑھتے دیکھا وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)
کیا یہ سب صحابہ خلاف سنت نماز پڑھتے تھے۔

۱۰۹

ابو قلابہ کا بیان ہے کہ عمرو بن سلمہ کے سوا میں نے کبھی کسی کو جلسہ استراحت کر کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا یہ عمرو بن سلمہ بوڑھے تھے (بخاری) تو کیا سب صحابہ تابعین تبع تابعین خلاف سنت نماز پڑھا کرتے تھے.

۱۱۰

کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت امام کے لئے بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ کہنا سنت ہے.

۱۱۱

کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ دوسری رکعت کے شروع میں رفع یدین منع و حرام ہے.

۱۱۲

کیا احادیث میں یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کرتے تھے۔ ان پر آپ کا عمل کیوں نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث کو ضعیف اور ناقابل عمل قرار دیا ہے.

۱۱۳

کیا دوسری رکعت کے شروع میں ثنا پڑھنا منع ہے اگر کوئی پڑھ لے تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ

۱۱۴

دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا فرض ہے یا واجب۔ سنت ہے یا نفل

115

دو قعدہ میں تشہد پڑھنا فرض ہے یا واجب ۔ سنت ہے یا نفل

116

اگر قعدہ میں بھول کر تشہد کی جگہ الحمد شریف پڑھ لی تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں ۔

117

اگر کوئی شخص تشہد بلند آواز سے پڑھ لے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں

118

فتاویٰ شامیہ میں دو متضاد فتوے ہیں ایک فتویٰ ہے کہ درمیانی تشہد کے بعد بھی درود پڑھنا سنت ہے دوسرا فتویٰ ہے کہ سنت نہیں صریح حدیث سے فیصلہ بتائیں ۔

119

تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت امام کے لئے تکبیر بلند آواز سے کہنا سنت موکدہ ہے اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ آواز سے سنت موکدہ ہے ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لائیں

120

اگر کوئی شخص تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں

121

تیسری رکعت کے شروع میں ثنا پڑھ لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں

۱۲۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رض تیسری ، چوتھی رکعت میں اکیلے بھی فاتحہ اور سورت نہیں پڑھتے تھے (رواہ احمد) کیا انکی نماز باطل ہوتی تھی یا مکروہ

۱۲۳

حضرت علی رض فرماتے تھے پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو پچھلی دو رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھو (ابن ابی شیبہ) اس طرح نماز ہو جاتی ہے یا نہیں

۱۲۴

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں

۱۲۵

سنن اور نوافل کی تیسری چوتھی رکعت میں سورت ملانا جائز ہے یا نہیں صریح حدیث لائیں

۱۲۶

چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے منع اور حرام ہونے کی حدیث پیش فرمائیں

۱۲۷

چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض ہے یا واجب سنت ہے یا نفل صریح حدیث ہو

۱۲۸

چوتھی رکعت کے بعد اگر بغیر قعدہ کیئے پانچویں رکعت میں کھڑا ہو جائے تو یاد آنے پر بیٹھ جائے یا نہیں اور سجدہ سہو واجب ہوگا یا نماز باطل ہوگی

۱۲۹

چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کیا اور تشہد پڑھنے کے بعد پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور یاد آنے پر بیٹھ گیا تو کس طرح نماز پوری کرے طریقہ صحیح حدیث سے بتائیں

۱۳۰

چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کیا پھر بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا اور رکعت پوری کرنے کے بعد یاد آیا تو اب نماز کس طرح پوری کرے

۱۳۱

آخری تشہد میں درود پڑھنا سنت ہے یا فرض حدیث صریح سے حکم دکھائیں۔

۱۳۲

درود شریف آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے صحیح صریح حدیث لائیں

۱۳۳

درود ابراہیمی پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا تو اب کیا کرے نماز دوبارہ پڑھے یا کیا

۱۳۴

درود کے بعد دعا پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت حکم صریح حدیث سے دکھائیں

۱۳۵

درود کے بعد والی دعا آہستہ پڑھنا سنت ہے یا بلند آواز سے صحیح حدیث لائیں۔

۱۳۶

یہ دعا ہاتھ اٹھا کر اور منہ پر ہاتھ پھیرنا ۱۳۱ بیتی احادیث منع ہیں۔

۱۳۷

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رض کو فرمایا تھا کہ جب تشہد ختم ہو جائے تو نماز پوری ہو گئی چاہے بیٹھے چاہے اٹھ کھڑا ہو۔ کیا واقعی آپ اس حدیث پر عمل کر کے درود دعا اور سلام کے بغیر اٹھ جاتے ہیں۔ یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پر عمل کرنے سے روک دیا تھا۔

۱۳۸

کیا حدیث کی کتابوں میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رض نے فرمایا ہو کہ التحیات کے بعد اگر حدیث (پاد مارے یا آہستہ آواز ہوا خارج کر دے یا پیشاب) کر دے تو اس کی نماز پوری ہو گئی

وضاحت سے جواب دیں۔

۱۳۹

نماز کے آخر میں سلام فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل صحیح حدیث پیش کریں

۱۴۰

ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں کہ امام کے لئے سلام

بلند آواز سے سنتِ مؤکدہ ہے اور مقتدی اور منفرد کے لئے آہستہ آواز سے سنت ہے۔

۱۴۱

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ذکر جہر کیا کرتے تھے تو اب کس نے منسوخ کیا۔

۱۴۲

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا سے منع کیا کرتے تھے

۱۴۳

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کے بعد کی سنتیں مسجد میں پڑھا کرتے تھے یا گھر جا کر

۱۴۴

آج کل جن لوگوں نے سنتیں پڑھنے کا مستقل معمول مسجد میں بنا لیا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز

۱۴۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے تو اس کا ثبوت حدیث سے دیں ورنہ بتائیں کہ یہ طریقہ حضورؐ سے کتنا عرصہ بعد شروع ہوا اور جائز ہے یا بدعت

۱۴۶

جب مسجد یا گھر میں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو لاؤڈ سپیکر پر تقریر کرنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو اس کے جواز کی صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۱۴۷

مرد نے ایک مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو اس کو کتنے کوڑے حد
لگے گی۔ صاف مرد پر تہمت کا حکم ہو۔ عورت پر قیاس نہ کیا جائے۔

۱۴۸

کلب معلم کے ساتھ شکار کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں مذکور ہے اگر
کوئی شخص شیر، چیتے، بھیڑیئے اور خنزیر کو تعلیم دے یا بندر کو
شکار کا طریقہ سکھائے تو ان جانوروں کا مارا ہوا شکار حلال ہوگا یا
حرام؟ یہ حلال حرام کا صاف حکم اور ان درندوں کا نام حدیث شریف
میں ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر جواب نامکمل ہوگا۔

۱۴۹

چوہا گھی میں گر جائے تو اس کا حکم حدیث شریف میں مذکور ہے۔ لیکن
اگر بلی کا بچہ، کتے کا بچہ، بندر کا بچہ، چھپکلی، سانپ، کوا، چیونٹی، بھڑ
جھینگر، ٹڈی، مکڑا گھی میں گر کر مر جائیں تو گھی کا کیا حکم ہے؟
پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح صریح حدیث پیش کریں۔

۱۵۰

اگر تیل، دودھ، شربت، سرکے، شیرے، لسی اور عرق میں چوہا گر کر مر جائے
تو اس کا حکم حدیث صریح و صحیح سے دکھلائیں، گھی پر قیاس نہ فرمائیں

۱۵۱

کیا بیع العنب بالزبیب جائز ہے یا ناجائز؟ صحیح صریح حدیث
سے جواب دیا جائے۔ بیع الرطب بالتمر پر قیاس نہ
کیا جائے

۱۵۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ کیا سونے چاندی کے برتن میں پانی لے کر وضو کرنا، غسل کرنا، اس میں سے تیل لگانا، اس کے قلم سے لکھنا، اس کی سلائی سے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، اس کی عطردانی سے عطر چھڑکنا، سونے چاندی کے ورق کھانا یہ سب جائز ہیں یا ناجائز؟ صحیح صریح حدیث پیش کریں۔ قیاس سے کام نہ لیں۔

۱۵۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب تم رفع حاجت کے لئے جاؤ تو ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ اب اگر کوئی شخص پتھر کی بجائے کچی مٹی، کپڑے، روئی، اون، ریشم کے چیتھڑے، گھاس اور درخت کے پتوں وغیرہ سے استنجا کرلے تو کیا اس شخص کا استنجا ہو جائے گا یا نہیں؟ جواز و عدم جواز اور ان اشیاء کے نام صریح احادیث سے دکھلائیں پتھر پر قیاس نہ کریں۔

۱۵۴

لونڈیوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر نصف عذاب ہے۔ اگر غلام بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے سزا کا حکم صریح آیت یا صریح حدیث سے بتائیں۔ عورت پر مرد کو قیاس نہ کریں

۱۵۵

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم حالتِ جنابت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے فارغ ہوئی ہو تو اسے تیمم کی اجازت ہے یا نہیں صحیح حدیث لائیں

۱۵۶

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص پاخانہ سے فارغ ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لے۔ اب اگر پیشاب یا خروجِ ریح۔ یا آپ کے مذہب پر مسِ ذکر یا عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو پانی نہ ملنے کی صورت میں وہ تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث سے جواب دیں پاخانہ پر قیاس نہ کریں۔

۱۵۷

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اگر پانی پاس موجود ہے لیکن وضو کر لے تو راستہ میں پینے کے لئے پانی نہ ملے گا یا جانور پیاسا رہے گا۔ یا آٹا نہیں گوندھے گا۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا، تو ایسے شخص کیلئے اِن حالتوں میں تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں جواب صحیح صریح حدیث سے ہونا چاہیئے۔

۱۵۸

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " وان کنتم علیٰ سفر ولم تجدوا کاتباً فرھان مقبوضۃ " اب یہ سوال:

۱۵۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ کیا سونے چاندی کے برتن میں پانی لے کر وضو کرنا، غسل کرنا، اس میں سے تیل لگانا، اس کے قلم سے لکھنا، اس کی سلائی سے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، اس کی عطردانی سے عطر چھڑکنا، سونے چاندی کے ورق کھانا یہ سب جائز ہیں یا ناجائز؟ صحیح صریح حدیث پیش کریں۔ قیاس سے کام نہ لیں۔

۱۵۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب تم رفع حاجت کے لئے جاؤ تو ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ اب اگر کوئی شخص پتھر کی بجائے، کچی مٹی، کپڑے، روئی، اون، ریشم کے چیتھڑے، گھاس اور درخت کے پتوں وغیرہ سے استنجا کرلے تو کیا اس شخص کا استنجا ہو جائے گا یا نہیں؟ جواز وعدم جواز اور ان اشیاء کے نام صریح احادیث سے دکھلائیں پتھر پر قیاس نہ کریں۔

۱۵۴

لونڈیوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر نصف عذاب ہے۔ اگر غلام بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے سزا کا حکم صریح آیت یا صریح حدیث سے بتائیں۔ عورت پر مرد کو قیاس نہ کریں

۱۵۵

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم حالتِ جنابت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے فارغ ہوئی ہو تو اسے تیمم کی اجازت ہے یا نہیں صحیح حدیث لائیں

۱۵۶

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص پاخانہ سے فارغ ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کرلے۔ اب اگر پیشاب یا خروجِ ریح۔ یا آپ کے مذہب پر مسِ ذکر یا عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو پانی نہ ملنے کی صورت میں وہ تیمم کرسکتا ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث سے جواب دیں پاخانہ پر قیاس نہ کریں۔

۱۵۷

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔ اگر پانی پاس موجود ہے لیکن وضو کرلے تو راستہ میں پینے کے لئے پانی نہ ملے گا یا جانور پیاسا رہے گا۔ یا آٹا نہیں گوندھے گا۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا، تو ایسے شخص کیلئے ان حالتوں میں تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں جواب صحیح صریح حدیث سے ہونا چاہئیے۔

۱۵۸

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " وان کنتم علیٰ سفر ولم تجدوا کاتباً فرھان مقبوضۃ " اب یہ سوال:

ہے؟ اگر کاتب بھی ہو تو رھن رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر سفر میں نہ ہوں تو گھر میں یعنی وطن میں رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ صحیح صریح حدیث سے جواب دیں جو اس آیت کے بعد کی ہو تاکہ "نسخ الحدیث بالآیۃ" کا خدشہ نہ رہے

۱۵۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مکھی پینے کی چیز میں گر پڑے تو اسے غوطہ دے کر باہر پھینک دو۔ اب علمائے غیر مقلدین فرمائیں اور بتلائیں کہ اگر چیونٹی، مچھر، بھڑ جگنو، پتنگ، چھپکلی، بچھو، سانپ وغیرہ پانی میں گر جائیں تو کیا پانی پاک رہے گا یا ناپاک، ان جانوروں کے نام صراحۃً حدیث پاک میں دکھائیں، مکھی پر قیاس نہ فرمائیں۔

۱۶۰

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلوں کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم دیا ہے۔ آج کل سو فیصد غیر مقلد استرہ سے بغلیں صاف کراتے ہیں اور سو فیصد غیر مقلد عورتیں بال صفا پاؤڈر سے بغلیں صاف کرتی ہیں اے غیر مقلدین آپ حضرات صحیح صریح حدیث کی مخالفت پر کیوں ڈٹے ہوئے ہیں۔ استرہ اور بال صفا پاؤڈر سے بغلوں کے بال صاف کرنے کی کوئی صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں۔ ورنہ اپنے اس فعل پر شرمندگی

۱۶۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے موئے زیر ناف کی صفائی کے لئے استرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن آج کل سو فیصد غیر مقلد عورتیں پاؤڈر

یا تحریم استعمال کرتی ہیں ۔ اس بارے میں صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں

۱۶۲

اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں جو شخص حالتِ احرام میں کسی جانور کو قتل کر دے یا شکار کر لے (مَنْ قتلہ منکم متعمداً) تو اس پر دم ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر قتلِ صید خطأً ہو ، تو کیا حکم ہے ۔ صریح ، صحیح حدیث پیش کریں ۔ عمد پہ خطا کو قیاس نہ کریں ۔

۱۶۳

آج کل سب غیر مقلدین بھینس کا دودھ پیتے ہیں ۔ گھی کھاتے ہیں ، دہی اور لسی استعمال کرتے ہیں ۔ اس کے لئے کوئی صریح آیت یا صحیح ، صریح حدیث پیش فرمائیں ۔ اونٹ ، گائے وغیرہ پر قیاس نہ کریں ۔

۱۶۴

حق تعالیٰ نے قرض کے بارے میں نصاب شہادت یہ بیان فرمایا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ میراث ، وصیت امانت ، غصب اور دیگر مالی معاملات کے لئے نصابِ شہادت یہی ہے یا کچھ اور ہے ؟ جواب صحیح صریح حدیث سے دیں ۔ ان تمام معاملات کو قرض پر قیاس نہ فرمائیں ۔

۱۶۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ دھولو ، اب سوال یہ ہے کہ اگر کتا برتن میں پیشاب کر دے یا پاخانہ کر دے ، یا قے کر دے یا خون جتنا کو لگ جائے تو کتنی مرتبہ دھوئے ۔ حدیث صریح ہونی چاہیئے

لعاب پر قیاس نہ کیا جائے

۱۶۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگ مانگ کر سات حرفوں پر قرآن پاک کی تلاوت کی اجازت حاصل کی۔ پھر عہد عثمانی رض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق ایک حرف پر پڑھنے پر اجماع کر لیا۔ کیا کسی آیت کریمہ یا صحیح و صریح حدیث میں آیا ہے؟ کہ عہد فاروقی تک تو قرآن کریم سات حرفوں پر۔ پڑھنا اور پھر تا قیام قیامت ایک حرف پر پڑھنا، چھ پر پڑھنا منسوخ ہو جائے گا

۱۶۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شراب کی کوئی ایک حد مقرر نہ تھی۔ کبھی تھپڑ مارے جاتے، کوئی کپڑا مارتا۔ کوئی چھڑی اور کوئی کوڑے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رض سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رض نے اپنا قیاس بیان فرمایا کہ جب شرابی شراب پیتا ہے تو اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور پھر وہ افترا کرتا ہے اور ایک خاص افترا کی حد (قذف) اسی (۸۰) کوڑے ہے لہذا اس کو بھی اسی کوڑے حد لگنی چاہیئے۔ سب صحابہ کرام رض نے اس پر اتفاق فرمایا۔ کیا کوئی صحیح صریح حدیث ہے کہ عہد صدیقی تک تو تم میری حدیث پر عمل کرنا۔ لیکن فاروقی عہد میں شراب کی حد کے بارے میں کوئی حضرت علی رض کے قیاس سے میری حدیثوں کو منسوخ قرار دینا۔ اور قیامت تک حضرت علی رض کے قیاس کو قانون بنا لینا

۱۶۸

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے حضرت زید بن ثابت رض سے مسئلہ پوچھا

کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے۔ اس کا خاوند اور ماں باپ زندہ ہیں۔ تو
وراثت کیسے تقسیم ہو گی۔ انہوں نے جواباً فرمایا نصف خاوند کو۔ باقی کا
ثلث ماں کو اور باقی باپ کو۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ یہ مسئلہ کتاب اللہ
سے ماخوذ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں یہ میری رائے ہے
اس مسئلہ کے صحیح یا غلط ہونے کا ثبوت قرآن پاک کی صریح آیت
یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں

۱۶۹

زید نے بکر کی دو ڈاڑیں توڑ دیں زید پر کتنی دیت آئے گی جواب
حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں

۱۷۰

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ،
اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قضائے حاجت کے وقت
قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پشت، بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو (بخاری)
اب اگر کوئی پاکستانی کہے کہ حدیث بخاری سے پتہ چلتا ہے کہ قبلہ مغرب کی
طرف نہیں اور اہل جغرافیہ کہتے ہیں کہ قبلہ مغرب کی طرف ہے۔ میں اہل
جغرافیہ کی بات حدیث بخاری کے مقابلہ میں نہیں مانتا۔ مجھے صحیح بخاری
سے ہی صریح حدیث دکھاؤ کہ اہل ہند و پاک کا قبلہ مغرب کی طرف ہے

۱۷۱

اللہ تعالیٰ والدین کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فلا تقل لھما اُفٍ،
اہل قیاس نے اس آیت کریمہ سے علت اذیت تلاش کی ہے مقصد
یہ ہے کہ والدین کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ اب اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ

کے منہ پر تھوکے یا پیشاب ڈال دے تو یہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ اس سے والدین کو تکلیف ہوئی۔ آپ لوگ چونکہ قیاس کو کارِ ابلیس کہتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کے منہ پر تھوکنے یا پیشاب کرنے کے منع ہونے کی صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۱۷۲

قرآن پاک میں سورۂ نور میں لا اور الّا کلمۂ حصر کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر ہے جن سے پردہ فرض نہیں اور اُن کے سامنے منہ کھولنا جائز ہے۔ مگر اُن میں نہ ماموں کا ذکر ہے نہ چچا اور تایا کا، ظاہرِ قرآن سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ماموں، چچا اور تایا کے سامنے منہ کھولنا ناجائز ہے۔ لیکن اہلِ قیاس نے مذکورہ افراد میں حلتِ محرمیت کا سراغ لگا لیا اور کہا چونکہ ماموں، چچا اور تایا بھی محرم ہیں۔ اس لئے اُن کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے حضرات غیر مقلدین سے سوال ہے کہ آپ قیاس کو تو کارِ ابلیس کہتے ہیں، اس لئے صریح آیت یا صحیح، صریح حدیث میں دکھائیں کہ حقیقی چچا، حقیقی تایا اور حقیقی ماموں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے۔

۱۷۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی عورت کو سزا کیلئے بلایا۔ اس عورت کا خوف سے حمل ساقط ہوگیا۔ حضرت عمر رض نے صحابہ کرام رض کو جمع کر کے ان سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عثمان رض نے فرمایا آپ تو محض تادیب چاہتے تھے۔ اس لئے جس طرح کسی کی بیوی یا بیٹا خود بچ جائے تو کوئی سزا نہیں آپ بری ہیں۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ آپ کو گناہ تو نہیں ہوگا

مگر یہ واقعہ قتلِ خطا سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے آپ پر دیت آئے گی۔ حضرت عمرؓ نے احتیاطاً حضرت علیؓ کے قیاس کی اتباع فرمائی۔ حضرات غیر مقلدین سے سوال یہ ہے کہ آپ حضرات تو قیاس کو "کارِ شیطان" قرار دیا کرتے ہیں۔ اس لئے قیاس کی بجائے حدیث صحیح صریح پیش فرمائیں کہ اگر کسی کی ڈانٹ ڈپٹ سے اس کی بیوی یا غلام یا لڑکا فوت ہو جائے یا کسی کا حمل ساقط ہو جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ خود قیاس کرنا یا کسی امتی کا قول پیش کرنا غیر مقلدیت کے مفہوم و معنیٰ کو مہمل بنا جاتا ہے

۱۷۴

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقضی القاضی بین اثنین وھو غضبان اہل قیاس یہ کہتے ہیں کہ غصے سے چونکہ دل و دماغ متاثر ہوتے ہیں۔ اور سوچ صحیح نہیں رہتی اس لئے اگر کسی کو ایسا غم لاحق ہو جو عقل و فکر اور ذہن و ذکاء پر اثر انداز ہو۔ یا ایسا خوف سوار ہو جائے یا سخت بھوک و پیاس میں اس کا دل مشغول ہو جائے۔ تو ان موانع کی موجودگی میں قاضی فیصلہ نہ کرے۔ آپ حضرات چونکہ قیاس کے منکر ہیں اس لئے ایسے غم خوف اور ایسی شدید بھوک اور پیاس کے وقت قاضی کے لئے فیصلہ کرنے کی اجازت یا ممانعت کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت فرمائیں

۱۷۵

ایک آدمی نے قسم کھائی کہ مجھ پر تیرے گھر کا ایک لقمہ اور ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔ اس کے بعد اس نے اس گھر سے نہ کوئی لقمہ کھایا نہ گھونٹ پیا۔ ہاں ان سے روپے لئے سونا چاندی لیا، حلل پوشی لے۔ اہل قیاس

کہتے ہیں کہ اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ آپ حضرات چونکہ قیاس
نہیں مانتے۔ اس لئے کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت کریں کہ ایسی
قسم کے بعد سونا، چاندی وغیرہ لینے سے کفارہ لازم ہے یا نہیں

۱۷۶

ایک شخص نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں زید سے بات نہیں کروں
گا۔ اس کے بعد اس نے زید سے بات تو نہیں کی مگر اس کے
ساتھ کھانے، پینے، شادی بیاہ میں شریک رہا، اہلِ قیاس
کہتے ہیں کہ قسم کا کفارہ لازم ہے۔ آپ صحیح حدیث سے بتائیں
کہ کفارہ لازم ہے یا نہیں۔

۱۷۷

اگر کوئی عورت خونِ استحاضہ کی وجہ سے معذور ہو، اس کا حکم
تو حدیث شریف میں موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی مرد، نکسیر، ریاح،
بواسیر، سلسل بول یا کسی ناسور کے بہتے رہنے سے معذور ہو اس
کا حکم اہلِ قیاس تو مستحاضہ پر قیاس کر کے معلوم کر لیتے ہیں۔ آپ
کے نزدیک چونکہ قیاس کار ابلیس ہے۔ اس لئے اِن معذوروں کے
لئے حدیث صحیح، صریح مرفوع غیر مقطوع پیش فرمائیں۔

۱۷۸

زید نے زینب کو تین شرعی طلاقیں دیں۔ اس نے بکر سے نکاح کر لیا
بکر فوت ہو گیا یا زینب نے بکر سے خلع کر لیا، یا عدالت کے ذریعہ
بکر سے نکاح فسخ کرا لیا، تو عدت گذرنے کے بعد وہ پھر زید
سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ طلاق پر قیاس نہ کریں صریح

حدیث پیش کریں۔

۱۷۹

غلام ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے یا دو سے!
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ غلام
دو سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا کیا یہ حکم قرآنی ہے
یا حدیث صحیح صریح یا لونڈی کی حد پر قیاس

۱۸۰

غلام تین طلاقوں کا مختار ہے یا دو کا یا ڈیڑھ کا جواب صحیح، صریح
حدیث سے ہونا چاہیے۔

۱۸۱

لونڈی کی طلاق کی عدت تین حیض ہے یا دو حیض یا ڈیڑھ حیض۔ جواب صحیح
صریح حدیث سے دیں

۱۸۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم
المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھنّ فما لکم
علیھن من عدة تعتدونھا۔ اس آیت کریمہ سے
مومنہ عورت کا حکم تو معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی شخص کسی یہودن
یا عیسائن سے نکاح کرے اور رخصتی سے قبل اسے طلاق دے دے
تو اس عورت پر عدت ہے یا نہیں؟ صحیح صریح حدیث پیش کریں
کافرہ کو مومنہ پر قیاس نہ کریں۔

۱۸۳

ایک عورت کو طلاق بتہ دی گئی تھی وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا خاوند فوت ہو گیا حضرت عثمان رض نے اس کو وراثت کا حصہ دلایا اور تمام صحابہ کرام رض نے حضرت عثمان رض کے اس فتویٰ سے اتفاق کیا۔

(اعلام الموقعین ص۲۳ ج اول)

حضرت عثمان رض کا یہ فتویٰ کس آیت یا حدیث صحیح صریح سے ماخوذ ہے

۱۸۴

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض اور ان کی تقلید میں حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ یہ قسم ہے حضرت علی رض اور حضرت زید رض بن ثابت فرماتے ہیں کہ یہ تین طلاقیں ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ یہ ایک طلاق ہے

سب نے یہ مسئلہ اپنی رائے سے بتلایا ہے۔ آپ حضرات رائے کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں اس لئے کوئی صحیح یا صریح حدیث پیش فرمائیں۔ تاکہ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول کے قانون پر مسئلہ کا فیصلہ ہو سکے۔

۱۸۵

مسواک کرنا وضو میں سنت ہے یا وضو کے بعد نماز کے وقت یا دونوں وقت۔ صحیح۔ صریح حدیث پیش فرمائیں

۱۸۶

مسواک کے بغیر وضو کر کے نماز پڑھ لی۔ تو اس سنت کے رہ جانے سے وضو ہو گیا یا نہیں۔

۱۸۷

وضو میں کل کتنی چیزیں سنت ہیں، جن کے رہ جانے سے وضو ہو جاتا ہے۔ صریح حدیث لائیں

۱۸۸

کیا موجودہ برش (ٹوتھ پیسٹ) کر لینے سے مسواک کی سنت کا ثواب مل جاتا ہے یا نہیں تفصیل حدیث سے ہو

۱۸۹

اگر کسی نے ایک ہی چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھا لیا تو سنت تثلیث ادا ہو گئی یا نہیں؟

۱۹۰

ایک شخص کے انگلی یا مسواک کے استعمال سے مسوڑھوں سے خون بہنے لگا۔ اگر وہ خون بند ہونے تک بیٹھے تو جماعت نکل جاتی ہے۔ وہ مسواک چھوڑے یا جماعت؟ صریح حدیث پیش کریں۔

۱۹۱

آپ کے نزدیک منی پاک ہے۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ جو حکم بھی ہو صحیح صریح حدیث سے پیش فرمادیں۔

۱۹۲

خنزیر کا جوٹھا اور خنزیر پاک ہے یا ناپاک؟ صریح حدیث لائیں۔

۱۹۳

کتے کا پیشاب پاخانہ پاک ہے یا ناپاک؟ صریح صحیح حدیث سے جواب دیں۔

۱۹۴

ایک گاؤں میں ایک ہی کنواں ہے۔ اس میں کتا مرا پڑا ہے۔ گندگی پڑی ہے۔ بھینس کے چھیتھڑے پڑے ہیں۔ کیا اس کنوئیں سے پانی پینا، وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح صریح حدیث درکار ہے۔

۱۹۵

کنواں کس چیز سے ناپاک بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو صحیح، صریح حدیث سے اس شے کے پاک کرنے کا طریقہ بیان فرمائیں۔

۱۹۶

دودھ میں دیوانے نے پیشاب کر دیا، جس سے دودھ کا نہ رنگ بدلا نہ مزہ نہ بو، وہ دودھ پاک ہے یا ناپاک؟ صحیح صریح حدیث سے جواب دیں۔ جو اس کو پاک کہے اس کے بارے میں حدیث کا کیا حکم ہے۔

۱۹۷

ایک گلاس شربت میں، دودھ پیتے بچے نے پیشاب کر دیا۔ دودھ کا نہ رنگ، بدلا نہ مزہ نہ بو۔ کیا اس کا پینا جائز ہے یا حرام؟ حدیث صحیح سے جواب دیں۔

۱۹۸

عورت کے فرج کی رطوبت پاک ہے یا ناپاک؟ اس کے بارے میں صحیح صریح حدیث کا حکم بیان فرمائیں۔

۱۹۹

شراب الخمر العتیق پاک ہے یا ناپاک؟ حدیث صحیح صریح سے جواب دیں۔

تو اسے پاک کہے اس کا حدیث میں کیا حکم ہے۔

۲۰۰

خون پاک ہے یا ناپاک؟ حدیث پاک سے صراحت دکھائیں۔

۲۰۱

زید نے زینب سے زنا کیا اس زنا کے نطفہ سے سمیہ نامی لڑکی پیدا ہوئی کیا زید کا نکاح سمیہ سے حلال ہے؟ کیا زمانہ رسالت میں ایسا کوئی نکاح ہوا۔

یہ سوالات کی پہلی قسط ہے۔ دوسری اقساط بھی یکے بعد دیگرے اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آتی رہیں گی۔

ناظرین کرام دعاؤں میں یاد رکھیں اور مؤلف کے استقامت کیلئے قلبی دعاؤں دعائیں فرماتے رہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تصانیف مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

نام کتاب	قیمت
تحقیق مسئلہ تقلید	۳—۰۰
تحقیق مسئلہ قرآۃ خلف الامام	۱۵—۰۰
تحقیق مسئلہ آمین	۱۲—۰۰
تحقیق مسئلہ رفع یدین	۶—۰۰
تحقیق مسئلہ تراویح	۹—۰۰
نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت	۶—۰۰
نماز کے متعلق غیر مقلدین کے جھوٹ اور غلط بیانیاں، مرد اور عورت کی نماز میں فرق	۹—۰۰
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	۳—۰۰
مسائل قربانی کے متعلق غیر مقلدین سے اکتالیس ۴۱ سوالات	۲۰—۰۰
غیر مقلدین کی فقہ سے دو سو مسائل	۳—۰۰
غیر مقلدین سے دو سو سوالات	۹—۰۰
تاریخ غیر مقلدیت	۶—۰۰
پچاس ہزار روپے انعام کی حقیقت اور غیر مقلدین کے سوالات کے جوابات	۳—۰۰
فتح المقلدین حصہ اول روئیداد مناظرہ ہارون آباد	۱۲—۰۰
غیر مقلدین کے غیر مستند نماز	—
رسول اکرمؐ کی نماز	۳—۰۰
فرقہ جماعت مسلمین	—
تحقیق مسئلہ رفع یدین پر اشکالات کے جوابات	—